جوہری قیامت
طاہر جاوید مغل
KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

طاہر جاوید مغل

پبلیکیشنز

بابا فرید ضلع کچہری لاہور

Ph: 7311965

پیش لفظ

پاکستان جیسے ملک میں جہاں شرح خواندگی سرکاری اعداد وشمار کے مطابق بھی چالیس فیصد سے اوپر نہ جاتی ہو اور اس چالیس فیصد میں ایسے لوگ بھی شامل ہوں جنہوں نے ناظرہ قرآن پڑھ رکھا ہے یا جو اپنا نام لکھنا جانتے ہیں، لکھنے کے حوالے سے مقبولیت حاصل کرنا نہایت مشکل اور کٹھن مرحلہ ہے۔ بہت کم مصنف ایسے ہوتے ہیں جو قبول عام کی سند حاصل کر پاتے ہیں اور اس سے بھی کم ایسے ہوتے ہیں جو اس مقبولیت کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ طاہر جاوید مغل بھی ایسے ہی ایک مصنف ہیں۔

یہ کہنا قطعی غیر ضروری ہے کہ تفریحی ادب کے شائقین طاہر جاوید مغل کے دیوانے ہیں۔ ان کی تصنیفات کی غایت درجہ مقبولیت اس امر کا بین ثبوت ہے۔ وہ ایک عرصے سے قارئین سے داد وتحسین کا ''تاوان'' وصول کر رہے ہیں۔ اور یہ وہ واردات ہے جس کا شکار ہونے والے بار بار نشانے پر آنے کی تمنا کرتے ہیں۔ ان کی تحریر میں وہ جادو ہے جو ماہ وسال کی گردش کے ساتھ کم ہونے کے بجائے بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔

طاہر جاوید مغل کی یہ مقبولیت راتوں رات کا قصہ نہیں۔ اس کے پیچھے ڈیڑھ دہائی سے زائد عرصے کی محنت شاقہ شامل ہے۔ زیر نظر مجموعے میں شامل تینوں ناول طاہر جاوید مغل کی تحریر کے ابتدائی دور کی یادگار ہیں اور ان وقتوں کی یاد دلاتے ہیں جب طاہر جاوید مغل نام کی حیثیت سے مقبول نہ تھے، لیکن تب بھی ان کے کام میں وہی قوت تھی جو آج انہیں پاکستان کے کونے کونے میں شہرت دلائے ہوئے ہے۔

یہ تینوں ناول انگریزی سے ترجمہ کئے گئے ہیں۔ لکھنے والے جدا جدا ہیں لیکن ان کی تحریر میں ایک عنصر مشترک ہے۔ وہ ہے ایٹمی قوت اور اس میں پوشیدہ ممکنہ تباہ کاری۔ ان تینوں ناولوں میں اس تباہ کاری کا مختلف سطحوں پر جائزہ لیا گیا ہے۔ ایک ناول میں یہ قیامت سوویت یونین پر

منڈلاتی ہوئی نظر آتی ہے لیکن کچھ کر دکھانے سے پہلے ٹل جاتی ہے۔ دوسرے ناول میں اس تباہی کے بعد کے دور کی سیر کی گئی ہے جب انسان کی دریافت کردہ قوت، جو اسے ترقی کے عروج پر لے جانے کا سبب بنی تھی، بے قابو ہو کر اسی پر ٹوٹ پڑی اور اسے پتھر کے دور میں واپس لے گئی۔ اور تیسرے ناول میں اس تباہی کا ایک محدود پیمانے پر مشاہدہ کیا گیا ہے اس مجموعے کے تینوں ناول بہ حیثیت مجموعی یہ پیغام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مادی ترقی کی شاہراہ پر آنکھیں بند کئے بگٹٹ بھاگتا ہوا انسان اپنے ہی ہاتھوں کیسی کیسی ہولناک بلاؤں کو اپنے سر پر مسلط کر رہا ہے اور اگر یہی روش جاری رہی تو وہ وقت دور نہیں جب یہ بلائیں عذاب الٰہی بن کر اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گی۔

یہ ناول محض تفریح کا سامان ہی مہیا نہیں کرتے بلکہ ان قوتوں کا بھی نشان دیتے ہیں جنہوں نے طاہر جاوید مغل کے جوہر تخلیق کو متاثر کیا اور جس کے زیر اثر انہوں نے اپنے تخلیقی کام میں وہ وہ رنگ بھرے کہ ملک بھر کے پڑھنے والے چونک اٹھے۔ اس اعتبار سے طاہر جاوید مغل کا مجموعہ نئے لکھنے والوں کے لئے رہنمائی کا کام دیتا بھی نظر آتا ہے۔ یہ دعویٰ بلا خوف وخطر کیا جا سکتا ہے کہ طاہر جاوید مغل اردو کے تفریحی ادب کی وہ توانا آواز ہیں جس کی گونج تا دیر باقی رہے گی۔

ادارہ

فہرست

جوہری قیامت

رات تاریک اور سرد تھی۔ ایک پرانے کھنڈر میں پانچ آدمی چھپے بیٹھے تھے، ان کے سامنے دور تک ایک کشادہ سڑک چلی گئی تھی، سڑک بالکل خالی تھی۔ دور تک کسی گاڑی کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ ان پانچوں افراد کا لیڈر چوڑے شانوں والا ایک دراز قد شخص تھا۔ چہرے مہرے سے وہ ایک سخت جان اور باہمت شخص دکھائی دیتا تھا۔ اس کا نام بروڈی تھا۔ کرنل بروڈی۔ وہ ایک طویل عرصے تک ویت نام میں خدمات انجام دیتا رہا تھا، بہادری اور فرض شناسی کی کئی داستانیں اس شخص کے ساتھ وابستہ تھیں۔ حکومت امریکہ اسے کئی ایک تمغوں سے نواز چکی تھی، جنگ کے خاتمے اور ریٹائرمنٹ کے بعد وہ تین چار سال تک ایک نجی ادارے میں ملازمت کرتا رہا تھا لیکن میدان جنگ کی ہولناکیوں میں گزارے ہوئے ماہ وسال اسے ایک اور ہی سانچے میں ڈھال چکے تھے۔

سائیگان کے جنگلوں کا کامیاب ترین سپاہی، شہری زندگی سے مطابقت پیدا کرنے میں ناکام ہوگیا تھا۔ وہ ہر وقت اکھڑا اکھڑا اور اداس رہتا تھا۔ اس کے قریبی ساتھی محسوس کرتے تھے جیسے وہ اپنا بہت کچھ میدان جنگ میں چھوڑ آیا ہے۔

بروڈی نے ایک طویل سانس لے کر جنک کی طرف دیکھا، سارجنٹ جنک بڑے اطمینان سے زمین پر لیٹا تھا۔ اس نے اپنی دونوں ٹانگیں اٹھا کر دیوار کے ساتھ لگا رکھی تھیں۔ جنک ایک دبلا پتلا ذہین آنکھوں والا شخص تھا۔ بروڈی سے اس کی ملاقات بس اچانک ہی ہوئی تھی۔ بروڈی اپنی کار میں ''فارسٹ سٹی'' جا رہا تھا۔ راستے میں اچانک

ایک شخص درختوں کے درمیان بھاگتا ہوا دکھائی دیا۔ شاید کچھ لوگ اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ وہ تھک کر نڈھال تھا اور کسی لمحے گرا چاہتا تھا، دور کئی سراغ رساں کتے بھونک رہے تھے۔ بروڈی سمجھ گیا کہ یہ شخص پولیس سے بھاگ رہا ہے۔ نجانے بروڈی کے دل میں کیا بات آئی کہ اس نے اپنی گاڑی روک کر اجنبی کو اندر آنے کا اشارہ کیا، وہ جلدی سے دروازہ کھول کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ بروڈی نے پوری رفتار سے گاڑی بھگا دی، ان کی گاڑی تعاقب سے محفوظ رہی اور جلد ہی وہ کافی دور نکل گئے۔ شہر پہنچ کر بروڈی نے ایک اچھے ہوٹل میں دو کمرے کرائے پر لئے۔ اجنبی نے ابھی تک اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا، شام کو کھانے کے بعد بروڈی اس سے تعارف حاصل کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس نے خود بولنا شروع کر دیا۔ اس کی باتوں سے پتہ چلا کہ وہ کوئی قاتل یا لٹیرا نہیں۔ ہاں کسی حد تک سرپھرا ضرور تھا۔ اس نے بروڈی کو اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔ شناختی کارڈ کے مطابق وہ ''ارکا مناسی'' میں تین سو آٹھویں میزائل ونگ کا رکن تھا۔ بروڈی نے اسے بتایا کہ ابھی کھانے سے کچھ دیر پہلے اس نے شام کے اخبار میں اس کی تصویر دیکھی تھی۔ ریاستی پولیس اسے سرگرمی سے تلاش کر رہی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ٹی وی پر اس کا اشتہار دکھایا جا رہا تھا۔

اجنبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں پتہ چل گیا ہوگا کہ میرا نام جنک ہے، ریاستی پولیس اسی لئے میرے پیچھے بھاگ رہی ہے کہ مجھے چند ایک ایسے انتہائی خفیہ کوڈ معلوم ہیں جن کا افشا یا استعمال نہایت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔''

بروڈی نے اس کے بھاگنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ وہ ایک اعلیٰ افسر کے دو دانت توڑ کر بھاگ آیا ہے۔ بروڈی صورتحال کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے جنک سے خفیہ کوڈ کی نوعیت پوچھی۔ جنک نے ''ٹائیٹان 2'' کے بارے میں بتایا۔ ٹائیٹان 2 ایک نہایت مہلک قسم کا بین البراعظمی میزائل ہے۔ یہ 1963ء سے امریکی فوج کے زیر استعمال ہے اور آج کل اس میزائل کو ایک اور جدید میزائل سے بدلنے کے پروگرام پر

عمل کیا جا رہا ہے۔

کرنل بروڈی نے کئی بار اس میزائل کی ہلاکت آفرینی کے بارے میں سنا تھا اور اب جنک اسے یہ بتا رہا تھا کہ وہ اس میزائل کو ''مسلح'' کرنے کے مکمل طریقہ کار سے آگاہ تھا۔ اس نے بروڈی کو بتایا کہ میزائل کو ''مسلح'' کرنے کا کوڈ چھوٹے درجے کے آفیسرز کو نہیں بتایا جاتا، صرف کرنل اور اس سے اعلیٰ درجے کے افسروں کو اس بارے میں علم ہوتا ہے لیکن انہیں بھی کوڈ سے اسی طرح آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ صرف اس کے ایک ہی حصے سے واقف ہوتے ہیں لیکن ان قواعد وضوابط سے قطع نظر ہنگامی حالات میں یہ کوڈ ''ٹاپ سیکرٹ'' نہیں رہتے اور فوری اقدام کے پیش نظر ضروری ہو جاتا ہے کہ ان کوڈز کو بہت زیادہ خفیہ نہ رکھا جائے۔ ایسے ہی کسی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ذہین سارجنٹ جنک نے ''ٹائیٹان 2'' کو مسلح کرنے کا پورا کوڈ ازبر کر لیا تھا۔

کرنل بروڈی اس کی بات سمجھ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ہنگامی حالات میں ایسا ہو جاتا ہے۔ ویت نام کی مثال اس کے سامنے تھی۔ وہاں اس نے نہایت اہم ترین خفیہ کوڈز دیواروں پر لکھے دیکھے تھے۔ بروڈی اب جنک کی باتوں میں کافی دلچسپی لے رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''جنک مجھے ذرا تفصیل سے بتاؤ کیا تم واقعی ''ٹائیٹان 2'' کو مسلح کر سکتے ہو؟''

جنک نے مسکرا کر کہا۔ ''اگر تم کار ڈرائیو کر سکتے ہو، کیلکولیٹر استعمال کر سکتے ہو، ٹی وی آن کر سکتے ہو تو پھر میں بھی ٹائیٹان 2 کو مسلح کر سکتا ہوں۔''

بروڈی کے جسم میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ بالکل اچانک ہی اس کے ذہن میں ایک منصوبہ پروان چڑھنے لگا۔ اس نے جنک کو مستقل پناہ کی پیشکش کی جو اس نے بخوشی قبول کر لی۔ تقریباً ایک ماہ تک بروڈی نے اسے ایک نہایت محفوظ مقام پر چھپائے رکھا اور تفریح طبع کی تمام سہولتیں فراہم کیں۔ ساتھ ساتھ وہ اپنے پرانے ساتھیوں کو بھی اکٹھا کرتا رہا۔ پھر انہوں نے ایک خوفناک منصوبہ بنایا اور منصوبہ تھا ''ٹائیٹان 2'' کو اغواء

کرنے کا۔

سڑک پر کسی گاڑی کی اگلی روشنیاں چمکیں اور بروڈی چونک کر خیالوں کی دنیا سے باہر آ گیا، گاڑی تیز رفتاری کے ساتھ گزر گئی۔ بروڈی نے اپنے باقی تین ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ تینوں ویت نام کی جنگ میں اس کے شانہ بشانہ لڑ چکے تھے۔ ہیری اور نک ایک دوسرے کے قریب بیٹھے کھسر پھسر کر رہے تھے جبکہ سیاہ فام ٹومی کچھ فاصلے پر ایک وائرلیس سیٹ سے الجھ رہا تھا۔ ٹومی لاؤس کے جنگل میں واقع ایک سیکشن پر تین سال تک آپریٹر کے فرائض انجام دیتا رہا تھا۔ اپنے شعبے میں وہ ایک اہم شخص تصور کیا جاتا تھا۔ اس وقت وہ کچھ دور افتادہ آوازوں کو مشین پر وصول کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ابھی تک اسے کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔

کرنل بروڈی نے طائرانہ نظروں سے ہیری اور نک کی طرف دیکھا، دونوں ابھی تک سرگوشیوں میں مصروف تھے۔ یہ دونوں نہایت گہرے دوست تھے۔ نک اور ہیری نے کرنل کو اپنی طرف متوجہ ہوتے دیکھ لیا تھا۔ ''کرنل کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ طوطے کی ناک والا ہمیں دھوکہ نہیں دے گا۔''

بروڈی جانتا تھا کہ اس کا اشارہ سارجنٹ جنک کی طرف ہے۔ اس نے ناگواری سے کہا۔ ''یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔'' ہیری نے اپنے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر جنک وعدے کے مطابق میزائل کو مسلح نہ کر سکا تو ہم پانچوں کو شاید صفائی کا موقع دیئے بغیر گولیوں سے بھون دیا جائے۔ بروڈی نے پر یقین لہجے میں کہا۔ ''ایسا ممکن نہیں۔ انہیں دھوکہ دے کر جنک کسی صورت اپنی جان نہیں بچا سکتا، کئی ریاستوں کی پولیس اور ایف بی آئی اس کی تلاش میں ہے۔''

اتنے میں سیاہ فام آپریٹر ٹومی نے بروڈی کو اشارہ کیا، بروڈی تیزی سے اس کی طرف بڑھا، مشین میں سے برآمد ہونے والا شور قابل فہم آوازوں میں ڈھل رہا تھا، ڈوبتی ابھرتی آوازوں کے پس منظر میں کسی بھاری ٹرک کا شور سنائی دے رہا تھا۔ پانچوں

افراد کے دل شدت سے دھڑکنے لگے۔ وہ جانتے تھے کہ جلدی ہی شور واضح ہو جائے گا اور انسانی آوازیں صاف سنائی دینے لگیں گی۔ ٹومی نے بتایا کہ لہروں کی طاقت ''چار'' ہے۔ اس کا مطلب ہے ٹریلر بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ رسیور سے ابھرنے والی آوازیں اب سمجھ میں آنے لگی تھیں۔ ''ہیلو یہ ہائی بال مخاطب ہے، ہیلو ہائی بال اس وقت ''نائٹ اول'' سے مخاطب ہے۔ ہم بگ ہیلو پر گزرتے ہوئے نمائش گاہ کی حدود میں داخل ہونے والے ہیں۔'' دراصل تمام گفتگو کوڈ ورڈز میں ہو رہی تھی، ہائی بال یعنی میزائل بردار ٹریلر نائٹ اول یعنی ہائی کمان کو اطلاع دے رہا تھا کہ ہم بگ ہیلو یعنی فلاں سڑک پر چلتے ہوئے نمائش گاہ یعنی کسی قصبے کی حدود میں داخل ہو رہے ہیں۔ بروڈی اور ٹومی اس زبان کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ ہیڈ کوارٹر میں موجود افسر ٹریلر کے آگے آگے چلنے والی حفاظتی جیپ سے کہہ رہا تھا کہ بیس میل آگے تک سڑک بالکل صاف ہے۔ وہ اطمینان سے سفر کرتے رہیں۔

بروڈی نے اپنے جبڑے زور سے بھینچے اور فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ ہمارے پاس صرف دس منٹ ہیں، سب لوگ اپنے ہتھیاروں کا معائنہ کریں اور تیار ہو جائیں۔''

ہیری نے ایک بار پھر جنک کی مخالفت کرتے ہوئے کہا۔ ''کیا طوطے کی ناک والا اپنی حفاظت کرے گا؟''

کرنل بروڈی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''ہیری تمہیں کتنی بار کہہ چکا ہوں اپنے کام سے کام رکھو۔ مجھے معلوم ہے کہ کیا کرنا ہے۔''

شائد جنک بھی اپنے بارے میں ہیری کے ریمارکس سن چکا تھا، اس نے اپنی ٹانگیں دیوار سے اتاریں اور اطمینان سے چلتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر ہیری کی آنکھیں پھیل گئیں اس کے ہاتھ میں دستی بم نظر آ رہا تھا اور بم کی حفاظتی پن جنک کے دوسرے ہاتھ میں تھی، اس کی سرد نگاہیں ہیری پر جمی ہوئی تھیں۔ ''میں اپنی حفاظت کر سکتا

ہوں اور اس کے ثبوت میں تمہیں پچھاڑ کر مجھے تمہارے ذلیل منہ میں یہ بم ٹھونسنا ہوگا۔"
اس کی آنکھوں میں وحشت نظر آ رہی تھی، ہیری کا ہاتھ اپنے خودکار پستول کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔ جنک نے بم کو اوپر اٹھاتے ہوئے آرام سے کہا۔ "تمہارے پستول تک پہنچنے سے بہت پہلے میں یہ بم تمہارے منحوس سر پر دے ماروں گا۔"

بروڈی قائدانہ خفگی کے ساتھ آگے بڑھا اور ان دونوں کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ جنک کے کوڈ ورڈز کے بغیر وہ سب بیکار ہیں۔ اس نے ہیری کو سخت الفاظ میں سرزنش کی پھر جنک کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "سیفٹی پن کو واپس بم میں ڈال دو۔"
جنک نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا لیکن بروڈی کی آنکھوں سے جھلکتی ہوئی سختی نے اسے چپ رہنے پر مجبور کر دیا۔ بروڈی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "ہم سب یہاں لڑنے کے لئے نہیں بلکہ کچھ کرنے کے لئے آئے ہیں اور اب جب وہ لمحہ سر پر پہنچ چکا ہے تم دونوں پاگل کتے کی طرح ایک دوسرے پر غرا رہے ہو۔ کیا یہ مناسب ہے؟" ہیری کے ساتھ ساتھ جنک نے بھی سر جھکا لیا۔ جنک نے سیفٹی پن واپس بم میں رکھ دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب نارمل ہو چکے تھے۔ ایک دوسرے کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے وہ خود کو آئندہ واقعات کے لئے تیار کر رہے تھے۔

اس وقت جو ہتھیار بروڈی کے سامنے رکھا تھا اس کا نام ایکس ایم 18 تھا۔ ایکس ایم 18 راکٹ لانچر میں چالیس ملی میٹر کے 18 راکٹ استعمال ہوتے ہیں۔ یہ ایک جدید ترین اور سبک رفتار ہتھیار ہے۔ ایک لحاظ سے دستی بم استعمال کرنے والے ہتھیاروں میں اسے دنیا کا مہلک ترین ہتھیار کہا جا سکتا ہے۔ یہ قریباً 400 میٹر کے فاصلے پر باآسانی اپنے ہدف کو تباہ کر سکتا ہے۔ گوریلا جنگ لڑنے والوں کے لئے یہ ایک مثالی ہتھیار ہے۔ وہ اس سے فوجی قافلوں کو نہایت کامیابی سے نشانہ بنا سکتے ہیں۔ ایکس ایم 18 کے ذریعے گیس کے راکٹ بھی پھینکے جا سکتے ہیں۔ اس راکٹ لانچر کو حاصل

کرنے کے لئے بروڈی کو اپنے تمام بینک بیلنس اور انشورنس کی رقوم سے ہاتھ دھونے پڑے۔ کئی دنوں کی جدوجہد کے بعد وہ ایک ایجنٹ کی وساطت سے ناجائز اسلحہ فروخت کرنے والوں تک پہنچا تھا۔ اسلحہ فروش نے پہلے تو اسے بزوکا اور اس قسم کے دوسرے فرسودہ ہتھیار دے کر ٹرخانے کی کوشش کی لیکن وہ بھی ریٹائرڈ کرنل تھا۔ آخر انہوں نے اسے ایکس ایم 18 دکھایا اور بروڈی نے خرید لیا۔ وہ یہاں آنے سے پہلے لانچر کو دو بار آزما چکا تھا اور اس کی کارکردگی سے پوری طرح مطمئن تھا۔

☆☆☆

سیاہ فام ٹومی وائرلیس پر جھکا ہوا تھا۔ ٹریلر کے آگے جانے والی جیپ ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دے رہی تھی کہ وہ بلیو کراس پر پہنچ گئے ہیں۔ ٹومی نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے وہ یہاں سے آدھ میل کے فاصلے پر ہیں۔" جذبات کی شدت سے اس کا منہ خشک ہو رہا تھا۔

بروڈی نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنی توجہ ایم ایکس پر مرکوز کر دی۔ ایک مختصر لیکن اعصاب شکن وقفے کے بعد دور سڑک پر کسی گاڑی کی روشنیاں دکھائی دیں۔ یقیناً یہ ٹریلر کے آگے چلنے والی جیپ تھی۔ لمحہ بہ لمحہ جیپ اور ایم ایکس 18 کا درمیانی فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ یہ ایئر فورس کی جیپ تھی۔ اس کے پیچھے کچھ فاصلے پر ایئر فورس کے ایک دیوہیکل ٹریلر پر "ٹائیٹان 2" میزائل کا ہیولا نظر آ رہا تھا۔ بروڈی کی انگلی ٹرائیگر پر گردش کر رہی تھی پھر اس کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ "لیس ٹومی!" آواز سنتے ہی ٹومی نے ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن دبایا اور اس کے ساتھ ہی ہیڈ کوارٹر سے جیپ اور ٹریلر کا رابطہ منقطع ہو گیا۔ عین اس لمحے بروڈی نے ٹریگر دبایا، سڑک پر جیپ کے اگلے پہیوں کے عین سامنے آگ کی ایک دیوار بلند ہوئی، ایک دھماکے سے سڑک کے پتھریلے ٹکڑے فضاء میں اچھلے۔ جیپ نے تین چار قلابازیاں کھائیں اور نشیب کے ایک گڑھے میں جا گری۔ دھماکے سے زہریلی گیس پیدا ہوئی اور اس سے پہلے کہ جیپ میں بچ جانے

والے محافظ اپنے چہروں پر گیس ماسک چڑھاتے، گہرے سرخ رنگ کے بادل میں سے ہیری اور نک خودکار پستول لئے برآمد ہوئے اور گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ یہ سب کچھ تین چار سیکنڈ کے اندر اندر ہو گیا۔

جیپ کے پیچھے آنے والے بھاری بھرکم ٹریلر کے بریک چرچرائے۔ اس کے ایک طرف کے ٹائر سڑک سے اتر گئے اور وہ تباہ شدہ جیپ سے چند گز پیچھے رک گیا۔ کیبن میں موجود معاون ڈرائیور نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر چیخنا شروع کیا۔ ''ہیلو ہیڈ کوارٹر، ہم پر حملہ ہوا ہے، ہم سخت مشکل میں ہیں۔'' لیکن اسے جواب میں کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ پھر گیس کا ایک مرغولہ اس کے نتھنوں میں گھسا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

ڈرائیور نے جلدی سے کیبن کے شیشے چڑھا دیئے اور شیلف سے گیس ماسک اتار کر منہ پر چڑھا لیا۔ جس وقت وہ معاون ڈرائیور کے منہ پر ماسک چڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیبن کی کھڑکی پر دستک ہوئی، ڈرائیور نے شیشے میں سے جھانکا، ایک شخص گیس ماسک چڑھائے اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ پہلے تو ڈرائیور سمجھا شاید سیکورٹی پولیس ان کی مدد کو پہنچ گئی ہے لیکن جلد ہی اس پر انکشاف ہوا کہ نووارد خودکار پستول دکھا کر اسے دروازہ کھولنے کا حکم دے رہا ہے۔ ڈرائیور نے پہلے تو نیچے جھکنے کی کوشش کی لیکن جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ پستول کی گولی سے بچنا محال ہے۔ اس نے مرے مرے انداز میں ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا۔

☆☆☆

بروڈی گہری نظروں سے سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے محسوس کیا کہ ٹریلر ڈرائیور ٹریلر کو سڑک کے کنارے کھڑا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو اس نے راکٹ لانچر کے اوپر لگی ہوئی دوربین کا رخ پیچھے آنے والی گاڑی کی طرف پھیر دیا۔ بروڈی کے اندازے کے مطابق اس گاڑی میں کم از کم چار مسلح محافظ موجود تھے، گاڑی

کے اگلے حصہ کا نشانہ لے کر اس نے ٹریگر دبا دیا، لانچر سے نکلنے والے پہلے راکٹ نے گاڑی کی سکرین چکنا چور کر دی اور گاڑی لہرا کر ایک جگہ کھڑی ہو گئی۔ دوسرا شیل اگلے دروازے سے کوئی ایک فٹ پیچھے لگا۔ ایک مسلح شخص چھلانگ لگا کر گاڑی سے نیچے اترا۔ تیسرا شیل گاڑی سے ٹکرایا اور ایک دھماکے سے اسے آگ لگ گئی۔ شیلوں سے خارج ہونے والی سرخ گیس نے پورے ٹرک کو ڈھانپ لیا۔ اس وقت ایک دوسرا شخص چھلانگ لگا کر ٹرک سے برآمد ہوا، وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا اور ابکائیاں لینے لگا۔ عین اس وقت ہیری دھوئیں کی دیوار میں سے برآمد ہوا، ابکائیاں لیتا ہوا شخص اس کی طرف پشت کئے بیٹھا تھا۔ ہیری کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور اس کی مشکل آسان ہو گئی۔
دوسرا محافظ اتنی دیر میں ریوالور نکال چکا تھا لیکن گیس کے اثر کی وجہ سے اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ آنکھیں ملتے ہوئے بری طرح کھانس رہا تھا۔ ہیری اس کے بالکل قریب پہنچ گیا لیکن اسے کچھ خبر نہیں ہوئی۔

ہیری نے اپنا ریوالور اس کی کنپٹی سے ایک فٹ کے فاصلے پر رکھ کر فائر کیا، بغیر کوئی آواز نکالے وہ زمین پر گر کر ساکت ہو گیا۔ اتنی دیر میں نک ٹریلر کے ڈرائیور اور معاون ڈرائیور کو باندھ کر اس گڑھے میں دھکیل چکا تھا جہاں جیپ کا ملبہ پڑا ہوا تھا۔
بروڈی بھی اب سڑک پر آ گیا تھا۔ اس نے ٹریلر پر بندھے ہوئے دیوہیکل سلنڈر کو دیکھا۔ اسے لوہے کی بڑی بڑی زنجیروں سے ٹریلر کے ساتھ باندھا گیا تھا۔ اس ہلاکت خیز ہتھیار کو دیکھ کر عجیب طرح کی دہشت کا احساس ہو رہا تھا، انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس خوفناک چیز کو اپنے قبضے میں کر چکے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ''اغواء'' کی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ رونما ہو چکا ہے۔

☆☆☆

سیاہ فام ٹومی وائرلیس سیٹ پر مصروف تھا۔ ایک بٹن دبا کر اس نے جام شدہ نشریات کو بحال کر دیا، ٹریلر کے کیبن میں نصب ٹرانسمیٹر سے فوراً آواز آئی ''ہیلو..... ہیلو

"ہائی بال نائٹ اول مخاطب ہے......ہیلو ہائی بال اپنی خیریت سے مطلع کرو۔"

بروڈی کے چہرے پر خفیف مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ وہ کچھ دیر ٹرانسمیٹر سے برآمد ہونے والی پرتشویش آوازیں سنتا رہا پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا کر بولا۔ "بلیو ایگل! نائٹ اول سے مخاطب ہے۔ صورتحال مکمل طور پر قابو میں ہے۔ میں پھر دہراتا ہوں صورتحال قابو میں ہے۔ اوور!"

ریسیور سے فوراً آواز آئی۔ "بلیو ایگل سے نائٹ اول مخاطب ہے۔ ہمیں اس قسم کے کسی کوڈ سے مطلع نہیں کیا گیا۔ برائے مہربانی اپنی شناخت کرواؤ۔ اوور۔"

بروڈی نے بٹن دبایا اور مطمئن لہجے میں بولا۔ "بلیو ایگل مخاطب ہے ہم بہت جلد اپنی شناخت کروائیں گے۔ تھوڑا صبر کریں۔ فی الحال آپ مجھے بلیو ایگل یا ڈیوک نیوک کہہ کر مخاطب کر سکتے ہیں۔ اوور"

دوسری طرف تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر آپریٹر کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"آخر تم لوگ کون ہو؟"

بروڈی نے شگفتہ لہجے میں کہا۔ "تم مجھے ڈیوک کہہ سکتے ہو، میں تمہیں اجازت دے چکا ہوں۔ اچھا پھر ملیں گے۔ اوور اینڈ آل۔" اس نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ وہ جانتا تھا اب چند منٹ کے اندر اندر امریکی محکمہ دفاع کے دفاتر میں کھلبلی مچ جائے گی۔ سیکورٹی پولیس، ایف بی آئی اور سی بی آئی کے ایجنٹ اپنے بلوں سے باہر نکل آئیں گے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن جنک کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ جنک کے کچھ کرنے کا وقت تھا۔ اس نے دو تین آوازیں دیں لیکن جنک کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ پھر اس نے دیکھا وہ پہلے کی طرح ٹانگیں دیوار سے لگائے کھنڈر میں نیم دراز سگریٹ پی رہا تھا۔ بروڈی غصے سے بھرا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ جنک نے بروڈی کو بتایا کہ وہ ذرا فاصلے سے ٹائیٹان 2 کا نظارہ کرنا چاہتا تھا۔

بروڈی نے سخت لہجے میں کہا کہ یہ نظارے کرنے کا وقت نہیں۔ اس سے پہلے کہ

سیکورٹی کے افراد یہاں پہنچ جائیں، انہیں میزائل مسلح کر لینا چاہئے پھر وہ اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا ٹریلر تک لے آیا۔ اتنی دیر میں ٹومی اوزاروں کا بنڈل کھول چکا تھا اور اس طرح جنک کا انتظار کر رہا تھا جیسے کوئی نرس کیل کانٹے سے لیس ہو کر سرجن کا انتظار کرتی ہے۔

جنک ایک ادائے بے نیازی سے سیڑھیاں چڑھ کر میزائل کے پہلو میں پہنچا۔ اس نے ایک نظر ٹومی کے ہاتھ میں پکڑی ٹرے پر ڈالی پھر بروڈی سے مخاطب ہوا۔ "تمہارے پاس کوئی سکہ ہوگا" بروڈی نے جیبیں ٹٹولیں۔ اتنے میں ہیری نے برا سا نکال کر ایک سکہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ جنک نے سکے کو ایک درز میں پھنسا کر دو تین بار مخصوص انداز میں حرکت کی۔ انہوں نے حیران نگاہوں سے دیکھا کہ میزائل کوڈ کے ایک طرف سے سٹیل کا ایک چھوٹا سا تختہ سرک گیا، جنک نے خلاء کے اندر ہاتھ ڈالا۔ ذرا دیر بعد ہی موٹر چلنے کی مدھم آواز آئی اور میزائل کور کا ایک حصہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگا۔

بروڈی نے دھڑکتے دل کے ساتھ دیکھا۔ ٹائیٹان 2 میزائل اس کے سامنے تھا۔ میزائل کی لمبائی 8 فٹ اور قطر تقریباً 10 فٹ تھا۔ اس کا اگلا سرا سرخ رنگ کا تھا۔ ان سب پر ایک عجیب طرح کی ہیبت طاری ہو رہی تھی۔ ٹومی نے اس مہلک ہتھیار کی طاقت کا اندازہ لگایا اور اسے جھرجھری سی آ گئی۔ ہیروشیما پر گرنے والے بم سے یہ 400 گنا زیادہ طاقتور تھا۔

جنک نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "تم بہت خوش قسمت ہو کرنل بروڈی! یہ ٹائیٹان میزائل کی سب سے تباہ کن قسم بل فراگ ہے۔" بروڈی وضاحت طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جنک نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "کرنل اس آفت جان کا وزن 9 میگا ٹن ہے۔ تم یقین کرو اس سے پورے ایک پہاڑ کو ریزوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اس میزائل کو اس طرح سیٹ کیا گیا ہے کہ یہ زمین سے 1200 فٹ کی بلندی پر پھٹ جائے گا، اس کے پھٹنے سے زہریلے مادے پچاس ہزار فٹ اوپر تک جائیں گے اور ایک وسیع و عریض حصہ تابکاری کی زد میں آ جائے گا۔"

بروڈی کا منہ خشک ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''جنک کیا تم اس کو تیار کر سکتے ہو؟''

جنک نے چٹکی بجا کر بتایا کہ بس اتنی دیر لگے گی۔ ٹومی اوزاروں کی ٹرے لے کر آگے بڑھا۔ جنک نے ٹرے میں سے ایک بڑا پیچ کس اٹھایا اور محتاط طریقے سے ایک تختے کو میزائل سے علیحدہ کرنے لگا۔ ٹریلر کے پیچھے ہیری اور نک کی جوڑی دم سادھے کھڑی تھی۔ جنک کے ہاتھ ماہرانہ انداز میں چل رہے تھے۔ تختے کے نیچے باریک پرزوں کا جال بچھا ہوا تھا اور ٹائپ رائٹر کی طرح کا ایک کی بورڈ نظر آ رہا تھا۔ جنک نے کی بورڈ پر چند الفاظ اور نمبر ٹائپ کئے۔ ایک طرف پیلے رنگ کا بلب جلنے بجھنے لگا اور اس کے ساتھ ہی مخصوص وقفوں سے ایک سگنل سنائی دینے لگا۔

''یہ کیا ہے؟'' بروڈی نے بے چینی سے پوچھا۔

جنک نے اطمینان سے کہا۔ ''یہ خطرے کا سمعی اشارہ ہے۔ یہ آواز اس وقت ''لٹل واک ایئر بیس'' (جہاں سے میزائل لایا جا رہا تھا) اور ہیڈ کوارٹر میں بھی سنائی دے رہی ہے لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں کرنل! وہ لوگ اس وقت جو بروقت کارروائی کر سکتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ ایک میزائل ہمارے مزاج دریافت کرنے کیلئے داغ دیں لیکن اس مزاج پرسی کی قیمت وہ اچھی طرح جانتے ہیں، وہ کبھی یہ خطرہ مول نہیں لیں گے۔'' اس کے ہاتھ بدستور مصروف تھے۔ اس نے ٹرے سے ایک ''ٹسٹ میٹر'' لیا اور اس کی سوئیاں دو سوراخوں میں گھسیڑ دیں۔ میٹر کی سوئیاں فوراً حرکت میں آ گئیں۔ جنک نے کی بورڈ پر کچھ الفاظ ٹائپ کئے، پیلے رنگ کی روشنی کی جگہ سرخ روشنی نے لے لی۔ جنک کے ہاتھ نہایت مشاقی لیکن لاپرواہی سے گردش کر رہے تھے۔ اس کے انداز کو دیکھتے ہوئے کرنل بروڈی کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے تھے۔

ٹومی کے ہاتھوں میں ٹرے لرز رہی تھی، ٹسٹ میٹر اتار کر جنک نے وولٹ میٹر میزائل کے ساتھ منسلک کیا اور اس کی بیٹریاں چیک کیں پھر اس نے میزائل کا رابطہ ایک الیکٹرانک سوئچ کے ساتھ کر دیا اور سوئچ بروڈی کے حوالے کر دیا۔ اس کے اوپر ایک

سرخ بتی تسلسل کے ساتھ جل بجھ رہی تھی۔ تب دور کہیں کسی ہیلی کاپٹر کی پھڑ پھڑاہٹ سنائی دی۔ میزائل کو مسلح کرنے کا اب آخری مرحلہ باقی تھا۔

بروڈی بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ جنک نے اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑا اور پھر قدرے احتیاط سے کی بورڈ پر چار لفظ اور چار ہندسے ٹائپ کئے۔ سرخ رنگ کی روشنی ایک دم تیز ہوگئی اور سگنل کی آواز جلد جلد آنے لگی۔ جنک نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ ''میزائل مسلح ہو چکا ہے۔ اس بٹن کو دبانے کے بعد...... تم کبھی دھماکے کی آواز نہیں سن سکو گے کیونکہ دھماکہ ہونے تک تمہارا جسم ہزار ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا ہوگا۔''

☆☆☆

ہیلی کاپٹر کی آواز لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہی تھی۔ ان پانچوں کے دل شدت سے دھڑک رہے تھے اور تب کرنل بروڈی کی آواز گونجی۔ ''میرا خیال ہے ہمیں چلنا چاہئے۔''

وہ پانچوں ٹریلر کے اگلے حصے کی طرف لپکے۔ بروڈی نے ٹومی اور جنک کو خوابگاہ والے حصے میں بیٹھنے کا حکم دیا اور خود ہیری اور نک کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہیری کے ہاتھ سٹیئرنگ پر تھے۔ اس کے ساتھ بروڈی تھا اور کھڑکی کی طرف نک۔ ہیری نے چابی گھمائی اور ''وی 10'' کا طاقتور انجن جاگ اٹھا، انجن کی کل 16 گیئر تھے۔ ہیری نے پہلا گیئر لگایا اور 18 پہیوں والا دیوہیکل ٹریلر حرکت میں آ گیا۔ ہیلی کاپٹر اب ان کے سروں پر پہنچ چکا تھا۔ اس وقت ٹریلر کی رفتار بیس میل فی گھنٹہ تک پہنچ چکی تھی جب اچانک وہ سب تیز دودھیا روشنی میں نہا گئے۔ ہیلی کاپٹر کے لاؤڈ سپیکرز سے ایک تحکمانہ آواز گونجی۔ ''یہ فوجی ہیلی کاپٹر ہے...... ٹریلر کو سڑک سے اتار کر انجن بند کر دو...... فوراً...... ورنہ ہم فائر کھول رہے ہیں۔''

بروڈی نے ریڈیو مائیکروفون آن کرتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہا۔ ''فائر کھولنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ تم نائٹ اول سے بات کر لو۔''

چند لمحے ریسیور سے شائیں شائیں کی آواز آتی رہی پھر ہیڈ کوارٹر سے آپریٹر کی

آواز سنائی دی۔ ''ہیلو بلیو ایگل نائٹ اول مخاطب ہے۔''

بروڈی نے کہا۔ ''نائٹ اول تم نے ہمارے سروں پر ایک ہیلی کاپٹر مسلط کر دیا ہے اور اس میں بیٹھے ہوئے کچھ ناعاقبت اندیش لوگ ہمیں فائرنگ کی دھمکی دے رہے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بہتر ہے کہ تم اس ہیلی کاپٹر کے ساتھ ساتھ وائٹ ہاؤس کو بھی بتا دو کہ اگر ہم پر فائرنگ کی گئی تو ہزاروں لاکھوں امریکی باشندوں پر جہنم کے دروازے کھل جائیں گے جہاں ارکنساس کی ریاست ہے وہاں جلی ہوئی زمین کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اوور۔''

دوسری طرف سے پانچ سیکنڈ کے لئے مکمل خاموشی چھائی رہی پھر ایک اور شخص کی آواز سنائی دی۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔ ''بلیو ایگل! ہیلی کاپٹر کو فائرنگ کے احکامات جاری ہو چکے ہیں، فائرنگ سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ تم ٹریلر کو سڑک سے اتار کر انجن بند کر دو۔ اوور۔''

بروڈی نے پوچھا۔ ''کیا تم اس بارے میں پر یقین ہو نائٹ اول؟''

نائٹ اول نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''میں پر یقین ہوں بلیو ایگل۔ ایئر فورس کی گاڑی کا اغواء ایک سنگین ترین جرم ہے، یہ جرم تمہیں کسی رعایت کا مستحق نہیں ٹھہراتا اگر تم گاڑی سڑک سے نہیں اتارتے تو ہم فائر کھول رہے ہیں۔''

بروڈی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ''او کے نائٹ اول لیکن فائر کھولنے سے پہلے تین باتیں ذہن نشین کر لو۔ نمبر ایک، میزائل مسلح حالت میں ہے۔ نمبر دو، اسے ایک ریڈیائی فیتے سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ نمبر 3، میری انگلی اس وقت ریڈیائی فیتے کے بٹن پر ہے...... اور میں سخت بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔'' بروڈی نے رابطہ منقطع کر دیا۔

ہیری نے اپنے ماتھے پر سے پسینہ پونچھا، جنک حسب معمول ٹانگیں پھیلائے سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر اب کافی نیچے آ گیا تھا، اس کی دم ٹریلر کی فرنٹ

سکرین سے کوئی دس میٹر کے فاصلے پر تھی۔ ایک فوجی سب مشین گن تھامے کھڑکی میں جھکا ہوا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی تیز روشنی میں کیبن کے اندر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ پانچوں پلک جھپکنے میں گولیوں کا نشانہ بن سکتے تھے۔ ہیری کچھ خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے بروڈی کو مشورہ دیا کہ ایم ایکس 18 سے ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنایا جائے۔ بروڈی نے مسکراتے ہوئے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں...... ان لوگوں کو تھوڑی سی معلومات مزید درکار ہیں اور جیسے بروڈی کے جواب میں ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔

''ہیلو نائٹ اول مخاطب ہے۔ بلیو ایگل ہم نے صورتحال کا جائزہ لیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمہیں آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی...... میں پھر دہراتا ہوں۔ تمہیں آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اوور۔''

بروڈی نے بڑے اطمینان سے مائیکروفون جنک کی طرف بڑھا دیا۔ جنک نے چلاتے ہوئے کہا ''ہیلو نائٹ اول! میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم میجر لیری لیکر بول رہے ہو۔ اس سے پہلے تم پانچ سال لٹل واک ایئر بیس میں کام کرتے رہے ہو...... کہو کیسا پہچانا۔ کچھ دن پہلے میں لٹل واک ایئر بیس میں میجر ہرٹ کے دو دانت توڑ چکا ہوں۔ اس نے مجھے سخت سست کہا تھا۔ میں نے ثابت کر دیا کہ ایسی کوئی بات نہیں، میں کافی چست واقع ہوا ہوں۔ امید ہے اس جھگڑے کی خبر تم تک بھی پہنچی ہو گی۔''

نائٹ اول کی ڈری ہوئی آواز آئی۔ ''کون ہو تم؟''

سارجنٹ جنک نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ''تمہارے خادم کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ میری شکل کیسے بھول سکتے ہیں لٹل واک ایئر بیس کے افسران۔''

جب جنک نے میجر کو بتایا کہ اس نے میزائل مسلح کر دیا ہے اور اب صرف بٹن دبانے کی دیر ہے تو میجر کی آواز بھرانے لگی۔ جنک نے مائیکروفون بند کر کے بروڈی کے حوالے کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر اوپر اٹھنے لگا۔ کچھ بلندی پر پہنچ کر اس نے موڑ کاٹا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ہیری اور نک نے خوشی کا نعرہ بلند کیا۔ چند لمحے بعد ٹرانسمیٹر

پھر جاگ اٹھا۔ نائٹ اول کی آواز آئی۔ ''ہیلو بلیو ایگل ...... آخر تمہارے ارادے کیا ہیں؟''

بروڈی نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔ ''نائٹ اول، ہم اس میزائل کو واشنگٹن لے جا رہے ہیں۔ وائٹ ہاؤس کے دروازے کے سامنے۔''

نائٹ اول کی آواز میں صاف خوف جھلک رہا تھا۔ ''واشنگٹن؟...... لیکن کس لئے؟''

بروڈی نے لاپرواہی سے کہا۔ ''اس لئے کہ ہم اسے واشنگٹن لے جانا چاہتے ہیں بس...... یاد رہے کہ ٹریلر کو روکنے کی کوئی بھی کوشش میری انگلی کی حرکت کا باعث بنے گی اور تم جانتے ہو میری انگلی کے نیچے کس چیز کا بٹن ہے۔''

میجر نے کمزور سی آواز میں مشورہ دیا کہ انہیں گفتگو کے لئے کوئی اور چینل استعمال کرنا چاہئے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ چینل جو بیشتر لوگوں کے استعمال میں رہتا ہے، راز کے افشاء کا باعث ہو اور ملک گیر سطح پر بے چینی پھیل جائے لیکن بروڈی نے اس قسم کی کوئی تجویز ماننے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ انہیں ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں بلکہ وہ تو کولمبیا براڈ کاسٹنگ کو استعمال کرنے کا سوچ رہے ہیں۔ میجر اب کافی خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے تجویز پیش کی کہ وہ ٹریلر کو روک دیں اور مطالبات پیش کریں۔ بروڈی نے کچھ دیر توقف کیا پھر پرسکون لہجے میں بولا۔ ''اگر تم کچھ کرنا ہی چاہتے ہو تو پانچ ملین ڈالر کی رقم کا بندوبست کر سکتے ہو۔ اس کے علاوہ ایک 747 طیارہ اور اس کے عملے کا بندوبست بھی کر سکتے ہو لیکن یہ سب کچھ کرنے سے پہلے تم واشنگٹن سے رابطہ قائم کرو اور صدر امریکہ کو بتاؤ کہ وہ گھر پر رہے...... ہم اس سے ملنے آ رہے ہیں۔''

☆☆☆

اس نے کار ایف بی آئی بلڈنگ کی پارکنگ میں کھڑی کی اور دروازے لاک کر کے تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ وہ چوڑے شانوں والا ایک دراز قد شخص تھا، اس کی عمر تیس پینتیس سال کے درمیان ہو گی، چال ڈھال سے وہ ایک چاق و چوبند شخص دکھائی دیتا تھا۔ اس کا نام گارڈی ملٹ تھا۔ وہ ایف بی آئی کے حادثاتی سکواڈ کا ڈپٹی ڈائریکٹر تھا۔ اس کے چیف ہیری ڈمیوٹ نے فون پر اسے ایٹمی میزائل کے اغواء کی خبر سنائی تھی۔ وہ سخت پریشان دکھائی دیتا تھا۔ ملٹ اسی وقت اپنے فلیٹ سے روانہ ہو گیا تھا۔ جس وقت وہ چھٹے فلور پر ہیری کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا، وہ اپنی میز کے پیچھے بیٹھا بے تحاشہ سگریٹ پھونک رہا تھا۔ ایف بی آئی کے لائق اور ہونہار ایجنٹ کی صورت دیکھ کر ہیری کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے گہرے اطمینان کی جھلک نظر آئی لیکن پھر اس نے فوراً خود پر افسرانہ موڈ طاری کر لیا۔ ملٹ کے بیٹھتے ہی وہ کہنے لگا۔ ''ہائی جیکروں کا سرغنہ کافی گھاگ قسم کا شخص معلوم ہوتا ہے، اس نے واردات کے وقت ایم ایکس 18 گیس راکٹوں کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ اب تک کی اطلاعات کے مطابق اس کے ساتھ تین یا چار افراد ہیں اور ان افراد میں 308 ویں میزائل ونگ کا ایک بھگوڑا سارجنٹ جنک بھی ہے۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ یہ شخص باآسانی ''ٹائیٹان 2'' میزائل کو مسلح کر سکتا ہے۔ ہائی جیکروں کے لیڈر نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ میزائل کے کنٹرول کو ریڈیائی فیتے کے ساتھ منسلک کر چکے ہیں اور یہ ریڈیائی آلہ ان کے

ہاتھ میں ہے۔"

ملٹ پُرسوچ انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر وہ بولا۔"آپ نے کہا تھا کہ وہ واشنگٹن جا رہا ہے، واشنگٹن جا کر وہ کیا مقصد پورا کرنا چاہتا ہے؟"

ہیری نے کہا۔"یہی تو معمہ ہے، ملٹ یہ کوئی بہت گہرا شخص معلوم ہوتا ہے ایسا لگتا ہے کہ واشنگٹن پہنچ کر وہ صدر سے کوئی معاملے طے کرنا چاہتا ہے۔" ملٹ کی آنکھوں میں بھی تشویش کے سائے لہرانے لگے تھے۔ ہیری نے اسے بتایا کہ اعلیٰ سطح کی ایک ہنگامی کمیٹی تشکیل دی گئی ہے اور میکس فیلڈ مین کی سرکردگی میں تیسرے فلور پر اس کمیٹی کی میٹنگ ہو رہی ہے۔ ملٹ نے کمیٹی کا ذکر سن کر برا سا منہ بنایا۔ وہ کانفرنسوں وغیرہ سے سخت الرجک تھا۔ اس کے کام کا ڈھنگ بالکل الگ تھا، اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں پھر وہ فیصلہ کن لہجے میں بولا۔"مسٹر ہیری اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اس بحران کے حل کے لئے کچھ کروں تو فوری طور پر ایک ماہر نفسیات کا انتظام کیجئے۔ میرا خیال ہے کہ اس کام کے لئے پروفیسر کلاول مناسب رہیں گے۔ وہ مجرموں کی نفسیات کے ماہر ہیں اور پچھلے برس ایک کیس میں ہماری بہت مدد کر چکے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ مجھے ایک طاقتور ٹرانسمیٹر اور مواصلاتی سیارے کی ضرورت ہے۔"

چیف ہیری نے اس دوسری شرط پر حیرت کا اظہار کیا اور اسے بتایا کہ وہ اس کے لئے زیادہ مشکلات پیدا نہ کرے۔ ایف بی آئی کے اعلیٰ حکام پہلے ہی ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے نالاں رہتے ہیں لیکن ملٹ اپنے فیصلے پر اڑا رہا۔ اس نے کہا۔"مسٹر ہیری یہ دونوں چیزیں اشد ضروری ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہائی جیکروں کو ریڈیائی رابطے کے ذریعے یہ باور کراؤں کہ میں ایک ٹریلر ڈرائیور ہوں اور ان کے پیچھے پیچھے اس سڑک پر سفر کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کسی موقع پر یہ ڈرامہ ہمارے لئے مددگار ثابت ہو۔"

چیف ہیری نے جب یہ محسوس کیا کہ ملٹ کے ذہن میں کوئی منصوبہ پرورش پا رہا

ہے اور وہ اپنی کامیابی کے بارے میں کافی پر یقین ہے تو اس نے مطلوبہ چیزیں فراہم کرنے کی حامی بھر لی۔

کمرے سے باہر نکلتے نکلتے اس نے مڑ کر ملٹ کی طرف دیکھا۔ اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ ملٹ کو بہت اہمیت دیتا ہے پھر وہ دھیمے لہجے میں بولا"ملٹ اس نو میگا ٹن وزنی مسئلے سے نبٹنے کے لئے ہمارے پاس صرف دو دن ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم اس مہلت سے پورا فائدہ اٹھاؤ گے اور ہمیشہ کی طرح کامیاب رہو گے۔"

"آپ بے فکر رہیں سر!" ملٹ نے اعتماد سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہیری کے جانے کے بعد وہ کرسی پر نیم دراز سگریٹ پھونکتا رہا۔ قریباً آدھ گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور سیکرٹری کی شکل نظر آئی۔ وہ اسے بتا رہی تھی کہ کلاول نامی ایک عمر رسیدہ شخص اس سے ملنا چاہتا ہے۔ ملٹ نے اسے اندر بھیجنے کا حکم دیا۔ چند لمحے بعد پروفیسر کلاول کا سراپا دروازے میں نظر آیا۔ ملٹ نے اٹھ کر گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا پھر دونوں مدہم لہجے میں گفتگو کرتے ہوئے کرسیوں پر آ بیٹھے۔ دو فلور نیچے تیسرے فلور پر ایف بی آئی کے اعلیٰ حکام سر جوڑے بیٹھے تھے اور ہائی جیکروں کو پھانسنے کے مختلف طریقوں پر زور و شور سے بحث ہو رہی تھی۔

☆☆☆

ٹریلر کا کیبن ایئر کنڈیشنڈ تھا، سارجنٹ اور سیاہ فام ٹومی گہری نیند میں سو رہے تھے، ٹک بھی اونگھ رہا تھا لیکن ہیری اور کرنل بروڈی پوری طرح مستعد تھے۔ ہیری ڈرائیونگ کر رہا تھا اور بروڈی اس کے پہلو میں بیٹھا محتاط نظروں سے اردگرد کا جائزہ لے رہا تھا، انہیں ہائی وے پر سفر کرتے ہوئے تقریباً دس گھنٹے ہو چکے تھے، ایک ہی طرح کے مناظر دیکھ کر بروڈی کو اکتاہٹ ہونے لگی تھی، ہر میل دو میل کے فاصلے پر انہیں چھوٹی بڑی گاڑیاں سڑک کے کنارے کھڑی ملتی تھیں، ظاہر ہے ان گاڑیوں کو پولیس والوں نے ٹریلر کا راستہ صاف رکھنے کیلئے روک رکھا ہوتا تھا، گاہے گاہے کسی موڑ پر یا

راستے میں پولیس کی کوئی ٹولی نظر آ جاتی تھی۔ جب ٹریلر اپنے ہلاکت خیز سامان کے ساتھ ان کے سامنے سے گزرتا تو وہ غصیلی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتے اور پھر وائرلیس سیٹ کانوں سے لگا کر گفتگو میں مصروف ہو جاتے۔

ہیری ڈرائیونگ کرتے ہوئے بار بار کن آنکھوں سے کرنل بروڈی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ اس سے کوئی سوال کرنا چاہتا تھا، آخر اس نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔ ''کرنل! تم نے ابھی تک اپنے دل کی بات نہیں بتائی۔ آخر ہم یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں، ہمارے واشنگٹن جانے کا مقصد کیا ہے؟''

کرنل نے کوئی جواب نہیں دیا، اس کا ذہن کہیں دور پہنچا ہوا تھا۔ وہ تصور میں ویت نام کے جنگلوں کو دیکھ رہا تھا...... درختوں کے جنگل اور انسانوں کے جنگل۔ انسانوں کے جنگل میں کٹائی شروع ہو چکی تھی، درخت گر رہے تھے شاخیں ٹوٹ رہی تھیں، جسموں پر آرے چل رہے تھے، اسے ''نگ تاؤ'' شہر کا منظر یاد آ رہا تھا، اس روز شہر کے باسیوں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی، امریکی فوج نے گوریلوں کی مسلسل کارروائیوں سے مشتعل ہو کر شہر پر ہلہ بول دیا تھا، ایس 17 میزائل اپنے محرابی راستوں پر سفر کرتے ہوئے اہل شہر پر بارش کی بوچھاڑوں کی طرح برس رہے تھے، شہر کی سڑکوں پر آگ اور خون کی ہولی اسے یاد تھی، اسے وہ ماں یاد تھی جو اپنے معصوم بچے کے ٹکڑے سینے سے لگا کر بھاگی تھی اور وہ نوجوان لڑکی جس نے ایک لمحے کیلئے متحیر نگاہوں سے اپنے خون اگلتے جسم کو دیکھا تھا اور وہ عورت جس نے بمبار جہازوں کی چھاؤں میں لب سڑک ایک زندگی کو جنم دیا تھا اور وہ زندگی جس نے اپنے اردگرد پھیلی ہوئی بدصورتی کو دیکھ کر ایک چیخ ماری تھی، پہلی اور شاید آخری چیخ......!

ہیری ابھی تک اس کے جواب کا منتظر تھا، خاموشی طویل ہو گئی تو اس نے خود ہی سلسلہ کلام جوڑا۔ ''کرنل! میرا خیال ہے کہ ہم یہ سب کچھ پیسے کیلئے کر رہے ہیں، تھوڑی دیر پہلے تم نے خود بھی اپنے مطالبات میں رقم کا ذکر کیا ہے۔ اگر رقم ہی ہمارا مقصد ہے تو

پھر یہ مقصد یہاں بھی پورا ہو سکتا ہے، واشنگٹن جانے پر اس قدر اصرار کیوں؟''

کرنل نے اپنی تپتی ہوئی نگاہیں ہیری کے چہرے پر جما دیں، ہیری اس کے انداز کو محسوس کر کے گڑبڑا گیا، اس نے معذرت کے لہجے میں کہا۔ ''کرنل! میں خدانخواستہ تم سے کوئی اختلاف نہیں کر رہا، تم جو کچھ کر رہے ہو ٹھیک کر رہے ہو، ہم سب دل و جان سے تمہارے ساتھ ہیں۔ لیکن......''

کرنل نے کہا۔ ''لیکن...... بات یہ ہے کہ میں فی الحال تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا، واشنگٹن کی بات واشنگٹن پہنچ کر ہو گی۔''

ہیری خاموش ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اس موضوع پر گفتگو کرنا کرنل کو ناراض کرنے کے مترادف ہے۔ بہرحال اپنے طور پر وہ کچھ کچھ سمجھ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کرنل بروڈی کئی سال گزرنے کے باوجود ابھی تک ویت نام کی یادوں سے چھٹکارہ حاصل نہیں کر پایا۔ ویت نام میں کرنل بروڈی کے ہاتھوں بے پناہ کشت و خون ہوا تھا، اس نے بے شمار خون ریز معرکوں میں حصہ لیا، اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اس نے ملک کی سربلندی کیلئے نہایت اہم فتوحات حاصل کیں، اس کی خدمات کے اعتراف میں اسے کئی بار تمغوں سے نوازا گیا، اسے ملک کا نڈر اور بے خوف سپاہی قرار دیا گیا...... لیکن آخر میں کیا ہوا؟ آخر کار جب امریکہ کو ویت نام سے نکلنا پڑا تو اس قومی ہیرو کو بھی بے شمار دوسرے بیروزگاروں کی طرح فراموش کر دیا گیا، ان کی قربانیوں کی تضحیک کی گئی، قوم کو یہ باور کرا دیا گیا کہ ویت نام میں امریکی فوج کی موجودگی بے کار اور نقصان دہ تھی،

ہیری نے عقب نما آئینے میں کرنل بروڈی کی شبیہ دیکھی اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں میں نیپام بم سے بھڑکنے والے شعلے رقصاں ہوں۔

نک نے سی بی بینڈ پر کچھ سننے کی کوشش کی لیکن لہروں کے شور کے سوا کچھ سنائی نہیں دیا، پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے ''نائٹ اول'' کی طرف سے کوئی بات نہیں کی گئی تھی، یوں لگتا تھا جیسے حکومتی مشینری درپردہ کسی اہم فیصلے تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہے۔ کرنل ابھی

تک اپنی سوچوں میں غرق تھا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر ہیری کی طرف دیکھا، شاید اسے اپنے رویئے کی سختی کا احساس ہوا تھا، اس نے سگریٹ سلگاتے ہوئے خود ہی کہنا شروع کیا۔ ’’ہیری! میں ایک بڑا مقصد لے کر واشنگٹن جا رہا ہوں لیکن پروگرام کا صحیح نقشہ خود میرے ذہن میں بھی واضح نہیں۔ یوں سمجھ لو کہ ہمیں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر سے دو دو ہاتھ کرنے ہیں۔‘‘

ہیری نے کہا۔ ’’میرا اندازہ ہے کہ تم صدر سے سپر طاقتوں کی لشکر کشی، جنگی جنون اور اسلحہ بندی جیسے موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتے ہو۔‘‘

کرنل بروڈی نے کہا ’’تمہارا اندازہ کسی حد تک درست ہے، ہم بارود کے ڈھیر پر بیٹھے ہیں اور کوئی بھی چنگاری کرہ ارض کو جلا کر راکھ کر سکتی ہے، کسی بھی وقت کوئی دوسرا ویت نام بن سکتا ہے۔ افغانستان، ایران کیوبا، چلی، سیلواڈور تیسری جنگ عظیم کہیں سے بھی شروع ہو سکتی ہے، اگر وقت کچھ کرنے کا ہے تو پھر کیوں نہ ہم بھی کچھ کریں۔‘‘

ہیری نے کہا۔ ’’کرنل یہ سب ٹھیک ہے لیکن ہم نے تو دولت کیلئے یہ سب بکھیڑا پالا ہے۔‘‘

کرنل نے کہا۔ ’’یقیناً...... لیکن اگر اس کام کو بہتر طور پر کیا جائے تو کیا برائی ہے...... واشنگٹن ہماری توانائیوں کا سرچشمہ ہے، یہی وہ جگہ ہے جہاں بم تیار کرنے کے فیصلے ہوتے ہیں، جہاں اسلحہ سازی کے کارخانے لگانے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں، جہاں ہندسوں کی ضرب و تقسیم کی جاتی ہے، یہیں پر نشانوں کا تعین ہوتا ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں پر کسی روز بٹن دبائے جائیں گے...... اس سے پہلے کہ صفحہ ہستی سے انسان نام کی چیز حرف غلط کی طرح مٹ جائے، ہم اپنے بعد آنے والوں کیلئے کچھ کر جائیں، ان کے مستقبل کو محفوظ بنا جائیں، ہم ان واشنگٹن نشینوں کو جھنجھوڑ کر جگائیں اور انہیں اس بات کا احساس دلائیں کہ ایٹمی پناہ گاہوں میں بیٹھ کر بٹن دبانا آسان ہے اور نو میگاٹن کی موت کو اپنی ناک کے سامنے دیکھنا مشکل ہو سکتا ہے...... ہو سکتا ہے کہ ہم انہیں کچھ ایسے

اصول بنانے پر مجبور کر دیں جو نوع انسان کی سلامتی کے ضامن بن جائیں۔‘‘

ہیری کے تاثرات سے ظاہر تھا کہ وہ کرنل کی باتوں سے بوریت محسوس کر رہا ہے لیکن اس کا سر مسلسل تائیدی انداز میں ہل رہا تھا، کرنل بروڈی میں کوئی ایسی بات تھی، جس کی وجہ سے ہیری نک اور ٹومی جیسے سر پھیرے افراد بھی اس کی عزت کرنے پر مجبور تھے، وہ اس کے ماتحت نہیں تھے اور نہ ہی کوئی ڈیوٹی سر انجام دے رہے تھے، بات صرف اتنی تھی کہ وہ اس کے ویت نام کے ساتھی تھے، چند روز پہلے کرنل ان سے ایک ایک کر کے ملا تھا، اس نے انہیں بتایا تھا کہ ایک منصوبے پر کام کرنے کیلئے اسے ان کے تعاون کی ضرورت ہے بلا حیل و حجت وہ تینوں اس کا ساتھ دینے پر رضامند ہو گئے تھے، ان کیلئے یہ خیال ہی اطمینان بخش تھا کہ ’’سائیگان کے شیر‘‘ کے ساتھ انہیں کچھ دن گزارنے کا موقع ملے گا اور پھر یہ رفاقت مالی فائدہ سے بھی یکسر خالی نہیں تھی۔

☆☆☆

ایف بی آئی بلڈنگ کے چھٹے فلور پر ملٹ اور پروفیسر کلاول سر جوڑے بیٹھے تھے۔ ان کے نیچے دو فلور چھوڑ کر تیسرے فلور پر کانفرنس ہال میں ایک بڑی میٹنگ ہو رہی تھی۔ ایک میٹنگ میں ایف بی آئی، سی آئی اے اور ایس اے سی کے اعلیٰ حکام میکس فیلڈ مین کی سربراہی میں ہائی جیکنگ سے پیدا ہونے والی صورتحال پر غور کر رہے تھے۔ ملٹ نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا اور پروفیسر سے مخاطب ہو کر بولا۔ ’’میرا خیال ہے ڈیوک نیوک سے رابطہ قائم کرنے کیلئے یہ وقت مناسب ہے۔‘‘

پروفیسر بڑی دیر سے کاغذ کے جہاز بنا کر کھڑکی سے باہر پھینک رہا تھا۔ اس نے تائیدی انداز میں سر ہلا دیا۔ ملٹ نے ٹرانسمیٹر کو کھینچ کر اپنے پاس کیا پھر بٹن دبا کر وہ ذرا بدلے ہوئے لہجے میں بولا۔ ’’میں روڈ ہاگ 55 نمبر راستے پر سفر کر رہا ہوں۔ میں ڈیوک نیوک سے بات کرنا چاہتا ہوں۔‘‘

یہ فقرہ اس نے دو تین مرتبہ دہرایا تب کلک کی آواز آئی اور ایک بھاری بھرکم

تحکمانہ آواز گونجی۔ ''میں شیرف روڈن، روڈہاگ سے مخاطب ہوں تم غیر قانونی نشریات کے مرتکب ہو رہے ہو۔ یہ سلسلہ فوراً بند کر دو ورنہ تمہارے خلاف کارروائی کی جائے گی۔'' ملٹ نے دھمکی کو نظرانداز کرتے ہوئے سلسلہ کلام جاری رکھا، جلد ہی اس کی کوشش رنگ لائی اور کرنل بروڈی کی شگفتہ آواز سنائی دی۔ ''میں ڈیوک نیوک بول رہا ہوں، شیرف روڈن میرے خیال میں دوسروں کو دھمکیاں دینے کی بجائے تم خود سوئچ آف کرو اگر تم نے مداخلت بند نہ کی تو میں سڑک کے کنارے کھڑے تمہارے سپاہیوں پر پٹاخے چھوڑنے شروع کر دوں گا...... ہیلو روڈہاگ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''شکر ہے تم نے جواب تو دیا۔'' ملٹ نے پروفیسر کو کامیابی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہارے ٹریلر کے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں اور کافی دیر سے تمہاری گفتگو سن رہا ہوں، کام تو دوست تم نے کافی ٹھیک ٹھاک کیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ یہ لوگ نیشنل پارک وے کے قرب و جوار میں تم پر کوئی داؤ آزمانا چاہتے ہیں لہٰذا دوستانہ مشورہ ہے کہ ہوشیار رہو۔ اوور!''

بروڈی کی آواز آئی۔ ''روڈہاگ تمہیں یہ بھی پتہ ہوگا کہ ہم ٹریلر پر کیا چیز لے جا رہے ہیں۔ اس ستمگر کے ہوتے ہوئے کوئی ہمارے راستے میں آنے کا سوچ بھی نہیں سکتا اور اگر کوئی یہ حماقت کرے گا تو ہم بٹن دبا کر فارغ البال ہونے میں خوشی محسوس کریں گے۔''

اتنے میں نائٹ اول نے مداخلت کی۔ ''ہیلو نیوک ڈیوک، یہ نائٹ اول مخاطب ہے۔ ہمارے اندازے کے مطابق تمہارا ایندھن اب ختم ہونے والا ہے۔ اگر تم راستے میں کسی جگہ سے ایندھن بھروانا چاہتے ہو تو ہمیں اس کی پیشگی اطلاع دو تاکہ حفاظتی انتظامات کیے جا سکیں۔''

بروڈی نے الٹا اس سے سوال کیا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے ہمیں ایندھن کہاں سے بھروانا چاہئے؟''

نائٹ اول نے جواب میں کہا کہ انہوں نے یہاں سے دس میل دور ایک فلنگ سٹیشن پر انتظام کر رکھا ہے۔

بروڈی نے خطرناک لہجے میں کہا۔ ''نائٹ اول، ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش مت کرو ورنہ یاد رکھو...... اس ریاست میں آئندہ دو ہزار سال تک گھاس کا ایک تنکا بھی پیدا نہیں ہوگا۔ میرا خیال ہے تم سمجھ رہے ہو۔ ہم کم از کم بیس میل تک کہیں سے ایندھن لینے کا ارادہ نہیں رکھتے، اوور اینڈ آل۔''

ریڈیو خاموش ہو گیا اب وہاں لہروں کے ہلکے ہلکے شور کی آواز کے سوا کچھ نہیں تھا لیکن بروڈی جانتا تھا کہ سی بی کے سینکڑوں افراد نہایت خاموشی سے اس چینل کو سن رہے ہوں گے۔ جونہی سلسلہ منقطع ہوا پروفیسر کلاول نے پرسوچ اندار میں ملٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''میرے خیال سے ہائی جیکروں کا لیڈر ٹھنڈے دل و دماغ کا ایک تہہ در تہہ آدمی ہے۔ اس کی گفتگو اور سوچنے کے انداز سے ظاہر ہے کہ وہ کوئی جنونی یا جذباتی قسم کا شخص نہیں، وہ اپنے پورے ہوش و حواس میں ہے اور اس نے میزائل چرانے کا فیصلہ نہایت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔''

ملٹ نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔ ''جب میں اس پر اپنا جال پھینکوں گا تو اس کی ساری سمجھ دھری کی دھری رہ جائے گی۔ پروفیسر! تم دیکھ لینا۔''

پروفیسر نے ملٹ کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔ ''اگر میں کہوں کہ یہ شخص تم سے کچھ کم ذہین اور چالاک نہیں تو تمہارے تاثرات کیا ہوں گے؟''

ملٹ نے کہا۔ ''پروفیسر! میرے تاثرات اس وقت دیکھنا جب میں اس کے ہاتھ کمر کی طرف کر کے ہتھکڑی پہنا رہا ہوں گا...... فی الحال آپ مجھے یہ بتائیں کہ اس کے ارادوں کے بارے میں آپ نے کیا اندازہ لگایا ہے۔ کیا وہ اس قدر تیار ہے کہ موقع آنے پر بٹن دبا سکے؟''

پروفیسر کلاول نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ''ملٹ! ابھی تک اس شخص کے

بارے میں، میں نے جو بھی اندازے لگائے ہیں، وہ ہمارے حق میں نہیں جاتے بہرحال اس شخص کی نفسیات کو مزید سمجھنے کیلئے ہمیں اس کے ماضی اور حال کو اچھی طرح کھنگالنا ہوگا۔"

ملٹ نے پریقین لہجے میں کہا۔" آدھے گھنٹے کے اندر اندر اس شخص کی مکمل فائل تمہاری میز پر ہوگی پروفیسر۔"

☆☆☆

دوپہر سے کچھ پہلے کرنل بروڈی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور ہیری کو آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ ہیری نے سارجنٹ جنک کو ٹھوکا دے کر جگایا اور اس کی جگہ لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔ جب تک جنک جمائیاں لیتا ہوا کرنل بروڈی کے ساتھ آ کر بیٹھا، ہیری نے باقاعدہ خراٹے لینے شروع کر دیئے تھے۔ سارجنٹ جنک کوکین کا عادی تھا۔ ہر دو تین گھنٹے کے بعد وہ سرخ رنگ کے ایک پیکٹ میں سے سفید پاؤڈر کی چٹکیاں اپنی طوطے جیسی ناک میں گھسیڑنا شروع کر دیتا تھا۔ اس وقت بھی غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ سرخ پیکٹ کے لئے جیب کی طرف رینگ رہا تھا لیکن پھر بروڈی کی موجودگی کا خیال کر کے اس نے خواہش کو کچھ دیر اور دبائے رکھنے کا فیصلہ کیا۔ دھیان ہٹانے کے لئے وہ کھڑکی سے باہر سڑک کا نظارہ کرنے لگا، جگہ جگہ پرلیس کے اہلکار گشتی گاڑیوں سمیت سڑک کے کناروں پر کھڑے نظر آ رہے تھے۔ جنک نے ان کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلانا شروع کر دیا لیکن اگر وہ سمجھتا تھا کہ وہ گرم جوشی سے جواب دیں گے تو اسے مایوسی ہوئی۔ چند ایک کے سوا کسی نے ہاتھ نہیں ہلایا۔

وہ کھسیانے انداز میں اپنے ٹوٹے ہوئے دانت پر زبان پھیرنے لگا...... یہ دانت اس کی محرومیوں کا نشان تھا۔ ایک دفعہ اس کے والد نے اس کی خوب پٹائی کی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ جنک اپنے پاؤں پر کھڑا ہو اور اپنا بوجھ خود اٹھائے۔ اس روز کی یادگار مار کے بعد جنک نہ صرف اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا تھا بلکہ بھاگ گیا تھا۔ اس وقت سے لے کر وہ

اب تک بھاگ رہا تھا، یہ سفر کئی سالوں پر محیط ہو گیا تھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا اس طویل راستے میں کہیں کوئی سایہ نہیں تھا، جلتی ہوئی زمین پر دور تک اس کے پاؤں کے نشانات چلے گئے تھے۔ جب وہ اپنے خیالوں سے چونکا تو کوکین کا پیکٹ خود بخود اس کے ہاتھ میں پہنچ چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ روٹ نمبر 62 پر مڑنے کے لئے دریائے مسس پی کے پل پر پہنچ چکے تھے۔ بائیں طرف نشیب میں گشتی گاڑیوں کے پہلو میں پولیس کی بھاری ج[illegible] نظر آ رہی تھی۔ دائیں طرف بھی نجی گاڑیاں کھڑی تھیں، لوگوں کا ایک کافی بڑا ہجوم سڑک کے کنارے اکٹھا ہو گیا تھا۔ کچھ لوگ مٹھیاں بھینچ کر ان پر اپنی نفرت کا اظہار کر رہے تھے جبکہ کچھ ایسے بھی تھے جو پسندیدگی کے انداز میں ہاتھ ہلا رہے تھے۔ بروڈی نے ریڈیو آن کر رکھا تھا۔ سی بی چینل پر بہت سے لوگوں کی ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔ زیادہ تر لوگ انہیں گالیاں اور کوسنے دے رہے تھے۔

بروڈی نے ہجوم پر نگاہ ڈالی اور سارجنٹ سے کہنے لگا۔" جنک ان لوگوں کو تمہارے وعظ کی ضرورت ہے ذرا انہیں سیدھے راستے پر لاؤ۔" جنک نے پرشوق انداز میں اپنے ٹوٹے دانت پر زبان پھیری اور کیبن کا دروازہ کھول کر فٹ بورڈ پر چڑھ گیا۔ اس نے لوگوں کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا، ہجوم سے مختلف قسم کے نعرے بلند ہوئے۔

بروڈی نے ٹریلر کی رفتار بالکل کم کر دی تھی اور پھر ٹریلر سڑک کے کنارے کھڑا ہو گیا۔ جنک کیبن کی چھت پر چڑھ گیا شاید وہ تقریر کرنے کے موڈ میں تھا لیکن اس کے منہ کھولنے سے پہلے ہی ہجوم سے اس پر پتھر پھینکے جانے لگے وہ مسکراتا ہوا کیبن کی چھت پر لیٹ گیا۔ جب چاند ماری کا سلسلہ رکا تو وہ پھر کھڑا ہو گیا۔ مجمعے میں سے کسی نے چلا کر پوچھا۔" آخر تم کس قسم کے لوگ ہو؟"

جنک نے مٹھی لہرا کر جواب دیا۔" ہم جیتنے والی قسم کے لوگ ہیں اور تم یقین رکھو ہم جیتیں گے۔ واشنگٹن کی اینٹ سے اینٹ بج کر رہے گی۔"

ہجوم میں سے ایک عورت نے چیختے ہوئے کہا۔ ''تم ذلیل کتے......تم صدر امریکہ کو جان سے مارنے جا رہے ہو۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس پستول ہوتا تو میں تمہاری کھوپڑی اڑا دیتی۔''

''لیکن صدر کی کھوپڑی پھر بھی نہ بچتی۔'' جنک ترکی بہ ترکی جواب دے رہا تھا۔

دوسری طرف کیبن میں نک کے چہرے پر گہری تشویش نظر آ رہی تھی۔ اس نے بروڈی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''کرنل! تم نے اس سنکی شخص کو اوپر کیوں بھیج دیا، مجھے سخت خطرہ محسوس ہو رہا ہے، ایسے شخص کے ہاتھ میں تو بلیڈ بھی خطرناک ہوتا ہے یہ تو پھر میزائل ہے۔''

بروڈی نے اطمینان سے کہا۔ ''گھبرانے کی ضرورت نہیں نک۔ اگر ہم اس طرح کا ہلہ گلہ کریں گے تو لوگ زیادہ سے زیادہ ہماری طرف متوجہ ہوں گے، ابھی سہ پہر کے اخبارات میں دیکھ لینا ہمارے اس مختصر سے قیام کے بارے میں کیسی کیسی تفصیلی خبریں چھپتی ہیں۔'' پھر اس نے سیاہ فام ٹومی کو اشارہ کیا کہ وہ جنک کو کیبن میں واپس لے آئے۔ جس وقت ٹومی کیبن سے باہر نکلا، جنک میزائل کے کھلے ہوئے تختے کے پاس کھڑا تھا، لوگ اب ٹریلر کے بالکل نزدیک آ گئے تھے۔ سرخ بالوں والی عورتوں بڑے جذباتی انداز میں جنک سے کہہ رہی تھی۔ ''بے غیرتو! واشنگٹن کی بات اس طرح کر رہے ہو جیسے یہ ماسکو ہو، ایک ملین ڈالر کے واسطے تم امریکہ کی جان نکالنے کی دھمکیاں دے رہے ہو۔''

''ایک ملین ڈالر نہیں...... پانچ ملین ڈالر۔'' ٹومی نے سفید دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔

ایک بوڑھا آدمی جنونی انداز میں بولا ''اپنی زبان بند رکھو سیاہ فام بندر۔ تمہیں افریقہ کے جنگلوں سے کس نے نکالا۔'' ٹومی کے چہرے کی رگیں ایک دم تن گئیں۔ اپنے ہاتھ میں چمکتے ہوئے ریوالور کا رخ اس نے بولنے والے شخص کی طرف کر دیا۔ وہ شخص

لوگوں کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرنے لگا تب ایک فوجی آگے بڑھا اور کڑک دار آواز میں بولا۔ ''تم اس منحوس چیز کو لے کر یہاں سے آگے دفع ہو جاتے ہو یا میں اوپر آ کر تمہارا مزاج ٹھیک کروں۔'' ٹومی نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ریوالور کا رخ فوجی کی طرف کر دیا، فوجی نے اپنی سراسیمگی کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتنے میں سرخ بالوں والی وہی عورت چیخ کر بولی۔ ''تم سب بت بنے کیوں کھڑے ہو، پکڑ کر ٹکڑے کیوں نہیں کر دیتے ان حرام خوروں کے!''

سارجنٹ جنک نے خطرناک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ ''سرخ چوہیا! میرا خیال ہے تمہارا اس چیز سے صحیح تعارف نہیں جو ٹریلر کے اوپر نظر آ رہی ہے۔''

فوجی جواب قدرے سنبھل گیا تھا بھنا کر بولا۔ ''جانتے ہیں، ہم اچھی طرح جانتے ہیں لیکن ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ تم اس کو چلا نہیں سکتے صرف خالی دھمکی دے سکتے ہو۔''

سارجنٹ جنک کا چہرہ بالکل سفید ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں جیسے کہیں دور دیکھ رہی تھیں۔ اس نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''تو تم لوگ اس بم کے چلنے کا نظارہ کرنا چاہتے ہو......ٹھیک ہے ایسے ہی سہی۔ میرا خیال ہے اس کام کیلئے یہ جگہ کوئی ایسی بری بھی نہیں۔'' وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر میزائل کے کھلے ہوئے حصے کے پاس آ بیٹھا۔ مجمعے میں اچانک سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی۔ ٹومی کی آنکھوں میں بھی تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ جنک کی طرف بڑھا، ہجوم میں سے کئی لوگ صورتحال کو سمجھ چکے تھے، انہوں نے تیزی سے اپنی کاروں کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ سرخ بالوں والی عورت سب سے آگے آگے تھی، کچھ لوگ پسپائی کے انداز میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہے تھے۔ ٹرک کے نزدیک چند فوجیوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا، چند سو فٹ دور جا کر لوگ ایک بار پھر رک گئے۔ جنک میزائل کے کھلے ہوئے حصے میں ہاتھ ڈال چکا تھا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے لوگوں کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا تمام لوگوں نے دم سادھ لیا۔ جنک نے چلا

کر کہا۔ ''تم لوگ اس بم کو چلتے دیکھنا چاہتے ہو۔ مجھے پتہ ہے اس مظاہرے میں ریاست کینساس کا تین چوتھائی حصہ نیست و نابود ہو جائے گا لیکن آپ جیسے کرم فرماؤں کی فرمائش کو ٹالا بھی نہیں جا سکتا۔ تو تیار ہو جاؤ، ہم سب رخت سفر باندھتے ہیں۔''

مجمع چند لمحے بالکل ساکت و جامد رہا پھر سرخ بالوں والی عورت چیختی ہوئی بھاگی۔ ایکا ایکی تمام لوگوں نے اس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ ٹومی نے جنک کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں مذاق کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اس کا چہرہ برف کی مانند سفید ہو رہا تھا۔ ٹومی نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔ جنک نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑایا پھر اس نے سرخ پیکٹ نکال کر سفید سفوف کی ایک چٹکی نتھنوں میں رکھی اس کی آنکھیں مزید گہرائی میں جاتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس کی جانب دیکھ کر ٹومی کے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''جنک ساتھیوں کی مرضی کے بغیر تم اس مشین کو استعمال نہیں کر سکتے۔ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ ہمیں واشنگٹن پہنچنا ہے۔''

جنک کی آنکھیں کہیں دور دیکھ رہی تھیں۔ ''نہیں یہ مشین یہیں چلے گی اور ابھی چلے گی، کوئی مجھے نہیں روک سکتا۔''

ٹومی نے ریوالور کا رخ اس کی پیشانی کی طرف کر دیا۔ ''مجھے افسوس ہے میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔''

دوسری طرف لوگ افراتفری میں گاڑیوں میں سوار ہو رہے تھے۔ سرخ بالوں والی عورت نے یہاں بھی بدحواسی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس نے اپنی گاڑی قطار سے نکال کر شارٹ کٹ لگانے کی کوشش کی تھی۔ اس کوشش کے نتیجے میں ایک ویگن اس سے ٹکرا گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ ٹریفک پولیس والے اس مسئلے کو سلجھاتے یکے بعد دیگرے کئی دھماکے ہوئے اور گاڑیوں کی پوری ایک قطار اس رکاوٹ سے آ ٹکرائی، تباہ شدہ گاڑیوں کے ڈرائیور ایک دوسرے پر چیختے ہوئے گاڑیوں سے باہر نکل آئے۔ افراتفری کا یہ عالم تھا کہ لوگ سڑک کے کنارے والے بند کے اوپر سے گاڑیاں نکال لے جانے کی کوشش

کر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ٹریفک بری طرح جام ہو گئی۔ جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ بھاگنے کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں اور اب ان کے کرنے کا کوئی کام باقی نہیں رہا تو انہوں نے ٹریلر کی طرف توجہ دی۔ طوطے کی ناک والا شخص ابھی تک میزائل کے پاس بیٹھا تھا۔ سیاہ فام لڑکا اور ایک دراز قد شخص اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دراز قد شاید ان کا لیڈر تھا لوگوں کو یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ وہ شخص، دراز قد کی بات سن رہا تھا اس کے چہرے پر نیم رضامندی کے آثار نظر آ رہے تھے پھر دراز قد شخص نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور وہ اٹھ کر ان کے ساتھ چل دیا۔

کیبن کے اندر داخل ہوتے وقت ٹومی نے دیکھا ایک ہیلی کاپٹر ان کے سروں پر پھڑ پھڑا رہا تھا پھر وہ پچیس تیس گز دور زمین پر اتر گیا۔ اس کا دروازہ کھلا اور ایک شخص ہاتھ میں کوئی چیز پکڑے نمودار ہوا۔ پہلے تو ٹومی کو محسوس ہوا جیسے اس نے سٹین گن پکڑ رکھی ہو۔ اس نے ریوالور پر گرفت مضبوط کر لی لیکن پھر جلد ہی اسے اندازہ ہوا کہ وہ شخص ایک کیمرہ تھامے ہوئے تھا۔ ٹومی نے اپنے سفید دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کیمرے کی طرف ہاتھ لہرایا اور اچک کر کیبن میں سوار ہو گیا، ٹرک آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے رینگنے لگا، سڑک کے دونوں طرف پولیس اور ایف بی آئی کے اہلکار خاموش کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ٹریفک پولیس کے ارکان پھنسی ہوئی گاڑیوں کو ہدایات دینے کے لئے میگافون استعمال کر رہے تھے۔ جلد ہی وہ دریا کے پل پر پہنچ گئے۔ ہیری خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ نک کے ذہن میں شاید کوئی فقرہ کلبلا رہا تھا۔ آخر اس نے بروڈی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''کرنل! ہم یہ سب کچھ رقم کے لئے کر رہے ہیں، ہمیں کسی سے ذاتی دشمنی نہیں لیکن یہ طوطے کی ناک والا کیا کرنے جا رہا تھا اگر اس شخص نے اب کوئی حرکت کی تو میں بلا دریغ اس کی کھوپڑی اڑا دوں گا۔''

بروڈی نے جلدی سے عقب میں دیکھا وہ اب کسی قسم کا لڑائی جھگڑا نہیں چاہتا تھا خوش قسمتی سے جنک سو رہا تھا یا ہو سکتا ہے اس نے نک کے القابات سنے ہی نہ ہوں۔

اس نے ذرا دھیمی آواز میں نک سے کہا۔ ''نک! وہ کیسا بھی ہے لیکن میں اسے قابو کر سکتا ہوں...... میری بات یاد رکھو جنک کے بغیر ہم چاروں اندھیری رات کے اندھے مسافروں کی طرح ہیں۔ ذرا سوچو، اگر کوئی مسئلہ پیش آتا ہے بالفرض میزائل میں کوئی خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو کون ٹھیک کرے گا اسے، اور پھر یہ جنک ہی ہے جس کی وجہ سے ہمارے اوپر اب تک مشین گنوں کے منہ نہیں کھلے۔ وہ جانتے ہیں کہ جنک اس میزائل کو تیار کر سکتا ہے، جنک ہماری انشورنس ہے وہ ہماری واشنگٹن کی ٹکٹ ہے۔''

کیبن میں تھوڑی دیر ناخوشگوار سی خاموشی چھائی رہی پھر ٹومی نے آرام گاہ کی کھڑکی سے جھانک کر پوچھا۔ ''کرنل! تم نے سارجنٹ جنک کو میزائل سے پرے ہٹانے کے لئے کیا کہا تھا؟''

کرنل کے سنجیدہ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ بولا۔ ''میں نے کہا تھا سارجنٹ اگر اس بم کو چلانا ہی ہے تو ویسٹ ورجینا پہنچ کر چلانا۔ وہاں میری سابقہ بیوی رہتی ہے اس کے ہوتے ہوئے یہ بم کسی اور علاقے میں چلے یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوگا۔''

بروڈی کی بات پر فلک شگاف قہقہہ ابھرا۔ ہیری نے بھی مسرت کے اظہار کیلئے ٹریلر کے طاقتور ہارن پر تھاپ دینی شروع کر دی...... سڑک کے کنارے کھڑے گشتی دستے کے ایک جوان نے انہیں اس حالت میں سامنے سے گزرتے دیکھا اور ٹرانسمیٹر منہ کے قریب لے جا کر سٹیشن آفیسر کو رپورٹ دینے لگا۔ ''سر! ہائی جیکر تازہ دم اور چاق و چوبند ہیں ان کے حوصلے بلند ہیں اور وہ گشتی فورس کے دستوں کو دیکھ کر ایک دوسرے کو لطیفے سنا رہے ہیں۔''

☆☆☆

پروفیسر کلاول ایف بی آئی بلڈنگ کے چھٹے فلور پر کھڑکی کے قریب بیٹھا کاغذ کے ہوائی جہاز بنا بنا کر نیچے پھینک رہا تھا اس کے قریب ملٹ ایک کرسی پر کمپیوٹر کے سامنے

بیٹھا تھا۔ کمپیوٹر کی سکرین پر مختلف اعداد و شمار ظاہر ہو رہے تھے۔

دروازے کے قریب ملٹ کا باس ہیری ڈیوٹ کھڑا کھا جانے والی نظروں سے پروفیسر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پروفیسر کی مجنونانہ حرکتیں ہیری ڈیوٹ کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ملٹ پروفیسر کی بہت عزت کرتا تھا اور ملٹ کی صلاحیتوں کا ہیری بھی معترف تھا۔ آخر اس نے بھنائے ہوئے لہجے میں کمرے کے سکوت کو توڑا۔ ''ملٹ تم کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو یا یونہی کمرے میں بیٹھے بچوں کے کھیل کھیلتے رہو گے؟''

پروفیسر سمجھ گیا تھا کہ اشارہ اس کی طرف ہے۔ اس نے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر ہیری! اس سوال کا جواب تمہارے تحت الشعور میں موجود ہے تم جانتے ہو کہ میں نے ہمیشہ تمہاری گتھیوں کو سلجھایا ہے اور اب بھی کچھ نہ کچھ تمہاری مدد کروں گا۔ یہ سوال تم نے صرف خود کو یقین دلانے کیلئے پوچھا ہے۔ کیوں ہے نا یہی بات؟''

ہیری پروفیسر کی پر پیچ گفتگو سے سخت زچ ہو رہا تھا۔ اس نے کوئی سخت سا جملہ کہنے کیلئے منہ کھولا لیکن ملٹ جیسا ماہر ترین نفسیات دان اس کے الفاظ اس کی آنکھوں میں پڑھ چکا تھا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''مسٹر ہیری پلیز جھگڑا نہیں...... اچھا میں تمہیں کام کی بات بتاتا ہوں۔ یہ شخص بروڈی جس قدر نظر آتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر خطرناک ہے۔ میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ تم واشنگٹن سے آبادی کے انخلاء کی منصوبہ بندی شروع کر دو یہ ہم سب کے لئے بہتر ہے۔''

ہیری ڈیوٹ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''پروفیسر تھوڑی دیر پہلے تیسرے فلور پر اس کا فیصلہ ہو چکا ہے، کل صبح نیشنل گارڈ اور پولیس اس کام کا آغاز کر دیں گے۔ احتیاطی اقدامات کی ضرورت سے میں انکار نہیں کرتا لیکن ہمارا اولین مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ہم کرنل بروڈی کو واشنگٹن تک نہ پہنچنے دیں۔ میں پوچھتا ہوں اس سلسلے میں آپ دونوں نے اب تک کیا کیا ہے؟''

ملٹ جو کافی دیر سے خاموش بیٹھا تھا کمپیوٹر سے سر اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''مسٹر ہیری، آپ ہمیں کچھ وقت دیں تاکہ ہم اسے جان سکیں، سمجھ سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ پروفیسر کلاول کوئی نہ کوئی راستہ نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر پروفیسر ناکام ہوئے تو پھر آپ ہائی جیکروں پر قابو پانے کے لئے جو بھی منصوبہ بنائیں گے میں پورے دل و جان سے اس کی کامیابی کیلئے کوشش کروں گا۔''

ہیری نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''ملٹ اتنے جھنجٹ پالنے کی آخر کیا ضرورت ہے؟ میرا تو خیال ہے لیزر کنٹرول میزائل استعمال کر کے یا سڑک کے نیچے دھماکہ خیز مواد رکھ کر باآسانی ان لوگوں سے نبٹا جا سکتا ہے۔''

ملٹ نے کہا۔ ''مسٹر ہیری، کنکی کی آبادی کوئی کم نہیں ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس شخص نے اپنی انگلی ریڈیائی فیتے کے بٹن پر رکھی ہوئی ہے۔ اگر ایکشن کے دوران ہم سے کوئی غلطی ہوئی تو وہ اپنے ساتھ پوری ریاست کو لے ڈوبے گا۔''

ہیری اپنی غلطی محسوس کر رہا تھا۔ ملٹ کہہ رہا تھا۔ ''جناب سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے اندر بھی ایک حصہ ہوتا ہے۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ بروڈی کی انگلی میں وہ حصہ نہیں ہے۔''

''تو پھر اب کیا کیا جائے؟'' ہیری نے پریشانی سے کہا۔

پروفیسر کلاول نے کہا۔ ''ہمیں اس شخص سے گفتگو کا موقع دیجئے، اس کے ماضی کو سمجھنے دیجئے اور انتظار کیجئے آخری حربہ آزمانے کے لئے ابھی ہمارے پاس کافی وقت ہے۔''

ہیری کے جانے کے بعد ملٹ اور پروفیسر پوری طرح کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ملٹ نے ایک بٹن دبایا اور سکرین پر ایک شخص کی شبیہ نظر آنے لگی۔ اس شخص کی آنکھیں سبزی مائل اور بال گھنے تھے۔ تصویر کے نیچے لکھا تھا۔ ٹی بروڈی کرنل یو ایس میرینز۔ ملٹ نے چند اور بٹن دبائے سکرین پر بروڈی کے حالات زندگی کے بارے میں

معلومات دکھائی دینے لگیں۔ کمپیوٹر کا تیز رفتار پرنٹر تیزی سے ان معلومات کو کاغذ پر منتقل کر رہا تھا پھر وہ چونک پڑا ایک جگہ لکھا تھا کہ بروڈی فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد آٹھ سال تک کھاد سپلائی کرنے والے ایک ادارے میں ملازمت کرتا رہا ہے۔ پروفیسر سوچ رہا تھا اس نے اس طرح کی گھٹیا ملازمت قبول کیوں کی۔ آخر وہ ریٹائرڈ کرنل تھا کوئی بہتر شغل اختیار کر سکتا تھا۔ اس نے پرنٹ آؤٹ کو مختلف جگہوں سے دیکھنا شروع کیا۔ آخر کار اسے مطلوبہ پیراگراف مل گیا۔ لکھا تھا۔ ''نفسیاتی طور پر غیر صحت مند، فوج میں مزید خدمات کے لئے غیر موزوں، سی آئی اے میں تبادلے کے لئے غیر موزوں، قانون نافذ کرنے والے ریاستی اور وفاقی اداروں کے لئے غیر موزوں۔''

ملٹ نے تائیدی انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''جو کچھ ریکارڈ میں درج ہے بروڈی نے اپنے طرز عمل سے اسے درست ثابت کر دیا ہے۔''

پروفیسر نے پرسوچ انداز میں کہا۔ ''ایسا مت کہو، ملٹ وہ ہماری سرحدوں کا محافظ تھا جس وقت ہم چین سے سوتے تھے وہ ویت نام کے جنگلوں میں آگ اور خون کا کھیل کھیلتا تھا۔ اسے تین دفعہ کمبوڈیا اور ویت نام میں بھیجا گیا اور تینوں دفعہ اس نے اپنے فرائض بہترین طریقے سے انجام دیئے پھر ایکا ایکی ہم نے اسے اس کے ماحول سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال باہر کیا۔''

ملٹ نے پوچھا۔ ''وہ شادی شدہ تھا؟''

پروفیسر نے ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ ''اپنی پہلی رخصت کے دوران اس نے شادی کی پھر وہ ویت نام واپس چلا گیا اس کی بیوی اپنے ماں باپ کے پاس مقیم رہی بعد ازاں وہ چارلٹن میں ایک اپارٹمنٹ میں منتقل ہو گئی۔ بروڈی کے سبکدوش ہونے کے تین ماہ بعد دونوں میں طلاق ہو گئی۔''

ملٹ نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ''پروفیسر ہمیں اس عورت کی اشد ضرورت ہے۔''

پروفیسر نے کہا۔ ''ملٹ ضرورت تو ہے لیکن تیسرے فلور کے حکام اسے اب تک قابو کر چکے ہوں گے وہ ہمیں کبھی اس کی ہوا نہیں لگنے دیں گے۔''

ملٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو وقت بتائے گا ہوا انہیں نہیں لگتی یا ہمیں نہیں لگتی۔'' پھر اس نے فون پر ہیری ڈیوٹ سے رابطہ قائم کیا۔ ہیری کو جب اس کی خواہش کا علم ہوا تو اس نے خوب دانت کچکچائے۔ اس کا خیال تھا کہ ملٹ تیسرے فلور پر بیٹھے مگرمچھوں سے اس کی جھڑپ کرا کے رہے گا بہر حال حادثاتی اسکواڈ کے لاڈلے ایجنٹ کی بات اسے ماننا ہی پڑی تھی۔

☆☆☆

روٹ نمبر 60 پر پولیس کاروں اور ایمبولینس گاڑیوں کا ایک بہت بڑا قافلہ رواں تھا، ہارن چیخ رہے تھے، چھتوں پر سرخ رنگ کی روشنیاں گھوم رہی تھیں اس قافلے سے تقریباً 100 گز آگے ایک ٹریلر جا رہا تھا، ٹریلر پر ایف بی آئی کی نمبر پلیٹ لگی ہوئی تھی اس ٹریلر سے کوئی چار فرلانگ کے فاصلے پر ایئر فورس کا ٹریلر اپنے مہلک ہتھیار سمیت سفر جاری رکھے ہوئے تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر تک تھا، بروڈی اس کے پہلو میں تھا، تک کی نگاہیں سڑک پر لیکن ذہن کہیں دور پہنچا ہوا تھا، اسے اپنی دوست جولی کی یاد آ رہی تھی، اس کی غربت سے تنگ آ کر جولی نے اس سے ملنا بہت کم کر دیا تھا۔ پچھلے مہینے تک نے اسے ایک شاپنگ سنٹر میں سے نکلتے دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ نفیس سوٹ پہنے ہوئے ایک ادھیڑ عمر شخص تھا۔

نہ جانے وہ کب تک اپنے خیالوں میں کھویا رہتا۔ بروڈی کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ آگے جا کر انہیں روٹ نمبر 29 پر مڑنا ہے۔ اس راستے پر ایک فلنگ سٹیشن تھا اور بروڈی وہاں سے ایندھن لینا چاہتا تھا جونہی وہ روٹ نمبر 29 پر مڑے ٹرانسمیٹر پر نائٹ اول کی آواز آنے لگی، وہ انہیں بتا رہا تھا کہ اس راستے پر کسی قسم کے حفاظتی انتظامات نہیں ہیں، اس لئے وہ واپس آ جائیں۔ بروڈی نے نائٹ اول کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ وہ انہیں ہر قدم پر ٹوکنے کی کوشش نہ کرے۔ فلنگ سٹیشن پر پہنچ کر بروڈی نے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔ ایک شخص بھاگتا ہوا ان کے پاس پہنچا۔ بروڈی

نے اپنے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے ٹینکی میں تیل بھرنے کا اشارہ کیا۔ اس شخص کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں پھر وہ کچھ سمجھتے ہوئے بولا۔ ''کہیں تم وہی تو نہیں جنہوں نے ایٹمی میزائل اغواء کرلیا ہے۔''

''ہاں، ہم وہی ہیں۔'' بروڈی نے اطمینان سے کہا۔ ''تیل بھرنے کے بعد تم اوپر چڑھ کر میزائل کی بیٹریاں دیکھ سکتے ہو۔''

اس شخص کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ اس نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''بہت بہتر...... میں ابھی اپنے ساتھی کو لے کر آتا ہوں۔'' بروڈی نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور پھر جانے کی اجازت دے دی۔ نک نے پہلو بدل کر کہا۔ ''کرنل! اگر اجازت ہو تو میں لیٹرین سے ہو آؤں۔''

بروڈی نے محتاط نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا اور پھر اسے جانے کی اجازت دیتے ہوئے کہا۔ ''ہوشیار رہنا...... اور واپس آتے آتے کوک کا ایک کریٹ اور کچھ برگر لے آنا۔'' پھر اس نے ٹومی کو ہدایت کی کہ وہ پستول لے کر ٹریلر کے عقب میں چلا جائے اور اردگرد نگاہ رکھے۔ جس وقت سیاہ فام ٹومی کیبن سے باہر آیا ایک ہیلی کاپٹر ان کے سروں پر پھڑ پھڑانے لگا۔ دور اوپر ایک جیٹ جہاز بھی چکر کاٹ رہا تھا، نک نے فلنگ سٹیشن کے کیبن میں داخل ہو کر ایک لڑکی کو برگر تیار کرنے کا آرڈر دیا اور خود کاؤنٹر سے کسی کو رنگ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ پیشاب کا تو اس نے بہانہ ہی بنایا تھا، دراصل اسے جولی شدت سے یاد آ رہی تھی۔ وہ اسے فون کر کے اپنے کارنامے کے بارے میں بتانا چاہتا تھا، دور کہیں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ اس وقت ٹریلر کے عقب میں ایک پولیس کار آ کر رکی اور اس میں سے تین مسلح اہلکار برآمد ہوئے۔ انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو کچھ اشارہ کیا اور بظاہر لاپرواہی سے چلتے ہوئے فلنگ سٹیشن میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے لڑکی سے پوچھا کہ وہ کس کے آرڈر پر برگر بنا رہی ہے۔ لڑکی نے بتایا کہ آرڈر دینے والا شخص پچھلی طرف کاؤنٹر پر کسی کو فون کر رہا ہے، سپاہیوں

کے ارادے خطرناک نظر آ رہے تھے۔ لڑکی نے کہا اگر انہوں نے اس شخص کے ساتھ کچھ مارا ماری کرنی ہے تو کم از کم اسے آرڈر کے پیسے وصول کر لینے دیں۔ سپاہی سنی ان سنی کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

جس وقت وہ کاؤنٹر پر پہنچے نک دوسری طرف منہ کئے کسی سے گفتگو میں مصروف تھا۔ ''جولی...... جولی تم اتنی بڑی خبر پر بھی خوش نہیں ہو۔ ایک ملین ڈالر کچھ کم تو نہیں ہوتے۔ تم دیکھ لینا ہم کامیاب رہیں گے۔''

اتنے میں ایک پولیس افسر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے گھوم کر دیکھا اور ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ آفیسر کے ہاتھ میں پکڑے پستول کا رخ اس کے سینے کی طرف تھا، اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے پرسکون لہجے میں کہا۔ ''یہ پستول اٹھانے سے پہلے بہتر تھا کہ تم اپنے ہیڈ کوارٹر سے ہیلو ہیلو کر لیتے۔''

آفیسر ایک تنومند شخص تھا اس نے مڑ کر اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا اور تضحیک آمیز انداز میں مسکرا کر بولا۔ ''یہ مسخرہ ہے خاندانی مسخرہ۔'' پھر وہ آگے بڑھا اور ریوالور اس کی پیشانی سے چند انچ کے فاصلے پر رکھتے ہوئے بولا۔ ''اگر تم ہڈی پسلی تڑوانے کا ارادہ نہیں رکھتے تو میری ہدایت پر بے چوں و چراں عمل کرو، باہر جا کر اپنے لیڈر کو یہاں بلاؤ۔ اسے کہو کہ تم ٹیلیویژن پر اسے کوئی خاص چیز دکھانا چاہتے ہو۔''

نک نے نفرت سے ہونٹ سکیڑے۔ ''میرا خیال ہے کہ تم جو کرنا چاہتے ہو کر چکو۔''

آفیسر آگے بڑھا اور اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ریوالور کی نال زور سے نک کے چہرے پر ماری۔ اس کے رخسار کا گوشت پھٹ گیا اور خون تیزی سے اس کی قمیص بھگونے لگا۔ نک کا چہرہ پتھر کی طرح سخت ہو رہا تھا۔ ماضی کی تمام محرومیاں ناکامیاں اور رنج جیسے اس ایک لمحے میں اس کی آنکھوں میں سمٹ آئے تھے۔ نتائج سے بے پرواہ ہو کر وہ آفیسر پر پل پڑا۔ اس کے سر کی پہلی ہی زوردار ٹکر نے مدمقابل کے ناک کی ہڈی

توڑ دی۔ وہ ہاتھ پاؤں لہراتا ہوا فرش پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ پچھلا سپاہی صورتحال کو سمجھ کر اپنی جگہ سے حرکت کرتا نک کی ٹانگ لہرائی اور وہ اپنے پیٹ تھامے ہوئے دوہرا ہو گیا، نک کا گھٹنا تیزی سے اٹھا اور اس کے چہرے سے ٹکرایا۔ جونہی اس نے کراہ کر چہرہ سامنے کیا نک نے نہایت سنگ دلی سے اپنی انگلیاں اس کی آنکھوں میں پیوست کر دیں۔ سپاہی نے ایک چیخ ماری اور پیچھے کی طرف الٹ گیا، یہ سب کچھ اتنی دیر میں ہو گیا جتنی دیر میں تیسرے سپاہی نے اعشاریہ 44 کا ریوالور نکال کر سیدھا کیا اس نے دیکھا کہ ہائی جیکر نہایت خطرناک تیوروں کے ساتھ اس کی طرف بڑھ رہا ہے اس کے ہاتھ میں بھی ریوالور چمک رہا تھا لیکن سپاہی چونکہ پہلے ریوالور نکال چکا تھا اس لئے وہ فائر کرنے کیلئے بالکل تیار تھا اس کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور ہائی جیکر کی ناف سے ذرا اوپر ایک سوراخ ہو گیا۔ وہ لمحے کے لئے لڑکھڑایا لیکن پھر سنبھل گیا۔ تب اس کے ریوالور سے بھی جوابی فائر ہوا اور سپاہی اپنی پیشانی پر گولی لگنے کا احساس لئے ہوئے زمین بوس ہو گیا۔

☆☆☆

ٹومی اس وقت بروڈی کی ہدایت کے مطابق ٹریلر کے عقبی حصے کے پاس کھڑا تھا اس نے فلنگ سٹیشن کے اندر دو گولیاں چلنے کی آواز سنی۔ ریوالور بے چینی سے اس کے ہاتھ میں گردش کر رہا تھا۔ بروڈی نے کیبن کی کھڑکی سے سر باہر نکالا اور نک کے بارے میں پوچھا۔ اس سے پہلے کہ ٹومی کوئی جواب دیتا فلنگ سٹیشن کے کیبن کا دروازہ دھماکے سے کھلا اور نک نظر آیا۔ اس نے بایاں پہلو دونوں ہاتھوں سے دبا رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ خون میں رنگین تھے اور وہ بری طرح لڑکھڑا رہا تھا۔

ٹومی تیزی سے آگے بڑھا اور اسے سہارا دے کر ٹریلر تک لے آیا۔ ہیلی کاپٹر بہت نیچی پرواز کر کے صورتحال سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیبن میں پہنچ کر ٹومی نے نک کو بستر پر لٹا دیا۔ ہیری اسے ابتدائی طبی امداد فراہم کرنے لگا۔ اس وقت ٹرانسمیٹر پر ایک بے

ہنگم شور برپا تھا۔ ایف بی آئی، سی آئی اے اور دوسرے محکموں کے ایجنٹ رنگ رنگ کی بولیاں بول رہے تھے پھر کلک کی آواز آئی اور نائٹ اول نے بلیو ایگل کو مخاطب کیا۔ وہ فلنگ سٹیشن پر ہونے والی گڑبڑ کے بارے پوچھ رہا تھا۔ بروڈی نے زہریلے انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تو تمہیں کچھ معلوم نہیں نائٹ اول، اتنے بھولے مت بنو تم نے ہمارے ایک ساتھی کو شدید زخمی کر دیا ہے۔ اب نتائج بھگتنے کیلئے تیار ہو جاؤ اوور''

''بلیو ایگل! یقین کرو ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ ایک پٹرول کار اس جگہ موجود ہے جہاں اسے نہیں ہونا چاہئے۔ اس حادثے پر ہمیں افسوس ہے۔ اوور۔''

''نائٹ اول۔ میں پھر بات کروں گا اس وقت میرا آدمی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ اوور!''

''بلیو ایگل، تم زخمی ساتھی کو سڑک پر ڈال دو ہم دس منٹ کے اندر اسے ہسپتال پہنچا دیں گے، اوور۔''

بروڈی سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے نک کی طرف دیکھا اس کی آنکھیں نیم وا تھیں اور چہرہ خون کے اخراج کی وجہ سے زرد ہو رہا تھا۔ اس نے کمزور انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے بروڈی کو بتایا کہ وہ جانا نہیں چاہتا وہ یہیں ان کے ساتھ ٹرک میں رہے گا۔ بروڈی نے بٹن دبا کر کہا۔ ''نائٹ اول فی الحال ہم اس بارے میں سوچ رہے ہیں...... لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو۔ اگر اب ہم پر فائر ہوا تو امریکہ کے نقشے پر ایک ریاست صاف ہو جائے گی۔ اوور اینڈ آل۔''

ٹرانسمیٹر پر کچھ دیر لہروں کا شور سنائی دیتا رہا پھر کلک کی آواز کے ساتھ ایک مانوس آواز سنائی دی۔ ''ہیلو بلیو ایگل! میں تمہارا دوست روڈ ہاگ بول رہا ہوں شاید تمہیں کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے، اوور۔''

بروڈی نے کچھ دیر توقف کیا پھر بولا۔ ''ہیلو روڈ ہاگ میں نیوک ڈیوک مخاطب ہوں ایک چھوٹا سا مسئلہ پیش آیا تھا ہم اس سے نبٹنے کی کوشش کر رہے ہیں، اوور۔''

"بلیو ایگل میں تمہارے پیچھے ایک میل کے فاصلے پر آ رہا ہوں اگر تم پسند کرو تو تمہارے قریب آ جاؤں شاید میں تمہارے کسی کام آ سکوں، اوور۔"

"روڈ ہاگ۔ تم پہلے ہی ہمارے بہت قریب ہو۔ ہمارے ساتھ نو میگاٹن وزن کی بلا ہے تمہیں چاہئے کہ اس بلا سے کم از کم دس میل کے فاصلے پر رہو۔" روڈ ہاگ ابھی مزید گپ شپ کے موڈ میں نظر آتا تھا لیکن بروڈی نے پھر بات کرنے کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

☆☆☆

ہیری ڈیوٹ نے ہوشیاری سے منصوبہ بندی کی تھی اور کرنل بروڈی کی سابقہ بیوی لینڈا این تیسرے فلور پر پہنچنے کی بجائے چھٹے فلور پر پہنچ گئی تھی۔ ہیری کو علم تھا کہ لینڈا کو واشنگٹن لانے والے ایجنٹ سرگرمی سے ان افراد کو تلاش کر رہے ہوں گے جو خود کو ایف بی آئی کے خاص نمائندے ظاہر کر کے لینڈا کو لے اڑے تھے پھر بھی اسے یقین تھا کہ لینڈا کا سراغ ملتے ملتے پروفیسر کلاول اور ملٹ اپنا مطلب نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس وقت لینڈا پروفیسر کلاول اور ملٹ کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کرنل بروڈی نے جانے ایسا کون سا کام کیا ہے جس کی وجہ سے ایف بی آئی کے عقاب اسے دفتر سے اچک کر واشنگٹن لے آئے ہیں۔ وہ جانتی تھی کہ ہزار خامیوں کے باوجود بروڈی مجرمانہ ذہنیت کا مالک نہیں، کبھی کبھی وہ اس بات پر فخر بھی محسوس کیا کرتی تھی۔ پچھلے پانچ سال سے اس کی بروڈی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ بروڈی سے علیحدہ ہو کر اس نے دوسری شادی کر لی تھی۔ اس کا دوسرا خاوند ایک سال پہلے زبان کے کینسر میں مبتلا ہو کر انتقال کر چکا تھا وہ ویسٹ ورجینا کے ایک دفتر میں ملازم تھی اور اپنے گزارے لائق کما لیتی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا معاملہ ہے۔ وہ کتنی ہی دیر سے سوالیہ نظروں سے پروفیسر کلاول اور ملٹ کے چہروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

وہ دونوں انہماک سے کچھ کاغذات دیکھنے میں مصروف تھے پھر پروفیسر نے اپنا سر اٹھایا اور لینڈا کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "مس! یہ تو تمہیں معلوم ہو ہی چکا ہے کہ ہم ایف بی آئی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس وقت ہم نے تمہیں کچھ ضروری معلومات حاصل کرنے کیلئے تکلیف دی ہے ہم تمہارے سابقہ خاوند کے بارے میں تفصیل سے جاننا چاہتے ہیں۔"

لینڈا نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "جناب! میں آپ سے ہر ممکن تعاون کروں گی۔ پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ بروڈی نے کیا کیا ہے؟"

پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہت عمدہ اور بروقت سوال ہے۔" پھر اس نے مختصر الفاظ میں ٹائیٹان میزائل کے اغواء کا واقعہ لینڈا کے گوش گزار کر دیا۔

لینڈا سر جھکائے خاموشی سے سنتی رہی۔ پروفیسر کے خاموش ہونے پر اس نے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں تشویش کے سائے لہرا رہے تھے، نہایت گھمبیر لہجے میں اس نے کہا۔ "جناب اگر واقعی بروڈی نے میزائل اغواء کیا ہے تو پھر آپ بلا توقف اس کے مطالبات تسلیم کر لیں۔"

"لیکن کیوں؟" پروفیسر نے پوچھا۔

لینڈا نے کہا۔ "اس لئے جناب کہ بروڈی کبھی جھوٹی دھمکی نہیں دیتا۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ وہ پوکر میں دنیا کے ماہر ترین کھلاڑیوں میں سے ایک ہے۔ وہ اتنے مضبوط ارادے کا مالک ہے کہ شاید آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

ملٹ کو اپنے اعصاب پر خوف سا سوار ہوتا محسوس ہوا۔ پروفیسر کی نگاہوں سے بھی بے چینی جھانک رہی تھی۔ اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور بولا۔ "مسز بروڈی ہم آپ سے بہت اچھے طرز عمل کی توقع کر رہے ہیں، آپ ہمیں بروڈی کے بارے میں ہر بات تفصیل سے بتائیں۔ صرف آپ ہی ہیں جو اس کی زندگی کے تاریک گوشوں کو بے نقاب کر کے اس بحران کے حل میں مدد دے سکتی ہیں۔"

لینڈا نے کہا۔ "بس میں تو پھر یہی کہوں گی آپ اس کے مطالبے مان لیں۔ وہ جتنا بھی مانگتا ہے اسے دے دیں ایک ملین دس ملین ایک بلین۔"

ملٹ نے کہا۔ "مسز بروڈی معاملہ اتنا آسان نہیں ہے اگر صرف اتنی سی بات ہوتی تو میں اس وقت اپنے گھر میں آرام کر رہا ہوتا اور آپ تیسرے فلور پر ہوتیں۔ دراصل ہم دونوں نے اندازہ لگایا ہے کہ بروڈی واشنگٹن پہنچ کر کوئی خطرناک کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں صدر امریکہ سے وائٹ ہاؤس کے دروازے پر ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ شاید وہ پورے واشنگٹن کو اڑانے کا منصوبہ رکھتا ہے۔"

لینڈا کی آنکھوں میں ایک بچے کا سا خوف اور حیرت نظر آ رہی تھی۔ کتنی ہی دیر وہ کچھ نہ بول سکی۔ پروفیسر اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے مشفقانہ انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔ "لینڈا ہمارے پاس بہت کم وقت ہے تم ہماری اکلوتی امید ہو اپنے ذہن پر اور دے کر ایسی باتیں یاد کرنے کی کوشش کرو جن سے بروڈی کی زندگی اور رویئے پر زیادہ سے زیادہ روشنی پڑ سکے۔ ہمارا خیال ہے اس کی ناراضگی اور بغاوت کی جڑ ویت نام کی مٹی میں کہیں دبی ہوئی ہے۔ ایسے واقعات یاد کرنے کی کوشش کرو جو ویت نام کے حوالے سے اس نے تمہیں سنائے ہوں یا تم نے کسی سے سنے ہوں۔"

لینڈا کسی گہری سوچ میں ڈوبی ماضی کے اوراق پلٹ رہی تھی۔ اس کی انگلیاں ایک دوسرے سے الجھ رہی تھیں پھر اس نے بولنا شروع کیا۔ "جب کرنل پہلی دفعہ ویت نام سے واپس آیا تو میں نے اس میں کوئی خاص تبدیلی محسوس نہیں کی۔ ہاں چہرے کے نقوش میں تھوڑی سی سختی آ گئی تھی۔ مزاح کی حس جوں کی توں برقرار تھی، بات بات پر قہقہہ اور دلچسپ فقرے اس کی گفتگو کا طرۂ امتیاز تھے۔ تقریباً تین ماہ بعد ہم نے شادی کر لی، شادی کے وقت میری عمر انیس سال تھی۔ شادی کے بعد دو مہینے ہم نے بہت خوش و خرم گزارے پھر بروڈی کی تعطیلات ختم ہو گئیں اور وہ دوبارہ ویت نام چلا گیا۔ شادی کے دو ہی ماہ بعد میں اپنے گھر میں تنہا رہ گئی۔ میں نے کوئی ڈیڑھ سال تک تنہائی کا

عذاب کاٹا پھر ایک روز خط ملا کہ بروڈی واپس آ رہا ہے۔ اس کے آنے سے پہلے میں اپنے گھر واپس چلی گئی میں نے گھر کو صاف کرنے کے بعد نئے سرے سے آراستہ کیا۔

"بروڈی کے آنے پر ساری رونقیں لوٹ آئیں پہلے پہل مجھے بروڈی کے رویئے میں کچھ تبدیلی محسوس ہوئی۔ وہ باتیں کرتے کرتے کہیں کھو جاتا تھا، کبھی رات سوتے میں بڑبڑانے لگتا، اٹھتا تو اس کا جسم پسینے میں تربتر ہوتا۔ کبھی یوں محسوس ہوتا جیسے اس کا جسم تو میرے پاس ہے لیکن ذہن ویت نام میں بھٹک رہا ہے۔ مزاح کی حس بھی کافی کم ہو گئی تھی لیکن پھر جلد ہی اس نے خود پر قابو پا لیا۔ رفتہ رفتہ وہ نارمل ہونے لگا ایک دفعہ اس نے مجھے واقعہ سنایا کہ کس طرح سائیگان کے ایک نواحی گاؤں پر قبضے کے بعد کچھ بدکردار امریکی فوجیوں نے تین جوان لڑکیوں کو مقامی پگوڈا میں لے جا کر ہوس کا نشانہ بنایا۔ جب بروڈی اپنے سپاہیوں کے ساتھ اس جگہ پہنچا تو یہ شیطان صفت افراد دو لڑکیوں کی جان سے کھیل چکے تھے جبکہ ایک آخری سانسیں لے رہی تھی۔ بروڈی یہ نظارہ برداشت نہ کر سکا۔ اس نے اپنے تھیلے میں سے دو دستی بم نکالے اور یکے بعد دیگرے پگوڈا پر پھینک دیئے۔ دس امریکی فوجیوں میں سے صرف دو ملبے میں سے باہر نکل سکے، بروڈی نے ان دونوں کو بھی گولیوں سے چھلنی کر دیا، بروڈی کی شخصیت اتنی بااثر تھی کہ اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے بھی ہائی کمان سے اس واقعے کا ذکر نہ کیا۔"

لینڈا کچھ دیر کے لئے خاموش ہو کر خیالوں کو مجتمع کرتی رہی پھر بولی۔ "وہ دن اپنے دامن میں بہت سی خوشگوار یادیں سمیٹے ہوئے ہیں۔ اس دفعہ بروڈی اپنے بازو پر گولی کا ایک زخم بھی لے کر آیا تھا تقریباً آٹھ ہفتے بعد اس کا زخم ٹھیک ہو گیا اور ڈاکٹروں نے اسے فرائض کی ادائیگی کے لئے فٹ قرار دے دیا اس نے چارلسٹن کے میرین بیس میں ڈیوٹی پر جانا شروع کر دیا۔ شام کو چھٹی کے بعد وہ گھر آ جاتا مہینے میں تین دن کی چھٹی بھی ہوتی تھی ہم زندگی سے بھرپور لطف اٹھا رہے تھے یہ امید بھی پیدا ہو چلی تھی کہ ویت نام کی جنگ ختم ہو جائے گی اور وطن سے دور جانے کا خطرہ ہمیشہ کیلئے سر سے ٹل

جائے گا لیکن اس سال سردیوں میں حالات پھر خراب ہونے لگے۔ چین اور روس مل کر کمیونسٹ عناصر کی مدد کر رہے تھے، جنگ کی بھٹی پھر دہکنے لگی۔ جنوری 1974ء میں بروڈی پھر ویت نام چلا گیا۔ اس دفعہ اس کی واپسی جنگ کے خاتمے پر یعنی جون 1975ء میں ہوئی۔ جب وہ گھر پہنچا تو میں اسے دیکھ کر حیران رہ گئی وہ ایک بدلا ہوا شخص تھا اس کی بات چیت چال ڈھال شکل و شباہت سب کچھ بدلا ہوا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں ایک اجنبی شخص سے مل رہی ہوں۔ اس کی واپسی کے بعد ہم نے تین مہینے اکٹھے گزارے لیکن یہ میری زندگی کا اذیت ناک ترین دور تھا۔ بروڈی کی سرد مہری اور غصیلے پن نے گھر کا ماحول تباہ کر کے رکھ دیا۔ میرے ذرا سے احتجاج پر وہ فرنیچر اور برتن توڑنے پر آمادہ ہو جاتا تھا، چھوٹی چھوٹی بات پر چیخنا چلانا اس کا معمول بن گیا تھا۔ راتوں کو سوتے میں وہ نہ جانے کن عذابوں میں گرفتار رہتا تھا۔ اس کے حلق سے غراہٹیں بلند ہوتیں اور ہاتھ جارحانہ انداز میں متحرک رہتے، طلاق سے ایک ماہ پہلے میں اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی۔ طلاق کے بعد صرف ایک دفعہ اس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے ایک تقریب میں مجھے مدعو کیا لیکن طویل جدائی کے باوجود میں اس کیلئے اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ محسوس نہ کر سکی۔ اس کی صرف ایک بات مجھے اچھی لگی۔ تقریب سے رخصتی کے وقت اس نے میری ٹھوڑی کو چھوتے ہوئے کہا تھا کہ لینڈا ہم دونوں ویت نام کی جنگ کے گھائل ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ مجھے تمغوں سے نوازا گیا ہے......"

☆☆☆

ہیری ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ بروڈی اس کے ساتھ بیٹھا ایک نقشے پر غور کر رہا تھا۔

ہیری کو بار بار ہارن بجانا پڑ رہا تھا۔ بروڈی نے نقشے سے سر اٹھایا، سڑک کے دونوں اطراف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لوگوں کی ٹکڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ یہ سلسلہ پچھلے دو گھنٹوں سے چل رہا تھا۔ پہلے تو اکا دکا افراد نظر آتے تھے لیکن اب تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ذرائع ابلاغ کے واویلے نے اثر دکھانا شروع کر دیا تھا اور لوگ اغواء شدہ میزائل کی

جھلک دیکھنے کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ بروڈی سوچ رہا تھا کہ اگر شائقین کی تعداد میں اسی طرح اضافہ ہوتا رہا تو ان کیلئے سخت مشکل ہو جائے گی۔ اس وقت چند نوجوان چوتھائی سڑک کو گھیرے کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں گلدستے نظر آ رہے تھے۔ جونہی ٹریلر قریب سے گزرا، انہوں نے نعرے لگائے اور پھول ان کے راستے میں پھینک دیئے لیکن ان سے تھوڑا آگے ایک دوسرا گروہ بالکل مختلف جذبات کا اظہار کر رہا تھا۔ وہ مخالفانہ نعرے لگا رہے تھے اور ہوا میں مکے لہرا لہرا کر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر رہے تھے۔ ایک موڑ پر کسی تعلیمی ادارے کی لڑکیاں کھڑی نعرے لگا رہی تھیں۔ "گو......گو!" اب اس گو کے دو معنی ہو سکتے تھے۔ ایک تو یہ کہ واشنگٹن جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں، دوسرے یہ کہ کنٹکی ریاست سے باہر نکلو۔ جب سے نک زخمی ہوا تھا، اس کا دوست ہیری سخت طیش میں دکھائی دیتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سڑک روکنے والوں پر بے دریغ ایکس ایم 18 کا فائر کھول دیا جائے۔ بروڈی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

ٹومی ایئر فون سر پر چڑھائے سی بی چینل سن رہا تھا۔ نائٹ اول کی آواز سن کر اس نے ایئر فون اتارا اور سپیکر کا بٹن دبا دیا۔ نائٹ رول کی آواز کیبن میں گونجی "ہیلو بلیو ایگل، تمہارے لئے ایک اہم اطلاع ہے...... میرا خیال ہے کہ رازداری کیلئے ہم چینل نمبر 2 پر گفتگو کریں اوور!"

"نائٹ اول مجھے رازداری کی نہیں تشہیر کی ضرورت ہے۔ تم اسی چینل پر گفتگو کرو اور سارے ہم وطنوں کو سننے دو، کہو کیا کہنا چاہتے ہو اوور!"

مخاطب شاید ذہن میں الفاظ ترتیب دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔ "بلیو ایگل اعلیٰ حکام ایف بی آئی کی بلڈنگ میں کافی دیر سے صلاح مشورے میں مصروف تھے۔ اب مجھے اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ میں تمہارے مطالبات کے بارے میں تم سے بات چیت کروں...... تمہارا پانچ ملین ڈالر کا مطالبہ منظور کر لیا گیا ہے، یہ رقم استعمال

شدہ بلوں، کیش ہونے والے بانڈز یا قیمتی پتھروں کی صورت میں تمہیں فراہم کر دی جائے گی۔ تمہارے تجویز کردہ مقام پر ہم ایک ہیلی کاپٹر اتار دیں گے۔ یہ ہیلی کاپٹر تمہیں لوائرول ایئر پورٹ پر لے جائے گا وہاں ایک جیٹ جہاز تیار کھڑا ہوگا تمہارے وہاں پہنچنے کے پانچ منٹ بعد جہاز پرواز کر جائے گا...... ہر کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوگا کرنل۔ جو بھی چیز تمہیں چاہئے اس کا نام لو، مہیا کر دی جائے گی۔ بولو اب کیا کہتے ہو؟''

ہیری نے پرمسرت نظروں سے بروڈی کی طرف دیکھا۔ ''کرنل، انہوں نے تمہارے مطالبے مان لئے ہیں۔ میرا خیال ہے وہ جھوٹ نہیں بول رہے۔''

بروڈی کا چہرہ جذبات سے عاری تھا اس نے ہیری کی بات نظرانداز کرتے ہوئے نائٹ اول سے کہا۔ ''ہیلو نائٹ رول! تم نے ابھی مجھے کرنل کہہ کر مخاطب کیا ہے...... کیوں؟ اس کا مطلب ہے تمہارے ہیلی کاپٹر ہماری تصویریں اتار رہے ہیں اور ان تصویروں کے ذریعے تم ہمارے ریکارڈز کی چھان بین میں مصروف ہو مجھے الو بنانے کی کوشش مت کرو نائٹ اول۔ میں واشنگٹن میں بیٹھے گنجے سروں والوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اوور!''

''بلیو ایگل تمہارے بارے میں چھان بین کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم تمہارے مطالبات ماننے میں مخلص نہیں ہیں اوور۔''

''مجھے سبق مت پڑھاؤ نائٹ اول، مجھے خبر ہے کہ اس ٹریلر سے دس گز دور پہنچنے پر تم ہم سب کو گولیوں پر رکھ لو گے اور اخباروں میں امریکہ کے جیالے محافظوں کی تصویریں چھاپ کر فتح کے شادیانے بجاؤ گے، اوور۔''

''بلیو ایگل ہم ایسا کچھ نہیں چاہتے۔ ہم صرف اس میزائل کی واپسی چاہتے ہیں۔ اگر اس کیلئے ہمیں پانچ ملین ڈالر اور ایک ہوائی جہاز دینا پڑتا ہے تو ہم بخوشی تیار ہیں۔ ہم اس معاملے کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اوور!''

''نائٹ اول، تم جس سیٹ پر بیٹھے ہو میں بھی یہاں بیٹھ چکا ہوں۔ مجھے معلوم

ہے جب اوپر سے جھوٹ بولنے کا حکم آئے تو جھوٹ بولنا کتنا آسان ہو جاتا ہے، اوور۔''

''کرنل! تم میری بات کا یقین کیوں نہیں کر رہے، اوور!''

بروڈی غرایا۔ ''تم نے پھر مجھے کرنل کہا نائٹ اول! کرنل نہیں صرف ڈیوک نیوک کہو۔ اوور!''

''او کے ڈیوک نیوک...... ہمیں بتاؤ کہ تم آخر چاہتے کیا ہو؟ اگر تم کچھ قواعد وضع نہیں کرو گے تو مسئلہ کس طرح حل ہوگا؟''

بروڈی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا، وہ ہمہ تن اس کی طرف متوجہ تھے۔ اس نے ہیری کی طرف دیکھ کر ایک آنکھ دبائی اور مسکرا دیا پھر سنجیدہ لہجے میں بولا۔ ''تو تم ''قواعد'' چاہتے ہو نائٹ اول۔ ٹھیک ہے، نوٹ کرو۔ ضابطہ نمبر ایک ہمارے راستے سے دور ہٹ جاؤ، اگر کوئی ہمارے سامنے آیا تو چھلنی کر دیں گے۔ ضابطہ نمبر 2 ٹریلر واشنگٹن پہنچنے سے پہلے نہیں رکے گا اور جب ہم واشنگٹن پہنچیں صدر امریکہ کو وائٹ ہاؤس میں موجود ہونا چاہئے۔ ضابطہ 3۔ تمہارے لئے بہتر ہے کہ ہمارے زیر استعمال چینلز کو جام کرنے کی کوشش ترک کر دو۔ اگر مجھے ذرائع مواصلات کو پوری طرح استعمال کرنے کا حق نہ دیا گیا تو میں گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دوں گا اور واشنگٹن پہنچنے تک کوئی بات نہیں کروں گا۔ ضابطہ 4۔ اگر اب ہمارے خلاف کسی قسم کی کارروائی کی گئی تو میں ایک لمحہ بھی نہیں سوچوں گا اور بٹن دبا دوں گا...... اوور اینڈ آل۔'' بروڈی نے رابطہ منقطع کر کے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے بجھے ہوئے تھے۔ بروڈی جانتا تھا وہ کیا سوچ رہے ہیں۔ ٹومی نے دبے الفاظ میں احتجاج بھی کیا اس کا خیال تھا کہ نائٹ اول کی پیشکش کوئی ایسی بری نہیں۔ ہیری نے بھی نک کی تشویشناک حالت کا ذکر کیا۔

اس نے کہا۔ ''نک کے گردے کے قریب ایک مٹھی جتنا بڑا سوراخ ہو گیا ہے یہ معجزہ ہے کہ وہ اب تک سانس لے رہا ہے۔ اسے علاج کی فوری ضرورت ہے۔''

بروڈی نے جواب میں کہا۔"وہ خود ہمارے ساتھ رہنا چاہتا ہے اور ایک لحاظ سے وہ ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔ ایف بی آئی والوں کو اس کی زندگی کی اتنی ضرورت نہیں جتنی ہم سب کی موت کی ہے۔ وہ اس سے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

جنک نے کرنل کی تائید میں سر ہلایا۔کرنل کی آنکھوں میں عجیب طرح کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ اس نے کہا"دوستو! دولت کی پرواہ نہ کرو۔ یہ تو ہمارے پیچھے پیچھے آئے گی۔ ہمارا اولین مقصد واشنگٹن پہنچنا ہے اور یہ مقصد ہم پورا کر کے رہیں گے۔"

اس کے ساتھی گہری نظروں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن اس کے تاثرات سے اس کے دل کا حال جاننا تقریباً ناممکن تھا۔ اتنے میں سی بی ریڈیو جاگ اٹھا"یہ پال الیگزینڈر ہے۔ این بی سی نیوز سے۔ ہیلو کرنل بروڈی!"

بروڈی نے سوئچ آن کرتے ہوئے کہا۔"کہو میں بروڈی بول رہا ہوں کیا مسئلہ ہے تمہارا؟"

"کوئی مسئلہ نہیں ہے کرنل۔ اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں این بی سی نیوز کیلئے تمہارا انٹرویو ریکارڈ کرنا چاہتا ہوں۔"

کرنل نے پوچھا کہ اس نے ان سے رابطہ کس طرح قائم کیا ہے۔ این بی سی کے نمائندے نے بتایا کہ وہ اس وقت ایک چھوٹے سے جہاز سے بول رہا ہے جو ان کے ٹریلر سے آدھ میل کے فاصلے پر محو پرواز ہے۔ کرنل نے پوچھا کہ اوپر سے وہ کیسے نظر آ رہے ہیں۔ نمائندے نے جہاز سے نظر آنے والے منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہا۔

"ٹریلر کے آگے اور پیچھے پولیس کی گاڑیوں کا زبردست اجتماع ہے تقریباً پانچ میل آگے نیشنل پارک کے قریب لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا ہے۔ پولیس سوچ رہی ہے کہ ٹریلر کو ہجوم سے بچانے کیلئے"بائی پاس" کے ذریعے لے جایا جائے۔ تمہارے عقب میں پولیس کی گاڑیوں کے پیچھے نجی گاڑیوں کی ایک طویل قطار آ رہی ہے۔ ان گاڑیوں میں

زیادہ تر بے فکرے قسم کے افراد ہیں۔ یہ لوگ تمہیں کوئی نجات دہندہ قسم کی چیز سمجھ رہے ہیں۔ کرنل تم اس صورت حال پر کیا محسوس کر رہے ہو کیا تم بھی خود کو نجات دہندہ سمجھتے ہو؟"

کرنل نے مسکراتے ہوئے کہا۔"اگر نجات دہندہ یا مسیحا کسی پیغام لانے والے کو کہتے ہیں تو پھر شاید میں بھی اس قسم کی کوئی چیز ہوں۔"

نمائندے نے پوچھا۔"کیا یہ درست ہے کرنل کہ تم پانچ ملین ڈالر اور ایک طیارے کا مطالبہ کر رہے ہو؟"

کرنل نے کہا۔"بالکل صدر امریکہ سے ملاقات کے بعد ہم ان چیزوں کو ضروری تصور کریں گے۔"

"لیکن صدر امریکہ سے ملاقات کیوں؟"

بروڈی نے ایک طویل سانس لی۔"صدر امریکہ سے ملاقات اس لئے کہ وہ ملک کی بااختیار ترین شخصیت ہے۔ وہی ہے جو وائٹ ہاؤس میں اس بٹن پر انگلی رکھے بیٹھا ہے جس سے دنیا کی تقدیر وابستہ ہے۔ اسی نے ایک دن ان مہلک ایٹمی میزائلوں کو پرواز کا حکم دینا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کرنل تم اسلحہ سازی کے موجودہ رجحان کے خلاف احتجاج کرنا چاہتے ہو؟"

"شاید ایسا ہی ہے...... تم ویت نام کے بارے جانتے ہو؟ چند دانشوروں نے پورے جنوب مشرقی ایشیا کو جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا۔ میں پوچھتا ہوں کس لئے؟ کس لئے اتنی گولیاں چلیں، اتنے نیپام بم پھٹے، اتنی لاشیں گلیوں میں تڑپیں اتنے معصوم بچوں کے ٹکڑے فضاء میں بکھرے، کس لئے ہم نے یہ قتل عام کیا؟"

"تو کرنل تم ویت نام کے بارے میں احتجاج کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں دوست! یہ احتجاج نہیں یہ فیصلہ ہے اور کل تمام امریکی اس فیصلے سے آگاہ

ہو جائیں گے۔ میں جانتا ہوں یہ فیصلہ سنانے کیلئے واشنگٹن سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں۔ یہ بااختیار لوگوں کا شہر ہے یہاں کے باشندے طاقت سے کھیلتے ہیں...... اور کل میں ان تمام باشندوں کو واشنگٹن میں دیکھنا چاہتا ہوں...... سب کو اطلاع دے دو کوئی بھاگنے کی کوشش نہ کرے، روزمرہ کا کام جاری رکھیں، میں کل ان سے وائٹ ہاؤس کے سامنے کچھ باتیں کروں گا۔“

این بی سی کے نمائندے نے محتاط انداز میں پوچھا۔ ”اور اگر لوگوں نے آپ کے کہنے پر عمل نہ کیا اور شہر چھوڑ گئے تو؟“

”تو تم اچھی طرح جانتے ہو ”ٹائٹان“ میزائل کو فوجی حلقوں میں کس نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسے ”تباہ کار“ کہا جاتا ہے۔ اگر میری بات پر عمل نہ کیا گیا تو وائٹ ہاؤس کے گرد تیس تیس میل تک ہر شے نابود ہو جائے گی۔ اوور اینڈ آل۔“

ٹرانسمیٹر بند کر کے اس ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ان کے چہروں سے الجھن ظاہر ہو رہی تھی۔ ہیری نے کہا۔ ”کرنل ہماری جدوجہد کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ایک ایک ملین ڈالر حاصل کر کے ہم بخیر عافیت ملک سے نکل جائیں لیکن پتہ نہیں تم نے ویت نام کا مسئلہ کیوں کھڑا کر دیا۔ ٹھیک ہے ہم نے وہاں لوگوں کی جانیں لیں لیکن اگر ہم ان کی جانیں نہ لیتے تو وہ ہماری جانیں لے لیتے، میدان جنگ میں تو یہی کچھ ہوتا ہے۔“

برو ڈی کی ساری توجہ کھڑکی سے باہر تھی۔ ہیری کے سوا باقی دونوں ہائی جیکر بھی کھڑکی سے باہر دیکھ رہے تھے۔ پچھلے دس منٹ سے موٹر سائیکل سوار نوجوانوں کا ایک گروہ ٹریلر کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ یہ لوگ شاید ارد گرد درختوں میں چھپے ہوئے تھے۔ جونہی ٹریلر ان کے قریب سے گزرا تھا وہ نعرے لگاتے ہوئے سڑک پر چلے آئے تھے۔ آہستہ آہستہ ان کا حوصلہ بڑھ گیا تھا اور اس وقت وہ ٹریلر کے بالکل قریب آ گئے تھے۔ چار سوار ان کے آگے آگے چل رہے تھے۔ ہیری کے بار بار ہارن دینے کے باوجود موٹر سائیکلوں کو لہرا رہے تھے اور مڑ مڑ کر ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ان کے مخالفانہ نعروں کی آواز وہ کیبن میں صاف سن رہے تھے۔ برو ڈی کے چہرے پر عجیب قسم کی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے اسلحے کے ڈبے سے تین راکٹ نکال کر ایکس ایم 18 لانچر میں لوڈ کئے پھر اس نے لانچر ٹومی کو تھماتے ہوئے کہا۔ ”یہ گیس والے راکٹ ہیں ان نوجوانوں کی مستی دور کرنے کیلئے ٹھیک رہیں گے۔“

ٹومی نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے لانچر کھڑکی سے باہر نکال کر اس کا رخ موٹر سائیکل سواروں کی طرف کیا۔ انہوں نے خوفزدہ ہو کر اپنی رفتار تیز کر دی اور ٹریلر سے کافی آگے نکل گئے جب ٹریلر سے ان کا فاصلہ کوئی 200 میٹر ہو گیا تو ٹومی نے ٹریگر دبا دیا، راکٹ نوجوانوں کے سامنے سڑک سے ٹکرایا...... لیکن یہ کیا؟ یہ تو اصلی راکٹ تھا ایک دھماکے سے تین نوجوانوں کے ٹکڑے اڑ گئے، ان کی موٹر سائیکلیں آگ میں لپٹی ہوئی دور تک گھسیٹتی چلی گئیں ایک موٹر سائیکل سوار قلابازیاں کھاتا ہوا نشیب میں جا گرا وہ جب اٹھا تو اس کے سینے سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا۔ ٹریلر دندناتا ہوا ان کے قریب سے گزرا، باقی کے لڑکے حیرت سے بت بنے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ برو ڈی کے چہرے پر سفاک مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ ٹومی نے راکٹ لانچر فرش پر رکھ دیا تھا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور وہ سوالیہ نگاہوں سے کرنل برو ڈی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کرنل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ہاں ٹومی یہ اصلی راکٹ تھا لیکن ان لڑکوں سے کس نے کہا تھا کہ وہ یہاں آئیں اور ہمارے ساتھ آنکھ مچولی کھیلیں۔ کس نے دعوت دی تھی انہیں یہاں آنے کی...... ہماری بار بار کی تنبیہ کے باوجود وہ باز کیوں نہیں آئے؟ میرا خیال ہے اب تم ویت نام کی صورتحال کو سمجھ گئے ہو گے۔“

کیبن میں خاموشی طاری تھی۔

☆☆☆

دروازہ ایک دھماکے سے کھلا۔ ملٹ نے چونک کر دیکھا، آخر وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ میکس فیلڈ مین ان کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ”تو یہ لڑکی یہاں موجود

ہے اور اس کیلئے ہم پورے واشنگٹن کی خاک چھان چکے ہیں۔"

ملٹ کو اطمینان تھا کہ بیوریو کا چیف ہنری ڈیوٹ کمرے میں موجود تھا۔ اس کے ہوتے فیلڈ مین اس کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ فیلڈ مین اور ہنری میں لڑکی کی ملکیت پر گرما گرم بحث شروع ہو چکی تھی اور ملٹ اطمینان سے چھت کو گھور رہا تھا۔ لینڈا حیران و پریشان کبھی ملٹ اور کبھی دونوں برسرپیکار آفیسرز کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ہنری فیلڈ مین کو سمجھا رہا تھا کہ تیسرے فلور سے کہیں زیادہ اس لڑکی کی ضرورت چھٹے فلور پر ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ "نفسیاتی یونٹ" لڑکی سے اہم معلومات حاصل کر رہا ہے۔ فیلڈ مین سرے سے کسی نفسیاتی یونٹ کو ہی نہیں مان رہا تھا اس کا کہنا تھا۔ اس بیوریو میں اس قسم کا کوئی یونٹ کام نہیں کر رہا۔ ہنری نے اس کو آنکھیں دکھا کر بتایا کہ اس نے خود نفسیاتی یونٹ تشکیل دیا ہے اور وہ اس کے سامنے کام کر رہا ہے۔ فیلڈ مین نے بیزاری سے کہا۔ "ہنری، لڑکی غائب کر کے ہمارا وقت ضائع کرنے کے علاوہ کیا کام کیا ہے تمہارے نفسیاتی یونٹ نے؟"

ہنری نے ملٹ کو اشارہ کیا اس نے چھت کو گھورنا ترک کیا اور ٹرانسمیٹر پر کسی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کرنل براڈی سے اس کا رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے "روڈ ہاگ" بڑے دوستانہ انداز میں کرنل سے گفتگو کی۔ اس کی بات چیت سے ظاہر تھا کہ براڈی اس پر اعتماد کر رہا ہے۔ جب ملٹ نے گفتگو ختم کی تو فیلڈ مین قدرے نرم پڑ چکا تھا اس نے کہا۔ "لیکن تم روڈ ہاگ کیسے ہو سکتے ہو۔ وہ سی بی چینل پر بول رہا ہے ہائی جیکروں سے زیادہ سے زیادہ ایک میل کے فاصلے پر ہے۔"

ملٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جناب یہ سب کچھ ایک مواصلاتی سیارے کے ذریعے ہو رہا ہے۔ ہماری گفتگو اس مواصلاتی سیارے کے ذریعے ایک ٹریلر میں پہنچ رہی ہے۔ یہ ٹریلر ہائی جیکروں کے پیچھے چند میل کے فاصلے پر آ رہا ہے۔ ہائی جیکر یہی سمجھ رہے ہیں کہ کوئی خوش باش ڈرائیور ان کے معاملے میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

ہیری نے فیلڈ مین کو ڈھیلا پڑتے دیکھا تو کہا دوست تم نفسیاتی یونٹ کی کارکردگی سے مایوس نہیں ہو گے۔ اگر ہم ہائی جیکروں کو قابو نہ کر سکے تو بھی چند گھنٹوں میں تمہیں ایک رپورٹ ضرور مہیا کر دیں گے جو چیف آف سٹاف اور صدر امریکہ کے سامنے تمہیں سرخرو کر دے گی۔" فیلڈ مین نے اصل معاملے کی طرف آتے ہوئے کہا کہ مسز براڈی یعنی لینڈا کو اب اس کے حوالے کر دیا جائے تاکہ تیسرے فلور پر اس سے پوچھ گچھ کی جا سکے۔ اس مسئلے پر ایک بار پھر نزاعی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ملٹ نے لڑکی ان کے حوالے کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ لڑکی کا ان کے پاس موجود رہنا اشد ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے نازک صورت حال میں اسے لڑکی کو کرنل براڈی سے متعارف کرانا پڑے۔ ممکن ہے اپنی سابقہ بیوی کے کہنے پر وہ کوئی غلط قدم اٹھانے سے ہچکچا جائے یا کم از کم وقتی طور پر سوچ میں پڑ جائے۔ ہنری کو لامحالہ چہیتے ایجنٹ کی طرف داری کرنا پڑی تھی۔ اس نے فیلڈ مین کو بتایا تھا کہ لڑکی کا چھٹے فلور پر رہنا اشد ضروری ہے۔ تھوڑی سی بحث تمحیص کے بعد فیلڈ مین برے برے منہ بناتا کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

فیلڈ مین کے جانے کے بعد ملٹ پروفیسر کلاول کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ ابھی تک کاغذ کے جہاز بنانے میں مصروف تھا۔ شاید یہ بھی اس کے سوچنے کا کوئی انداز تھا۔ ملٹ کے مخاطب کرنے پر جب اس نے آنکھیں اٹھائیں تو وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئیں تھیں۔ اس نے کہا "دوستو! میرا خیال ہے کہ کرنل براڈی ابھی اس مقام تک نہیں پہنچا جہاں سے اس کی واپسی ناممکن ہو جاتی ہے۔ امید کی ایک کرن ابھی باقی ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے ساتھیوں کی طرف سے کوئی راستہ نکل آئے لیکن ابھی تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کے ساتھی اس پر کتنا اثر رکھتے ہیں اور وہ ان پر کتنا اثر رکھتا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اس کے ساتھی کسی حل پر پہنچنے کے زیادہ خواہشمند ہیں۔"

ہنری نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "پروفیسر خدا کے لئے جس نتیجے پر پہنچنا ہے جلد پہنچو۔ کل مجھے شام ہونے سے پہلے پہلے پورے واشنگٹن کو خالی کرانا

ہے۔“

پروفیسر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ”مسٹر ہنری مجھ سے کسی خوش خبری کی توقع مت رکھو۔ اگر تم واشنگٹن سے آبادی کے انخلاء کا ارادہ رکھتے ہو تو اس کام کو شروع کر دو۔ بلکہ میرے خیال میں ایسا کرنا ضروری ہے۔ ہم یہ بات تقریباً جان چکے ہیں کہ بروڈی ویٹ نام سے مجروح دل و دماغ لے کر آنے والا ایک شخص ہے۔ وہ بہت رنجیدہ خاطر ہے اور کچھ بھی کر سکتا ہے۔“ پروفیسر کچھ دیر خاموش رہا۔ شاید وہ کوئی اہم بات بتانے کے لئے خود کو تیار کر رہا تھا پھر اس نے کہا۔ ”ملٹ! ہم نے بروڈی کو بے دریغ قتل کرنا سکھایا ہے۔ اسے خونریزی کی عادت ڈالی ہے، اور اب وہ سب کچھ سیکھ چکا ہے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو وہ ہم سب کو چکر دے رہا ہے۔“

”کیا مطلب؟“ ملٹ نے حیرت سے پوچھا۔

پروفیسر نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ واشنگٹن کی سڑکوں پر زندگی کی گہما گہمی عروج پر تھی۔ اس نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”ملٹ! بروڈی واشنگٹن پہنچتے ہی پورے شہر کو دھماکے سے اڑا دے گا۔ وہ صرف اور صرف اس لئے واشنگٹن پہنچ رہا ہے۔“

ملٹ اور لینڈا کی آنکھوں میں خوف اور تحیر کے ملے جلے آثار نظر آ رہے تھے۔

ملٹ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ”نہیں پروفیسر نہیں میں اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں اسے روکوں گا۔ واشنگٹن پہنچنے سے بہت پہلے۔“

☆☆☆

دوسری طرف ریاست کنٹکی میں ویریسلز کے مقام پر ایک بہت بڑی پکنک گراؤنڈ میں لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو رہا تھا۔ کاروں، ویگنوں اور چھوٹی گاڑیوں میں لوگ دھڑا دھڑ گراؤنڈ میں پہنچ رہے تھے۔

جگہ جگہ خیمے لگے تھے۔ درمیان میں ایک کھلی جگہ پر بہت سے لوگ بیٹھے تھے

ایک سیاسی رہنما قسم کا شخص اونچی جگہ پر کھڑا تقریر کر رہا تھا...... ”اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ جوں جوں ہم مشرق کی طرف آئیں اخلاقی زبوں حالی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ امریکہ کا یہ حصہ گناہ گاروں کی آماجگاہ ہے......اور یہی وجہ ہے کہ کرنل بروڈی نے اس جگہ کو اپنے سفر کی منزل بنایا ہے۔ یہ طاقت، برائی اور بدعنوانی کا مرکز ہے اور بروڈی خدا کا قہر بن کر اس شہر کی خبر گیری کے لئے آ رہا ہے۔“ اس نے تقریر ختم کی اور پھر کرنل بروڈی کے حق میں نعرے بلند ہونے لگے۔ اس کے بعد ایک پادری نے خطاب شروع کیا۔ ”جھک جاؤ...... جھک جاؤ خدا کے حضور اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ آؤ ہم سب وعدہ کریں کہ اپنے اردگرد کھڑی فوج اور پولیس سے خوف نہیں کھائیں گے اور جب ہمارا ہیرو یہاں پہنچے گا تو ہم والہانہ اس کے استقبال کے لئے بڑھیں گے۔ ہم اسے خوش آمدید کہیں گے اور اس کے ساتھ اس کی منزل تک مارچ کریں گے۔ میرے بچو! واشنگٹن گناہ کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا اور اب خدا نے اس شہر پر سے اپنا دست رحمت اٹھا لیا ہے۔ بہت جلد یہ شہر تمام حریص آنکھوں، تمام فتنہ خیز دماغوں اور ہلاکت خیز اسلحے کے ساتھ نیست و نابود ہو جائے گا۔ بروڈی ایک فرشتہ ہے۔ اغوا شدہ میزائل ایک تلوار ہے اور واشنگٹن خدا کا معتوب ہے۔“ مقرر کا لب و لہجہ تیز سے تیز تر ہو رہا تھا۔ مجمعے کے چاروں طرف کھڑے پولیس اور ایف بی آئی کے اہلکار بے چینی سے پہلو بدل رہے تھے۔ فلش لائٹس چمک رہی تھیں۔ متحرک کیمرے چل رہے تھے اور جلسے کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ واشنگٹن میں اعلیٰ حکام تک پہنچ رہی تھی۔ جلسہ گاہ سے کچھ ہٹ کر بے فکروں کی ایک اور ٹولی کے درمیان ایک لڑکی گٹار پر گا رہی تھی۔ اس کا نغمہ بھی ہائی جیکروں کی مدح میں تھا۔

دوسری جانب ایک کونے میں چار پانچ آدمی نیم دائرے کی شکل میں گھاس پر بیٹھے تھے۔ سارے نوجوان تھے اور دوست معلوم ہوتے تھے۔ وہ بیئر کے ڈبوں سے متواتر گھونٹ بھر رہے تھے اور کسی مسئلے پر بحث میں مصروف تھے ایک شخص جو زیادہ

پر جوش دکھائی دیتا تھا، بڑے اعتماد سے کہہ رہا تھا۔

"یہ لوگ تو پاگل ہو گئے ہیں۔ میں پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں یہ کرنل بروڈی صرف رقم کے چکر میں ہے۔ اسے ایک ملین ڈالر دے دو یہ گدھے کے سینگوں کی طرح غائب ہو جائے گا۔ امن اور جنگ کی سب باتیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔"

ایک دوسرے شخص نے لقمہ دیا۔ "جان پر کھیلنا کوئی آسان کام نہیں ہے یہ تو عوام اور حکومت کو بے وقوف بنا رکھا ہے ان لوگوں نے۔"

پہلے والے شخص نے بیئر کا ایک بڑا گھونٹ لے کر سلسلہ کلام جوڑا۔ "دوستو بس تھوڑی سی ہمت اور مہارت کی ضرورت ہے مجھے یقین ہے یہی لوگ جو آج ہائی جیکروں کے قصیدے گا رہے ہیں کل ہمیں قومی ہیرو ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جائیں گے۔ بس ہمیں ایک دور مار رائفل اور ایک محفوظ گوشے کی ضرورت ہے...... اور کل اخباروں کے اولین صفحے پر ہماری کامیابی کے تذکرے ہوں گے۔"

ایک شخص جو قدرے ٹھنڈے دماغ کا مالک معلوم ہوتا تھا، بولا۔ "لیکن یہ بات یاد رکھو کہ ان کے لیڈر نے انگلی بٹن پر رکھی ہوئی ہے۔ اگر ہمارے اندازوں کے برعکس میزائل تیار ہے تو ہماری کارروائی کے خطرناک نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔"

ایک دوسرے شخص نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "جیکی! میں چار سال ائر فورس کی ملازمت میں رہا ہوں میں جانتا ہوں "ٹائٹان" میزائل کیا ہے اور کیسے چلتا ہے۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس کا کوئی بٹن ہوتا ہی نہیں۔ یہ کرنل کا بچہ پورے ملک کو بے وقوف بنا رہا ہے اور اگر بالخصوص کوئی بٹن ہے بھی تو اس کی انگلی کی حرکت سے بہت پہلے میں اس کی آنکھوں کے درمیان سوراخ کر دوں گا۔"

اس کے ساتھی نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "لیکن ریاستی پولیس ہمیں کبھی اتنا قریب نہیں جانے دے گی کہ ہم ہائی جیکروں کو نشانہ بنا سکیں۔"

پہلے والے شخص نے تمام ساتھیوں کو قریب قریب آنے کا اشارہ کیا پھر وہ انہیں

سڑک کے ایک ایسے حصے کے بارے میں بتانے لگا جہاں سے ٹریلر پر اطمینان سے فائر کیے جا سکتے تھے۔

☆☆☆

وائٹ ہاؤس کے مغربی بازو میں پہلی منزل "اوول روم" میں ایک ایک کر کے اعلیٰ حکام جمع ہو رہے تھے۔ ڈیفنس سیکرٹری مسٹر بیکر مین اپنی نشست پر بیٹھے کچھ کاغذات دیکھ رہے تھے۔ سی آئی اے کے سربراہ اور ایف بی آئی کے ہیڈ میں ابھی ابھی جھڑپ ہوئی تھی اور اس جھڑپ کے اثرات ابھی تک ان کے چہروں پر موجود تھے۔ بائیں طرف ایک کونے میں ائرفورس انٹیلی جنس کا ایک کرنل اس طرح منہ لٹکائے بیٹھا تھا جیسے یہ سب کیا دھرا اسی کا ہو۔ صدر امریکہ دو مشیروں کے ساتھ کانفرنس روم میں داخل ہوئے۔ تمام افراد نے اٹھ کر تعظیم پیش کی۔ صدر نے اپنی نشست سنبھالتے ہی سامنے رکھی ہوئی فائل کھولی اور اصل موضوع پر آ گئے۔ پہلے ائرفورس کے آفیسر نے مختصر الفاظ میں میزائل کی کارکردگی کے بارے میں بتایا پھر ایف بی آئی کے سربراہ نے کمپیوٹر کے حوالے سے اس مسئلے پر بات کی۔ اس کا کہنا تھا کہ کمپیوٹرز کے مطابق ہمارے پاس اس بحران سے نکلنے کے دو راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہائی جیکروں کو واشنگٹن تک لانے کے لئے نسبتاً سنسان راستہ استعمال کیا جائے۔ کسی نہایت کم آبادی والے علاقے میں ان پر قابو پانے کی کوشش کی جائے لیکن اس صورت میں بھی دھماکہ ہونے کا امکان ساٹھ فیصد سے زیادہ ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کو واشنگٹن پہنچنے دیا جائے اور بات چیت سے مسئلے کا حل نکالا جائے۔ کمپیوٹر کے نزدیک دوسرا راستہ زیادہ موزوں ہے۔ ڈیفنس سیکرٹری نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "مسٹر پریذیڈنٹ اب تک کے تجزیے کے مطابق ہائی جیکروں کا لیڈر ایک نہایت گھاگ آدمی ہے۔ وہ ہر قسم کی صورت حال پر قابو پانا جانتا ہے اور غیر معمولی قوت ارادی کا مالک ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

سی آئی اے کے سربراہ نے گفتگو کے رنگ ڈھنگ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''جناب بروڈی اور اس کے آدمیوں پر قابو پانا نہایت مشکل کام ہے۔ ہمارے خیال میں اس قسم کی مہم جوئی کے نتائج نہایت دوررس ہوں گے۔ بفرض محال اگر دھماکہ نہیں ہوتا تو بھی ہماری کارروائی کے ردعمل میں عوام کے اندر بے چینی کی لہر اٹھ سکتی ہے۔ ہوسکتا ہے مختلف حصوں میں ہنگامے شروع ہو جائیں۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو یہ ہنگامے ملک کے لئے دھماکے سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ سی آئی اے کے تمام ماہرین کا خیال ہے کہ اس مسئلے کو گفت وشنید سے حل کرنا چاہئے۔''

صدر نے پوچھا۔ ''کس بات پر گفت وشنید؟ وہ کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟''

اس سے پہلے کہ سی آئی اے کا سربراہ جواب دے ایف بی آئی کا ہیڈ بول اٹھا۔

''جناب صدر پچھلے کئی سالوں میں سی آئی اے کی کارکردگی میری سمجھ سے بالاتر ہے؟ سی آئی اے صرف تجاویز کا گودام ہو کر رہ گئی ہے...... جناب جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہم نے ایک بحرانی کمیٹی تشکیل دی ہے۔ ایف بی آئی بلڈنگ کے تیسرے فلور پر یہ کمیٹی تندہی سے مصروف ہے اور جلد ہی ایک مفصل رپورٹ آپ کو پیش کرے گی۔ اس کے علاوہ ہم نے ایک نفسیاتی یونٹ بھی تشکیل دیا ہے۔ ملک کے مشہور نفسیات دان پروفیسر کلاول کی سرکردگی میں یہ یونٹ اپنا کام کر رہا ہے۔ ایک مواصلاتی سیارے کے ذریعے ہم ہائی جیکروں کے ساتھ ایک ڈرامہ کھیلنے میں مصروف ہیں۔ آپ کی اجازت سے میں ڈومیسٹک انٹیلی جنس ڈائریکٹر مسٹر ہیری ڈیوٹ سے کہوں گا کہ وہ مزید تفصیلات بتائیں۔''

ہیری ڈیوٹ نے صدر کو اپنی کارکردگی سے آگاہ کیا اور آخر میں کہا۔ ''جناب صدر کرنل بروڈی کے مکمل نفسیاتی تجزیے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ واشنگٹن پہنچ کر یہ شخص وائٹ ہاؤس کا رخ کرے گا اور ہوسکتا ہے جب آپ اس سے ملنے کے لئے دروازے سے باہر نکلیں، وہ ایک لفظ کہے بغیر میزائل کا بٹن دبا دے۔'' کمرے میں تھوڑی

دیر کے لئے ایک گھمبیر سناٹا چھایا رہا۔ پھر سی آئی اے کے سربراہ نے ہیری کے خیالات کو رد کیا۔ مختلف عہدیداران اپنی اپنی بولی بولنے لگے۔ صدر امریکہ میز پر رکھے پیپر ویٹ کو انگلیوں میں گھما رہے تھے ان کی نگاہیں کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ دور مغرب میں سورج پہاڑیوں کی اوٹ میں اپنا منہ چھپا رہا تھا صدر نے سوچا کل جب سورج مشرق سے طلوع ہوگا بروڈی اپنے ہلاکت خیز سامان کے ساتھ ان پہاڑیوں میں پہنچ چکا ہوگا۔

صدر نے اپنی توجہ کھڑکی سے ہٹائی اور حاضرین کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا پھر انہوں نے ایف بی آئی کے سربراہ سے کہا کہ بیان جاری رکھیں۔ ایف بی آئی کے سربراہ نے فاتحانہ انداز کی خفیف مسکراہٹ سی آئی اے کے سربراہ کی طرف اچھالی پھر سنجیدگی سے کہا۔ ''جناب صدر! بروڈی نے ہمیں دوہری مشکل میں ڈالا ہے۔ اگر ہم واشنگٹن سے تمام سرکاری اہلکاروں کو ہٹا لیتے ہیں تو وہ الٹی میٹم کے مطابق شہر کو تباہ کر دے گا اور پیچھے رہنے والے لوگ ختم ہو جائیں گے۔ یہ صورت حال رائے عامہ کو مشتعل کر دے گی اور لوگ حکومت کو ساری تباہی کا ذمے دار ٹھہرائیں گے اور اگر ہم بروڈی کے مطالبے کے مطابق انخلاء کے فیصلے پر عمل نہیں کرتے تو بھی صورت حال اس کی خواہش کے عین مطابق ہو جائے گی بہت ممکن ہے وہ اپنے منصوبے پر عمل کرتے ہوئے حکومتی مشینری سمیت پورے واشنگٹن کا صفایا کر دے۔''

صدر کی پیشانی پر سوچ کی گہری لکیریں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کھڑکی کے پاس پہنچے اور کتنی ہی دیر حاضرین کی طرف پشت کئے کھڑے رہے۔ جب وہ واپس مڑے تو ان کے چہرے کے اعصاب تنے ہوئے تھے۔ انہوں نے بارعب لہجے میں کہا۔ ''مجھے حیرت ہے کہ ایک سارجنٹ رینک کا ملازم ٹائیٹان میزائل کے اہم ترین رازوں سے واقف ہے اور ان معلومات کے بل بوتے پر کچھ لوگ پورے ملک کی نیندیں حرام کئے ہوئے ہیں۔ ایک نشے باز سارجنٹ کو اس قدر بااختیار کس نے بنایا؟ کون ذمے دار ہے اس بدنظمی کا؟''

تمام عہدیدار دم سادھے بیٹھے تھے۔ کسی میں بولنے کی ہمت نہیں تھی۔ صدر نے فیصلہ کن انداز میں حاضرین کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''میں صبح تک واشنگٹن کو خالی دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں خود بھی دو گھنٹے تک اپنے اہل خانہ کے ساتھ کیمپ ڈیوڈ چلا جاؤں گا۔ تمام غیر ضروری سٹاف کل صبح تک واشنگٹن سے نکل جائے۔ بولنگ ائربیس کو بند کر دیا جائے اور تمام نیوکلائی اسلحہ وہاں سے نکال لیا جائے۔ بحری اور بری فوجی ٹھکانوں کو بھی خالی کر دیا جائے...... میرا خیال ہے اب کل صبح آٹھ بجے ہم کیمپ ڈیوڈ میں ملاقات کریں۔'' صدر نے تھوڑی دیر رک کر دم لیا پھر ایف بی آئی کے سربراہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بیکی، میں نہیں چاہتا کہ ہائی جیکر واشنگٹن پہنچیں اور میں وائٹ ہاؤس کے سامنے ان سے سوال و جواب پر مجبور ہو جاؤں۔ یہ ملک وقوم کی بہت بڑی بدنامی ہے۔ ان کو روکنے کی کوشش کرو۔ جیسے بھی ہو سکے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جسے خریدا نہ جا سکے۔ وہ پانچ ملین ڈالر چاہتا ہے اسے دس ملین ڈالر دو۔ بیس ملین دو۔ اسے کہو کہ یہ رقم اسے قیمتی پتھروں' کھلے بانڈز اور استعمال شدہ بلوں کی شکل میں یا جیسے بھی وہ چاہتا ہے مہیا کر دی جائے گی۔ وہ جہاز اور اس کی منزل کا نام لے۔ میں ذاتی طور پر ضمانت دیتا ہوں کہ اسے بحفاظت وہاں پہنچا دیا جائے گا لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے، صرف ایک۔ صبح ہونے سے پہلے پہلے وہ ہماری پیشکش کو قبول کر لے۔ بیکی مجھے تم پر اعتماد ہے میں بروڈی سے معاملات طے کرنے کی تمام ذمے داری تمہیں سونپتا ہوں۔ میں نے تمہیں وسیع اختیارات دے دیئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ایف بی آئی کے اہلکار اس ذمے داری سے عہدہ برآ ہوں گے۔''

ایف بی آئی کے سربراہ نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ ''جناب صدر ہم اپنی پوری کوشش کریں گے کہ بروڈی سے معاملات طے ہو جائیں لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ آخری اقدام کے طور پر اس کے خلاف چھاپہ مار کارروائی کی جائے تو میں بڑے احترام سے اس کی تحریری اجازت طلب کروں گا۔''

صدر کی آنکھوں میں خدشات اور چہرے پر ہچکچاہٹ تھی پھر انہوں نے کہا۔ ''میرا

خیال ہے براہ راست کارروائی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ تم بات چیت سے یہ معاملہ طے کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔''

☆☆☆

سڑک بغیر موڑ کھائے دور تک چلی گئی تھی۔ ٹریلر ستر میل گھنٹہ کی رفتار سے چل رہا تھا۔ بروڈی نشست سے ٹیک لگائے خیالوں میں گم تھا۔ اس کی آنکھیں دور کہیں ویت نام کے جنگلوں میں آگ اور خون کا کھیل دیکھ رہی تھیں۔ اسے ونگ تاؤ کا ایک واقعہ یاد آ رہا تھا جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھنے جنگل میں گھرے ہوئے ایک قصبے میں پہنچا تھا۔ اس قصبے میں دشمن فوج نے اپنا تربیتی مرکز قائم کر رکھا تھا۔ یہاں سے امریکی سپاہیوں پر کئی حملے ہو چکے تھے۔ اس قصبے کو ختم کرنا ضروری تھا لیکن اس قصبے میں صرف فوجی ہی تو نہیں تھے...... بچے بھی تھے۔ تالابوں پر کپڑے دھوتی ہوئی حسین دوشیزائیں بھی تھیں۔ بروڈی نے ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے ہو کر دوربین سے دیکھا تھا۔ زندگی اپنے پورے عروج پر تھی لیکن وہ مجبور تھا اس نے وائرلیس پر اپنے بمبار جہازوں کو اس مقام پر پہنچنے کی درخواست کی تھی۔ وہ اور اس کے ساتھی جھاڑیوں میں چھپے رہے تھے۔ قصبے کے لوگ آنے والی موت سے بے خبر روزمرہ کے کاموں میں مشغول تھے۔ پھر دور کہیں بمبار جہازوں کی گونج سنائی دی تھی۔ نہر میں نہاتے ہوئے بچوں نے بڑی حیرت اور مسرت سے آسمان کی طرف دیکھا تھا۔ طیاروں سے فائر ہونے والے راکٹوں کی روشنی دیکھ کر کچھ بچوں نے تالیاں بھی بجائی تھیں لیکن پھر سب کچھ نیپام بموں کے دھوئیں میں روپوش ہو گیا تھا۔

بروڈی ایک گونج سن کر اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر آ گیا۔ ٹریلر کی خوابگاہ میں زخمی نک تکلیف سے بے تاب ہو کر کراہ رہا تھا۔ ''سارجنٹ اب نک کا کیا حال ہے؟''

سارجنٹ نے آنکھیں گھما کر نک کی طرف دیکھا پھر بولا۔ ''ابھی بڑبڑا رہا تھا، کہہ رہا تھا اگر میں مرگیا تو جولی کو میرا اسلام ضرور کہنا۔ بار بار اس لڑکی کا نام لے رہا ہے۔

کہہ رہا تھا تم میری پہلی اور آخری محبت ہو جولی۔ میں نے جو کچھ کیا ہے تمہارے لئے کیا اور پتہ نہیں کیا کچھ کہہ رہا تھا۔"

کیبن میں ایک بوجھل سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ آخر سیاہ فام ٹومی نے سکوت توڑتے ہوئے کہا۔ "کرنل! اگر مجھے گولی لگ گئی تو اسی طرح اپنے ساتھ گھسیٹتے پھرو گے؟"

بروڈی نے کہا۔ "ٹومی، تم ویت نام میں بارہا موت کو فریب دے چکے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اس دفعہ بھی تم بچ جاؤ گے لیکن اگر بفرض محال تمہیں گولی لگنی ہی ہے تو میں چاہوں گا کہ تمہارے منہ پر لگے۔"

"وہ کس لئے؟" ٹومی نے پوچھا۔

کرنل بروڈی نے شگفتہ لہجے میں کہا۔ "اس لئے کہ جب گولی لگنے کے بعد میں تمہیں بتاؤں کہ تم بہرحال ہمارے ساتھ واشنگٹن جا رہے ہو تو تم کوئی سوال جواب نہ کر سکو۔" تینوں ساتھیوں کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اتنے میں ایک ہیلی کاپٹر عین ان کے سر پر پھڑ پھڑانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ریڈیو سے نائٹ اول کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو ڈیوک نیوک تمہارے لئے اطلاع ہے کہ پارک وے کے مقام پر لوگوں کا ایک بڑا ہجوم اکٹھا ہو گیا ہے۔ حفاظتی انتظامات غیر موثر ہو جانے کی وجہ سے تمہارا وہاں سے گزرنا ٹھیک نہیں۔ ہم نے تمہارے لئے متبادل راستے کا انتظام کیا ہے اگلے چوراہے سے تم روٹ نمبر 30 اختیار کر لو اوور۔"

"نائٹ اول مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری خواہشات پر عمل نہیں کر سکتا۔ میں روٹ نمبر 100 پر ہی رہوں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اوور۔"

دوسری طرف تھوڑی دیر خاموشی چھائی رہی پھر نائٹ اول نے کہا۔ "ڈیوک نیوک میں چاہتا ہوں کہ تم اس فیصلے پر مزید غور کر لو اور ہاں اس سے پہلے ایک اہم خبر سن لو......صدر امریکہ نے مسئلے کے حل کے لئے کچھ تجاویز پیش کی ہیں۔ انہوں نے اس

بات کا یقین دلایا ہے کہ تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت ملک سے باہر جانے کی اجازت دی جائے گی۔ تمہارے خلاف کسی بھی ادارے کی طرف سے کسی قسم کی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ نہ اب اور نہ پھر کبھی۔ تمہاری خواہش کے مطابق تمہارے لئے سواری کا فوری انتظام کر دیا جائے گا کیا تم سن رہے ہو! اوور۔" بروڈی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا ہیری اور ٹومی کے چہرے تمتما رہے تھے ان کی آنکھوں میں فاتحانہ چمک نظر آ رہی تھی۔ ہیری نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "کرنل صدر امریکہ نے ہماری جیت کا اعتراف کر لیا ہے۔"

کرنل کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس نے مائیکروفون کا بٹن دباتے ہوئے کہا۔ "نائٹ اول اپنا بیان جاری رکھو اوور۔"

"یس ڈیوک نیوک تمہارے تجویز کردہ ناموں کے مطابق تمہارے پاسپورٹ تیار کر دیئے جائیں گے؟ سفری ضروریات کا سامان اور کپڑے تمہیں جہاز میں تیار ملیں گے ......اب رہی رقم کی بات تو ڈیوک نیوک اصل مقصد ہے میزائل کو جلد از جلد اس کے ٹھکانے پر واپس پہنچانا۔ اس کے لئے صدر امریکہ نے تمہیں بیس ملین ڈالر کی پیشکش کی ہے۔ پانچ ملین ڈالر پانچ بریف کیسوں میں بند کیا جائے گا۔ باقی پندرہ ملین کی رقم اعلیٰ درجے کے نیلے ہیروں' استعمال شدہ بلوں اور کیش ہونے والے بانڈز کی شکل میں ہو گی۔ یہ رقم اس وقت اکٹھی کی جا رہی ہے اور ایک گھنٹے کے اندر دستیاب ہو گی۔ اس وقت تک تمہارا ٹریلر ونچسٹر کے نواح میں ایک نجی رن وے کے قریب پہنچ چکا ہو گا۔ ایک جیٹ جہاز تمہارے کاغذات رقم اور دوسری ضروریات سمیت رن وے پر چھ بجے سے تمہارا انتظار شروع کر دے گا۔ ہوا باز کو ہدایات دے دی گئی ہیں کہ وہ تمہارے کہنے پر عمل کرے اور جس ملک میں تم جانا چاہو لے جائے۔ کہا تم سن رہے ہو؟ اوور۔"

"نہ سننے والی کون سی بات ہے؟ اوور۔"

"صدر امریکہ نے خاص طور پر ہدایت کی ہے کہ تم لوگوں سے کوئی بات چھپائی نہ

جائے اور معاملے کو صاف گوئی سے حل کیا جائے۔ ہماری شرط صرف یہ ہے کہ تم جلد از جلد ونچسٹر پہنچ کر میزائل حکام کے حوالے کر دو۔ یاد رہے کہ صدر امریکہ کی یہ پیشکش صرف ایک گھنٹے کے لئے ہے اوور۔''

''نائٹ اول! تم پھر مجھے الٹی میٹم دینے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں واشنگٹن جا رہا ہوں۔''

دوسری طرف سے آواز آئی۔''ڈیوک نیوک اگر تم نے اپنا فیصلہ نہ بدلا تو تمہارا یہ طویل مارچ بالکل رائیگاں جائے گا یہ سنہری موقع کھو کر تم اپنے اور اپنے ساتھیوں پر ظلم کرو گے۔ اوور اینڈ آل۔''

ٹومی اور ہیری، کرنل کی طرف غیر یقینی انداز میں دیکھ رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کرنل اتنی پرکشش پیشکش کو کبھی نہیں ٹھکرا سکے گا لیکن اس وقت ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب کرنل نے کہا۔''تم لوگ وہاں تک دیکھ رہے ہو۔ ذرا سوچو وہ ہمارے مطالبے سے چار گنا زیادہ رقم دے رہے ہیں۔ کیا وجہ ہے اس کی؟''

ٹومی نے کہا۔''کرنل سیدھی سی بات ہے ہم نے چیز ہی ایسی اغوا کی ہے جس نے انہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ ہماری چھری اپنی شہ رگ پر محسوس کر رہے ہیں۔ ایک طرف پوری ایک ریاست ہے اور دوسری طرف بیس ملین ڈالر میں تو کہوں گا اگر ہم سو ملین ڈالر بھی مانگیں تو وہ دیں گے وہ پھنسے ہوئے ہیں۔''

بروڈی نے زہر خند لہجے میں کہا۔'' یہ تمہاری بھول ہے ٹومی۔ وہاں واشنگٹن میں ایسی ایسی ہستیاں تشریف فرما ہیں جن کا دماغ کمپیوٹر سے زیادہ تیز اور اعصاب فولاد سے زیادہ مضبوط ہیں۔ یہ لوگ شکست کھانا اور جھکنا نہیں جانتے اس وقت یہ لوگ صرف موقع کے منتظر ہیں۔ جونہی ہماری جانب سے کوئی غلطی ہوئی یہ ہم کو چھاپ لیں گے۔ ہمیں ہر قدم نہایت سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہئے۔ وہ ہمیں ونچسٹر کے ایک نجی رن وے پر رکنے کے لئے کہہ رہے ہیں یہ جگہ نسبتاً سنسان ہے اور اگر گوریلا کارروائی کے دوران ہم بٹن دبا بھی

دیتے ہیں تو واشنگٹن کی نسبت یہاں بہت کم نقصان ہوگا ہم چار سو مربع میل علاقے میں زیادہ سے زیادہ ایک درجن قصبوں کو تباہ کر سکیں گے۔''

اپنے لیڈر سمیت چاروں ہائی جیکر خاموش تھے وہ سوچ رہے تھے حکومت کی پیش کش پر غور کر رہے تھے۔ تینوں کی رائے اپنے لیڈر سے مختلف تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ 20 ملین ڈالر بچانے کے لئے صدر امریکہ پوری ایک ریاست کی سلامتی داؤ پر نہیں لگائیں گے لیکن بروڈی اپنے موقف پر سختی سے قائم تھا۔

''دوستو!'' اس نے گھمبیر آواز میں کہا۔''میں جانتا ہوں واشنگٹن میں کیسے کیسے شاطر لوگ بیٹھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں واشنگٹن کا راستہ چھوڑ کر ونچسٹر کی طرف مڑنا نہیں چاہتا اگر واشنگٹن ہماری زد سے نکل گیا تو ہمیں کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔''

''لیکن کرنل، تم نے تو سو فیصد کامیابی کا یقین دلایا تھا۔'' ہیری نے سڑک پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔

''ہاں سو فیصد کامیابی کا یقین دلایا تھا میں نے۔'' کرنل نے سخت لہجے میں کہا۔ ''لیکن اس صورت میں جب تم پوری طرح میری ہدایات پر عمل کرو۔''

وہ چاروں کرنل کی آنکھوں میں ویسی ہی سرخی دیکھ رہے تھے جیسی اس وقت نظر آتی تھی جب وہ ویت نام کے جنگلوں میں ٹائیگر کی طرح شکار کھیلتا تھا۔ ان میں سے کوئی ان شعلہ بار نظروں کا مقابلہ نہ کر سکا اور وہ سب خاموش ہو گئے آخر اس بوجھل خاموشی کو ٹرانسمیٹر کی آواز نے توڑا۔

''ہیلو روڈ ہاگ بلیو ایگل سے مخاطب ہے، میں نے نائٹ اول کی پیشکش سنی ہے۔ مبارک ہو بلیو ایگل، لگتا ہے کہ حکومت واقعی تمہیں 20 ملین ڈالر دینے پر تیار ہو گئی ہے۔ تاہم اگر تمہیں کسی قسم کا شک ہے تو میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ میں تم سے پہلے ونچسٹر پہنچ کر موقع کا جائزہ لے سکتا ہوں جو بھی صورت حال ہو گی میں تمہیں ٹھیک ٹھیک بتا دوں گا۔ اس کے لئے تم مجھے کل رقم سے ڈھائی فیصد کے حساب سے حصہ دے سکتے ہو۔

اوور۔''

کرنل بروڈی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا پھر سوئچ آن کرتے ہوئے بولا۔''روڈ ہاگ! ہمیں تمہاری پیش کش منظور ہے میں نائٹ اول سے اس بارے میں بات کرتا ہوں۔اوور اینڈ آل۔''

سلسلہ منقطع کر کے بروڈی نے نائٹ اول سے رابطہ قائم کیا اور انہیں ''معائنے'' کی شرط سے آگاہ کیا۔ ہیری کے چہرے پر رونق نظر آنے لگی تھی لیکن ٹومی اور نک کسی خوش فہمی کا شکار ہونا نہیں چاہتے تھے۔ انہیں معلوم تھا بروڈی اتنی جلدی واشنگٹن کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ ان تینوں کی خاموشی ہیری کی مسرت پر پانی پھیر رہی تھی۔ آخر اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔''آخر تم لوگ مجھے صحیح بات کیوں نہیں بتاتے ہو؟''

کرنل بروڈی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔''ہیری ڈیر، تمہارے خیال میں روڈ ہاگ کون ہے؟''

''روڈ ہاگ ایک ٹریلر ڈرائیور ہے جو ہمارے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔'' ہیری نے یقین سے کہا۔

''روڈ ہاگ ٹریلر ڈرائیور نہیں۔'' بروڈی نے کہا۔''یہ ایک مواصلاتی سیارہ ہے جس کے ذریعے واشنگٹن میں بیٹھے ہوئے ایف بی آئی کے ایجنٹ ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' ہیری نے حیرت سے پہلے بروڈی اور پھر وائرلیس آپریٹر ٹومی کی طرف دیکھا۔ ٹومی کی آنکھیں بھی کرنل کی بات کی تصدیق کر رہی تھیں۔ کرنل نے نشست سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔''دوستو! ونچسٹر ایک جال ہے جس میں حکومت ہمیں پھنسا رہی ہے قطع نظر اس بات کے کہ گفتگو میں بار بار صدر امریکہ کا نام آ رہا ہے ایف بی آئی کے ایجنٹوں کو جب بھی موقع ملا وہ ہمیں گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔''

کرنل نے پورے یقین سے اثبات میں سر ہلایا۔ بظاہر ٹومی نے یہ فیصلہ قبول کر لیا تھا لیکن اس کے ذہن کے کسی گوشے میں ایک بات طے پا رہی تھی کل صبح ہونے سے

پہلے پہلے اس نے کرنل بروڈی کو ختم کر دینا تھا۔

☆☆☆

دوسری طرف ایف بی آئی کی بلڈنگ میں ملٹ، پروفیسر کلاول اور لنڈا ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے انہوں نے بروڈی سے گفتگو ختم کی تھی۔ پروفیسر نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔''ملٹ، ہمارا بھانڈا پھوٹ چکا ہے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں بروڈی ہماری اصلیت سے واقف ہو گیا ہے میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا وہ تم سے کچھ کم ذہین اور ہوشیار نہیں ہے۔ عرصے بعد ایک چھکے چھڑانے والے دشمن سے تمہارا واسطہ پڑا ہے۔''

ملٹ سمجھ رہا تھا کہ پروفیسر درست کہہ رہا ہے۔ اپنے داؤ کی ناکامی پر وہ سخت جھلایا ہوا تھا۔ پروفیسر نے سوچ میں ڈوبے ہوئے کہا۔''میرا اندازہ ہے کہ بروڈی راستہ نمبر 64 استعمال کر کے ہمیں یہ تاثر دے گا کہ وہ ونچسٹر کی طرف جا رہا ہے لیکن پھر ونچسٹر کی طرف مڑے بغیر وہ سیدھا ویسٹ ورجینا کی طرف نکل جائے گا۔ پروگرام کی اس اچانک تبدیلی سے سارے انتظامات درہم برہم ہو جائیں گے اور ہمیں سنبھلنے میں کم از کم ایک گھنٹہ لگ جائے گا۔ اتنی دیر میں بروڈی چارلسٹن اور ایش لینڈ جیسے گنجان آباد علاقوں میں پہنچ چکا ہو گا پھر نہ اسے ہم روک سکیں اور نہ کوئی اور۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ کل صبح وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واشنگٹن کے دروازے پر دستک دے رہا ہو گا۔''

ملٹ پوری توجہ سے پروفیسر کی بات سن رہا تھا وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے چیف ہیری سے رابطہ قائم کرتے ہوئے اسے بتایا کہ ہائی جیکر چال کھیل رہے ہیں اور ونچسٹر کی طرف مڑنے کے بجائے سیدھا واشنگٹن کی طرف نکل جائیں گے۔ ہیری یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ بروڈی دام میں آ گیا ہے۔ ملٹ نے اپنے موقف پر زور دیا تو چیف نے اسے جھاڑ دیا۔ اس نے کہا کہ وہ معاملے کو الجھانے کی کوشش نہ کرے۔ ملٹ نے پروفیسر کی طرف دیکھا۔

"پروفیسر، میرا خیال ہے کہ اب کچھ کرنے کا وقت ہے۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں عزم کروٹیں لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پروفیسر اور لینڈا کے ہمراہ تیسرے فلور پر واقع ہنگامی کمیٹی کے دفتر میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ خصوصی اجازت لے کر یہاں آیا تھا اور ہنگامی کمیٹی کے سامنے ذاتی طور پر اپنا موقف بیان کرنا چاہتا تھا۔ فیلڈ مین نے ملٹ کے یہاں آنے کی مخالفت کی تھی لیکن اس کی سابقہ خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایف بی آئی کے سربراہ نے اسے اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

ملٹ نے اپنے اب تک کے کام کی مفصل رپورٹ پیش کی اور کمیٹی کو بتایا کہ بروڈی کے متعلق حاصل کردہ معلومات اور اس کے نفسیاتی تجزیے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ وہ ایک عام ہائی جیکر نہیں اگر ہم اسے 20 ملین ڈالر اور تمام مطلوبہ سہولتیں دے بھی دیتے ہیں تو بھی وہ واشنگٹن جانے کا ارادہ ترک نہیں کرے گا۔ اس کا صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے امریکی دارالخلافے کو دنیا کے نقشے سے مٹانا۔ ملٹ کی پرجوش اور مدلل تقریر کا ارکان کمیٹی پر گہرا اثر ہوا اور وہ صورت حال پر نئے سرے سے غور کرنے لگے۔ تاہم صدر امریکہ کی ہدایت کے مطابق ونچسٹر کے مجوزہ ہوائی اڈے پر معاہدے کے مطابق ہائی جیکروں کی مطلوبہ چیزیں پہنچانے کا بندوبست بھی کیا جا رہا تھا۔ کچھ سول اور اعلیٰ حکام اس بحث میں الجھے ہوئے تھے کہ ہائی جیکروں کے خلاف براہ راست کارروائی کے کیا دورس نتائج برآمد ہوں گے؟ وزارت خارجہ کے ایک اعلیٰ افسر پورے یقین سے کہہ رہے تھے کہ اگر ہم نے حالات پر کامیابی سے قابو نہ پایا تو یہ بھی ممکن ہے کہ کل اس وقت تک تیسری عالمی جنگ شروع ہو چکی ہو۔ اس گرما گرم بحث کا خاتمہ قومی سلامتی کے معاملات کے ایک مشیر کی آمد پر ہوا۔ ان صاحب نے میز کے سرے پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ انہیں ابھی ابھی صدر امریکہ کی طرف سے براہ راست ہدایات موصول ہوئی ہیں۔ ان ہدایات کے مطابق صدر ہائی جیکروں کے خلاف براہ

راست کارروائی کے لئے رضامند ہو گئے ہیں۔ ہمیں آج رات بارہ بجے تک یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کارروائی کس جگہ اور کس وقت ہو گی۔

عین اس وقت کانفرنس ہال میں لگی ہوئی بڑی سکرین پر اناؤنسر کا چہرہ نمودار ہوا۔

"ہیلو یہ سنٹرل بیورو انٹیلی جنس کی خاص نشریات ہیں۔ موجودہ صورت حال یہ ہے۔" اس کے ساتھ ہی سکرین پر ریاست کنکٹی کا ایک بڑا نقشہ نمودار ہوا۔ اناؤنسر کی آواز آئی۔ "میزائل بردار ٹریلر کے پیچھے تقریباً دو سو گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کا قافلہ ایک جلوس کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اس کے علاوہ راستہ نمبر 75 اور 127 سے تقریباً 150 موٹر کاروں کا جلوس ہائی وے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ہماری اطلاع کے مطابق ان گاڑیوں میں انتہا پسندوں کے گروہ سوار ہیں اور یہ لوگ اغوا شدہ میزائل کو ایک نظر دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ دوسری طرف راستہ نمبر 55 پر ریاستی فوج ان دو بڑے گروہوں کو روکنے میں ناکام ہو گئی ہے جو پارک وے کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ لوگ مذہبی جنونی ہیں اور ہائی جیکروں کو عوام کے سامنے مقدس ہستیوں کے روپ میں پیش کر رہے ہیں۔"

اس نے نقشے پر ایک جگہ سرخ پنسل سے دائرے کا نشان لگایا اور بولا۔ "اور یہ جگہ ہے پارک وے اس جگہ تقریباً دو ہزار گاڑیاں اور دس ہزار پیدل افراد اکٹھے ہو چکے ہیں۔ ان میں زیادہ تر ہائی جیکروں کے حامی ہیں لیکن کچھ مخالفین بھی ہیں۔ ہو سکتا ہے ہائی جیکروں کی آمد پر مختلف گروہوں کے درمیان کشیدگی تصادم کی شکل اختیار کر جائے۔"

ایف بی آئی کے چیف نے حکم دیا اور مواصلاتی سیارے کا رابطہ پارک وے پر اترنے والے ایک ہیلی کاپٹر سے کر دیا گیا۔ اب سکرین پر پارک وے کا منظر نظر آ رہا تھا۔ صورتحال توقع سے زیادہ سنگین دکھائی دیتی تھی۔ میزائل بردار گاڑی کسی بھی لمحے یہاں پہنچنے والی تھی جب کہ ہائی وے کے اوپر مظاہرین اور پولیس کے درمیان شدید تصادم ہو رہا تھا۔ چاروں طرف آنسو گیس کا دھواں پھیلا ہوا تھا۔ لاٹھی چارج سے منتشر ہونے والا ہجوم اب پھر سڑک کے درمیان اکٹھا ہو رہا تھا۔ مظاہرین کے تیور خطرناک

تھے اور انہیں ہائی جیکروں سے دور رکھنے کی تمام کوششیں ناکام ہوتی دکھائی دیتی تھیں۔ پولیس نے ایک ڈیڈ لائن مقرر کر رکھی تھی لیکن مظاہرین قدم بہ قدم اس لائن کے اوپر پہنچ چکے تھے۔ پولیس کا ایک اعلیٰ افسر میگافون پر لوگوں کو وارننگ دے رہا تھا پھر اچانک تڑ تڑ کی آواز آئی اور ہجوم میں بھگدڑ مچ گئی۔ پولیس نے جلوس پر فائرنگ کر دی تھی۔

بھگدڑ کے نتیجے میں پارک وے کی جانب سے پولیس کا حصار ٹوٹ گیا تھا اور ہزاروں افراد ہائی وے کے عین اوپر دندنانے لگ گئے تھے۔ میزائل بردار ٹریلر اور اس کے عقب میں آنے والا قافلہ اب صرف ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ ملٹ کی آنکھوں سے گہری تشویش جھانک رہی تھی۔ وہ اٹھا اور تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔ کوئی اس کی روانگی کو نوٹ نہ کر سکا۔ سب لوگ سکرین کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ٹریلر ہجوم کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا پھر سکرین پر ٹریلر کے پاس دو تین جگہ سفید دھواں نمودار ہوا۔ لوگ تیزی سے ادھر ادھر بھاگے۔ اناؤنسر کی گھبرائی ہوئی آواز آئی۔ ''ٹریلر پر فائر کئے گئے ہیں۔''

کانفرنس ہال میں موجود ایک فوجی جنرل کے منہ سے نکلا۔ ''اوہ خدا ہم پر رحم کر۔'' ارکان کمیٹی کے چہرے خوف سے سفید پڑ چکے تھے۔

☆☆☆

ٹریلر کی خواب گاہ سے زخمی نک کی کراہیں سنائی دے رہی تھیں لیکن وہ چاروں اس سے غافل تھے۔ وہ سڑک کے دونوں طرف لوگوں کے ٹھٹھ مارتے ہوئے ہجوم کو دیکھ رہے تھے۔ تقریباً ایک فرلانگ آگے راستہ بالکل مسدود ہو گیا تھا۔ پولیس ایک بے قابو ہجوم کو سڑک سے ہٹانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

''یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں!'' ہیری نے ہارن دیتے ہوئے کہا۔ اس نے رفتار کافی کم کر دی تھی۔

''رفتار کم نہیں کرو۔'' کرنل بروڈی نے مضبوط لہجے میں کہا۔ اس نے میزائل بٹن جیب سے نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔

ٹریلر کی رفتار کم ہو کر دس میل فی گھنٹہ رہ گئی تھی۔ راستے کے دونوں اطراف سے لوگ بھاگ بھاگ کر ان کے قریب آ رہے تھے۔ کئی منچلے نوجوان ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کر رہے تھے لوگوں نے بے شمار کتبے اٹھا رکھے تھے ان پر مختلف نعرے درج تھے ''خدا کی زمین کو خدا کے نافرمانوں سے صاف کرو'' ''تم ہمارے مسیحا ہو'' ''ہم تمہارے ساتھ ہیں'' ''واشنگٹن کو جلا ڈالو'' کچھ لوگ مخالفانہ نعرے بھی لگا رہے تھے۔ ٹریلر کی رفتار رکنے کی حد تک کم ہو چکی تھی۔ سارجنٹ نے ایکس ایم 18 سنبھال لی تھی۔ بروڈی چیخ کر ہیری سے بولا۔ ''ان لوگوں نے مذاق سمجھ رکھا ہے۔ جو سامنے سے نہیں ہٹتا کچل دو اس کو۔''

ہیری کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دوسرا گیئر لگایا۔ اس کے سامنے سینکڑوں افراد کا مجمع تھا ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھائے یا نہیں کہ ایک دھماکہ ہوا اور ٹریلر کی ونڈ سکرین ان گنت ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی۔ ہیری کی پیشانی پر ایک سیاہ رنگ کا سوراخ نمودار ہو چکا تھا۔ سارجنٹ نے غیر یقینی نگاہوں سے دیکھا۔ خون کے چھینٹوں نے سیٹ کو رنگین کر دیا تھا اور دماغ کے لوتھڑے عقبی شیشے سے چپکے ہوئے تھے ہیری سٹیرنگ کے اوپر گر کر دم توڑ چکا تھا۔ اس کے سٹیرنگ پر گرنے سے ٹریلر کا رخ تبدیل ہو گیا تھا اور بائیں طرف سے دو نوجوان لڑکیاں ٹریلر کی زد میں آ گئی تھیں۔

تھوڑی دور کھڑی ہوئی ریاستی فوج کی جیپ تیزی سے ٹریلر کی طرف بڑھی۔ مجمعے میں سے کسی نے فائر کر کے صورتحال کو نازک بنا دیا تھا۔ اب یہ جیپ بدلی ہوئی صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے لئے ٹریلر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جیپ میں ایک میجر سمیت چار فوجی موجود تھے۔ میجر کے حکم پر ایک جوان نے ایم 16 اسالٹ رائفل نکال لی تھی جونہی وہ مناسب دوری پر پہنچے انہوں نے ٹریلر پر فائر کھول دیا۔ گولیاں پانی کی بوچھاڑ کی طرح ٹریلر کے دروازے پر برسیں ہائی جیکر نیچے جھک گئے۔

کرنل بروڈی اب تک مائیکروفون کے ذریعے لوگوں کو راستہ چھوڑنے کی ہدایت کر رہا تھا لیکن ٹریلر پر ہونے والی فائرنگ نے اس سے سارا ضبط و تحمل چھین لیا۔ اس نے سارجنٹ سے ایکس ایم 18 اپنے ہاتھ میں لے لی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس کا رخ جیپ کی طرف کر کے راکٹ فائر کرتا۔ سیاہ فام ٹومی اپنے آٹومیٹک ریوالور کا استعمال شروع کر چکا تھا۔

سبک رفتار گولیوں نے رائفل بردار فوجی کے دونوں پھیپھڑوں میں سوراخ کر دیئے تھے۔ جیپ بری طرح لہرائی اور اپنے زور میں ہجوم کے اوپر چڑھ دوڑی۔ پلک جھپکتے میں کئی افراد سڑک پر تڑپتے ہوئے نظر آئے اتنے میں پولیس کی ایک گشتی کار

تیزی سے ٹریلر کے سامنے آئی اور اس میں سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوگئی۔ گولیاں بارش کی طرح کیبن کی چھت اور دروازوں سے ٹکرا رہی تھیں۔

کرنل بروڈی کو محسوس ہوا جیسے ایک انگارہ سا اس کے گھٹنے میں اتر گیا ہے۔ اس نے جھک کر اپنا گھٹنا دیکھا۔ سارجنٹ سمجھ گیا کہ کرنل زخمی ہو گیا ہے۔ اس نے ایکس ایم 18 کرنل کی گود سے اٹھائی اور کھڑکی کی طرف بڑھا لیکن ہیری کی لاش نے اس کا راستہ روک لیا۔ کرنل نے سر اٹھایا تو سارجنٹ کو ہیری کی لاش سے الجھتے ہوئے پایا۔ اس کے ذہن نے فوری فیصلہ کیا اس نے دروازے کا لاک کھولا اور لاش سمیت سارجنٹ کو نیچے سڑک پر پھینک دیا۔ یہ سب کچھ دو سیکنڈ کے اندر اندر ہو گیا سڑک پر گر کر جب سارجنٹ جنک نے نظریں اٹھائیں تو اسے تین اور پولیس کاریں تیزی سے اپنی طرف بڑھتی دکھائی دیں۔ پہلے والی کار میں سے ایک رائفل اس کا نشانہ لے رہی تھی۔ وہ زمین پر لیٹ گیا پھر ایک جھٹکے سے اس نے راکٹ لانچر کو سیدھا کیا اور بغیر نشانہ لئے ہوئے فائر کر دیا۔ گولیوں اور راکٹ کا تبادلہ ہوا۔ سارجنٹ کی خوش قسمتی سے گولیاں تو ٹریلر کی سائیڈ سے ٹکرائیں لیکن راکٹ نے کار کو جا لیا۔ ایک دھماکے سے کار اور کار سواروں کے ٹکڑے فضا میں اچھلتے نظر آئے۔ آگ اور دھوئیں کی ایک دیوار بلند ہوئی اور بعد میں آنے والی تینوں گشتی کاریں اس دیوار کے پیچھے چھپ گئیں۔ سارجنٹ نے راکٹ لانچر کا رخ پھیرا اور دو راکٹ ہجوم پر فائر کر دیئے۔ اس پر جیسے خون سوار ہو رہا تھا۔ اتنے میں عین اس کے سر پر ہیلی کاپٹر پھڑ پھڑانے لگا۔ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر سارجنٹ نے ہیلی کاپٹر کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا۔ راکٹ نے ہیلی کاپٹر کے پہلو میں سوراخ کر دیا تھا۔ ہیلی کاپٹر نے عجیب سے انداز میں دو تین چکر کھائے اور پھر دھماکے سے آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ یہ ہیلی کاپٹر ان تین پولیس کاروں کے اوپر گرا جو اگلی کار کی تباہی دیکھ کر تیزی سے مڑنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے ٹکرا گئی تھیں۔ پلک جھپکتے میں ایک جہنم دہکنے لگا۔ ایک آدمی جلتی ہوئی پولیس کار سے نکل کر بھاگا۔ اس کا پورا جسم شعلوں کی لپیٹ میں تھا

سارجنٹ کے قریب پہنچ کر وہ سڑک پر گر گیا۔ چند لمحوں کے لئے وہ کسی بدروح کی طرح چیخا چلایا اور پھر ساکت ہو گیا۔

دوسری طرف کیبن کے اندر لگے ہوئے مائیکروفون پر نائٹ اول کی گھبرائی ہوئی آواز آ رہی تھی۔ "ہیلو بلیو ایگل یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں۔ یہ ہمارے حکم سے نہیں ہو رہا ہم حالات پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

بروڈی کی آنکھوں میں شعلے رقص کر رہے تھے۔ اس نے زہرناک لہجے میں کہا۔

"میں اور کچھ نہیں کہوں گا۔ نائٹ اول صرف اتنا بتاؤں گا کہ ریڈیائی فیتہ میرے ہاتھ میں ہے اور انگلی بٹن پر اب جو گولی ٹریلر کی ونڈ سکرین سے گزرے گی وہ اس ریاست کے لئے موت کا پیغام لائے گی۔"

"خود پر قابو پانے کی کوشش کرو بلیو ایگل۔" نائٹ اول کی آواز گھگھیا رہی تھی۔

"ہمیں چند منٹ کا وقت اور دو۔ پولیس کے دستے بہت جلد یورش پر قابو پا کر تمہارا راستہ صاف کر دیں گے۔"

"نائٹ اول مجھے بے وقوف مت بناؤ۔ یہ افراتفری یہ ہنگامہ سب تمہاری چالوں کا نتیجہ ہے میں تمہیں صرف دو منٹ دیتا ہوں مجھے اپنے سامنے سڑک پر کوئی زندہ یا مردہ شخص نظر نہ آئے اوور اینڈ آل۔"

بائیں طرف نشیب میں ہائی جیکروں کے حامی اور مخالفین ایک دوسرے سے دست و گریباں نظر آ رہے تھے۔ ریڈیو پر بے شمار گھبرائی ہوئی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک آفیسر ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دے رہا تھا کہ کم از کم بیس افراد ہلاک اور سو زخمی ہو گئے ہیں۔ ایمبولنس گاڑیاں اور ڈاکٹر تیزی سے زخمیوں کو اٹھانے میں مصروف تھے۔ بروڈی نے تیز نظروں سے اردگرد کا جائزہ لیا پولیس اور فوج کے دستے ان کا راستہ صاف کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ ٹھیک پونے دو منٹ بعد ٹرانسمیٹر سے روڈ ہاگ کی آواز آئی۔ "ہیلو بلیو ایگل میں تم سے اپیل کرتا ہوں کہ دماغ کو ٹھنڈا رکھو۔ یہ ہنگامہ جو

تمہیں اردگرد نظر آ رہا ہے کسی چال کا نتیجہ نہیں ہے وفاقی حکام جلد از جلد تمہارا راستہ صاف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"تم اپنی چونچ بند رکھو روڈ ہاگ۔" بروڈی دھاڑا۔ "مجھے معلوم ہے تم کون ہو اور کہاں ہو۔ میرا الٹی میٹم ختم ہونے میں صرف چند سیکنڈ باقی ہیں۔"

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی پھر روڈ ہاگ کی آواز آئی۔ "بلیو ایگل مجھے اعتراف ہے کہ میں روڈ ہاگ کے طور پر تم سے مخاطب ہوتا رہا ہوں۔ میرا نام گارڈل ملٹ ہے اور میں ایف بی آئی کا ایجنٹ ہوں۔ میں اس وقت واشنگٹن سے بات کر رہا ہوں۔ ہم تمہیں پھانسنے کے بہت منصوبے بناتے رہے ہیں لیکن میں تمہیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس وقت میں تم سے کوئی چال نہیں کھیل رہا اگر تم معاہدے کے مطابق ونچسٹر کی طرف مڑ جاتے ہو تو ہمیں کوئی چال کھیلنے کی ضرورت بھی نہیں......"

بروڈی نے بات کاٹ کر کہا۔ "تم جو کچھ کہہ رہے ہو ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن افسوس اب وقت گزر چکا ہے ہم سب کے راکھ ہونے کا وقت آ گیا ہے۔"

"ایک سیکنڈ ٹھہرو۔" ملٹ کی آواز آئی اور پھر ٹرانسمیٹر سے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

"ہیلو بروڈی میں لینڈا بول رہی ہوں۔ تمہاری لینی۔ تم ایسا نہیں کرو گے بروڈی تم ہزاروں بیگناہ افراد کے خون سے ہاتھ نہیں رنگو گے۔"

بروڈی کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا پھر وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ "لینی تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ تمہارا یہاں کوئی کام نہیں۔ جاؤ، اپنے خاوند کے ساتھ کسی دور دراز علاقے میں نکل جاؤ۔"

"میرا خاوند مر چکا ہے بروڈی۔" لینڈا کی آواز آئی۔ "بروڈی میں نے تمہیں بہت تلاش کیا ہے۔ میرا دل اب بھی تمہارے لئے دھڑکتا ہے۔" اس کی آواز جذباتی ہو رہی تھی۔ "آؤ ہم یہ سب کچھ چھوڑ کر کہیں دور نکل جائیں۔ گزرے وقت کو آواز دیں۔

گرین وے جھیل کے کنارے اپنے اس چھوٹے سے مکان کو ایک بار پھر آباد کریں۔ میں دل و جان سے تمہارے ساتھ ہوں بروڈی۔''

بروڈی نے ایک طویل سانس لی۔''لینی تم نے مجھے پہلے تلاش کرنے کی کوشش کی ہوتی تو کچھ بات بھی تھی۔ اب میرے بس میں کچھ نہیں، خدا حافظ۔''

اس سے پہلے کہ وہ ٹرانسمیٹر بند کرتا، ملٹ کی آواز سنائی دی۔ شاید اس نے جھپٹ کر ریسیور لینڈا سے پکڑا تھا۔''ہیلو کرنل بروڈی میری اطلاع کے مطابق پولیس کے دو سو اعلیٰ افسر اور قومی محافظ دستے پارک وے میں پہنچ گئے ہیں۔ صرف پانچ منٹ کے اندر وہ تمہارا راستہ صاف کر دیں گے میرے خیال میں تم ڈرائیونگ سیٹ سے ان لوگوں کو دیکھ سکتے ہو۔''

بروڈی نے سامنے نظریں دوڑائی ملٹ ٹھیک کہہ رہا تھا صورت حال بہتر ہوتی نظر آ رہی تھی۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد سڑک پر دورویہ کھڑے پولیس کے جوانوں کے درمیان 18 پہیوں والا دیو ہیکل ٹریلر حرکت میں آ چکا تھا۔

ٹومی کھڑکی میں جھکا ہوا تھا۔ بروڈی ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ ٹریلر آہستہ آہستہ حرکت میں آ رہا تھا۔ بروڈی کی نگاہیں ابھی تک سڑک پر جمی ہوئی تھیں۔ وہاں اس کے ساتھی اور پرانے دوست ہیری کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں جیسے زندگی اور موت کے فلسفے پر غور کر رہی ہوں اور پھر اچانک بروڈی کو احساس ہوا کہ سارجنٹ جنک کیبن میں نہیں۔ اس نے ایک دم بریک لگا دیئے۔ سامنے کچھ فاصلے پر چند سپاہی جنک کی پٹائی کر رہے تھے پھر ان کا آفیسر آگے بڑھا اور اس نے جنک کو الٹی ہتھکڑی لگا دی۔ بروڈی تڑپ کر نیچے اترا۔ ریڈیائی فیتہ اس نے پھر ہاتھ میں لے لیا تھا۔ نپے تلے قدموں سے چلتا ہوا وہ سپاہیوں کے عین سامنے پہنچ گیا۔

''اسے چھوڑ دو یہ میرا ساتھی ہے۔'' اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ کرنل۔'' ایک آفیسر نے مضبوط لہجے میں کہا۔''اس

شخص نے چند لمحے پہلے چودہ آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اسے یہیں رہنا ہو گا۔''

''اسے چھوڑنا پڑے گا۔'' بروڈی غرایا۔''ابھی ایک منٹ پہلے واشنگٹن اور وائٹ ہاؤس کے حکام مجھے سو طرح کی ضمانتیں دے چکے ہیں۔'' بروڈی کی انگلی فیتے کے بٹن پر تھی۔ پولیس آفیسر نے ریوالور کا رخ بروڈی کی طرف کر رکھا تھا لیکن اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار تھے۔ کرنل نے کہا۔''اس ریوالور کی نالی جھکا لو کیونکہ اس کے چلنے کا مطلب ہے سب کی تباہی۔''

اتنے میں ایف بی آئی کا ایک اعلیٰ افسر بھاگتا ہوا موقع پر پہنچا۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ جنک کو فوراً چھوڑ دیں۔ سپاہیوں نے حکم کی تعمیل کی۔ جنک جونہی آزاد ہوا، اس نے پھرتی سے پولیس آفیسر کا ریوالور جھپٹ لیا۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور آنکھیں خطرناک انداز میں ساکت تھیں۔

''مجھے کے کس نے مارے تھے؟'' اس نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا پھر ایک تنومند سپاہی کو نشانے پر لے کر وہ سفاکانہ انداز میں مسکرانے لگا۔

ایف بی آئی کا آفیسر چلایا۔''کرنل بروڈی اپنے آدمی کو روکو، یہ سراسر ظلم ہے۔'' بروڈی نے جنک سے کہا کہ وہ ریوالور واپس کر دے لیکن اس کے تیور خطرناک نظر آ رہے تھے۔ اس نے کہا''کرنل میں ساری زندگی لوگوں سے مار کھاتا رہا ہوں۔ دھتکارا جاتا رہا ہوں......لیکن اب میں مار نہیں کھاؤں گا...... ٹائٹان میزائل کے ہوتے ہوئے مار نہیں کھاؤں گا۔'' اس کی انگلی کا دباؤ ٹریگر پر بڑھ چکا تھا سپاہی خوفزدہ نظروں سے بروڈی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''یہ میرا حکم ہے جنک۔'' بروڈی نے سرد لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے کا مخصوص انداز جنک پر غالب آ گیا۔ اس نے کچھ دیر ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا پھر ریوالور سڑک پر پھینک دیا۔ بروڈی نے آگے بڑھ کر اس کا شانہ تھپتھپایا اور اسے لیتا ہوا ٹریلر کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

ہنگامی کمیٹی گرما گرم بحث میں مصروف تھی۔ ملک کے دو ماہر ترین اسلحہ ساز ممبران کمیٹی کو اپنے مشوروں سے نواز رہے تھے۔ مسئلہ تھا بروڈی اور اس کے ساتھیوں سے نبٹنے کا۔ اس حوالے سے دور حاضر کے مہلک ترین ہتھیاروں کا ذکر ہو رہا تھا۔ ماہرین چاہتے تھے کہ ونچسٹر کے ویران ہوائی اڈے پر ہائی جیکروں کا استقبال کسی ایسے ہتھیار سے کیا جائے کہ انہیں پلک جھپکنے کی مہلت بھی نہ ملے۔ تقریباً ایک گھنٹے کی بحث کے بعد ممبران ''میچ الیونز'' نامی ہتھیار پر متفق ہو گئے۔ انہیں یقین تھا کہ بروڈی کی انگلی اس سے زیادہ تیز رفتار ثابت نہیں ہوگی۔ سیکنڈ کے دسویں حصے میں ٹریلر کا ڈرائیونگ کیبن ان گنت ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے گا اس ہتھیار کی خوبی یہ تھی کہ اس کے استعمال سے میزائل کے متاثر ہونے کا اندیشہ نہیں تھا۔

پروفیسر کلاول ایک کونے میں منہ بنائے بیٹھے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ تمام منصوبے دھرے رہ جائیں گے کیونکہ بروڈی ونچسٹر کی طرف نہیں مڑے گا اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ کانفرنس ہال کے ٹیلیویژن پر اناؤنسر کی شکل نظر آئی۔ اس نے اطلاع دی کہ ہائی جیکر ونچسٹر کی طرف مڑنے کی بجائے سیدھا آگے نکل گئے ہیں۔ ٹرانسمیٹر پر نائٹ اول کی آواز آ رہی تھی وہ کرنل بروڈی سے بات کر رہا تھا۔

''ہیلو بلیو ایگل شاید تم راستہ بھول گئے ہو۔ ونچسٹر کا موڑ پیچھے رہ گیا ہے۔''

کرنل بروڈی کی مطمئن آواز سنائی دی۔ ''میں راستہ نہیں بھولا دوست۔ میں ونچسٹر کی طرف ہی جا رہا ہوں لیکن یہ ویسٹ ورجینا والا ونچسٹر ہے۔ تم شاید کسی اور ونچسٹر کی بات کر رہے ہو۔''

نائٹ اول خاموش تھا۔ کانفرنس ہال میں سب کے منہ کھلے ہوئے تھے۔

☆☆☆

رات کے نو بج چکے تھے۔ ایف بی آئی کا ہونہار ایجنٹ ملٹ واشنگٹن کے ایک

ہوٹل کی دسویں منزل پر بیٹھا تھا۔ کمرے میں ان گنت کاغذات بکھرے ہوئے تھے۔ سامنے کافی کے برتن رکھے تھے اور ایش ٹرے سگریٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ ملٹ کے امتحان کی رات تھی۔ اس کے کیریئر کا مشکل ترین لمحہ اس کے سامنے تھا۔ کسی بھی طرح اسے کرنل بروڈی کو واشنگٹن پہنچنے سے پہلے روکنا تھا۔ وہ سوچتا رہا۔ سگریٹ پھونکتا رہا اور کھڑکی کے نیچے واشنگٹن کی صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ سڑکوں پر اژدھام میں ہر لمحے اضافہ ہو رہا تھا حالانکہ آبادی کے انخلا کا کام بڑی منصوبہ بندی سے کیا جا رہا تھا لیکن جوں جوں وقت نزدیک آ رہا تھا، افراتفری میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ نجی گاڑیوں، ہوائی جہازوں اور ریل کے ذریعے قریباً 5 لاکھ افراد واشنگٹن شہر سے نکل چکے تھے لیکن ابھی ڈھائی لاکھ افراد کے انخلا کا کام باقی تھا۔

اچانک بالکل سامنے ملٹ کے ذہن میں ایک بات آئی اور وہ جیسے کرسی سے اچھل پڑا۔ جلدی سے اٹھ کر اس نے فائل کھولی۔ وہ تھوڑی دیر اس کے صفحے پلٹتا رہا۔ تب اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس کے چہرے پر دبا دبا جوش نظر آ رہا تھا۔ وہ اٹھا اور ٹیلیفون پر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

☆☆☆

دوسری طرف 18 پہیوں والا ٹریلر بروڈی اور اس کے دونوں ساتھیوں کو لئے واشنگٹن کی طرف رواں دواں تھا۔ یہ سڑک سیدھی واشنگٹن پہنچتی تھی۔ ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور وہ اپنے طویل سفر کے آخری مرحلے میں پہنچ چکے تھے۔ جنک اونگھ رہا تھا اور ٹومی سویا ہوا تھا لیکن بروڈی تھکا ہوا ہونے کے باوجود چوکس تھا اور ڈرائیونگ کرتے ہوئے محتاط انداز میں اردگرد کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ واقعی مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ ٹرانسمیٹر کے اوپر ایک سرخ بلب جل رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کوئی ان سے بات کرنا چاہ رہا ہے۔ بروڈی نے بٹن دبایا۔ نائٹ اول کی آواز گونجی۔ اس نے بروڈی سے مخاطب ہو کر کہا کہ وہ ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہے۔ اتنے میں جنک بھی

جاگ گیا۔ بروڈی کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ بول اٹھا۔ ''اب ہم تمہارے ساتھ کوئی بات نہیں کریں گے نائٹ اول۔ اگر ہم سے بات کرنی ہے تو وائٹ ہاؤس کی کوئی اہم شخصیت تکلیف گوارا کرے۔''

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ ''میں ڈیوڈ جوہن امریکی وزیر دفاع بول رہا ہوں۔ میں تمہیں دوٹوک الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم تمہیں من مانی نہیں کرنے دیں گے۔''

وزیر دفاع کوئی دس منٹ بروڈی سے مصروف گفتگو رہا لیکن کوئی بات طے نہ ہو سکی۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کولمبیا براڈ کاسٹنگ پر ہزاروں لوگ یہ گفتگو براہ راست سن رہے تھے۔ بروڈی جان بوجھ کر یہ چینل استعمال کر رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت ٹریلر کوئی چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کر رہا تھا۔ ان کے اردگرد اونچی اونچی پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور چڑھائی کی وجہ سے رفتار میں کمی آ گئی تھی۔ جنک پشت سے سر نکالے کھوئے کھوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''کرنل میں تمہارا مقصد جان گیا ہوں۔ تم موت کے راہی ہو اور ہم تمہارے ہم سفر ہیں لیکن کچھ بھی ہو ہم تمہارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ ہم تمہارے ساتھ مریں گے۔ قدرت کے کھیل نرالے ہوتے ہیں۔ یہ ٹائٹان میزائل جو واشنگٹن پر قیامت بن کر ٹوٹنے والا ہے، دراصل ایک روسی شہر ارکٹسک کو نشانہ بنانے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ میں نے میزائل کے اوپر لکھی ہوئی تحریر پڑھی ہے۔ ارکٹسک۔ آبادی 530000 ' بلندی 1800 فٹ' لیکن میزائل اب واشنگٹن میں چلے گا۔ آبادی 750000 ' بلندی.....'' تب اچانک جنک نے ٹومی کے رونے کی آواز سنی۔ دونوں نے مڑ کر دیکھا۔ ٹومی ہاتھ میں پستول لے کر ہچکیاں لے لے کر رو رہا تھا۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور کانپتے ہاتھوں سے پستول بروڈی کی طرف بڑھا دیا۔ بروڈی اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر

اس نے ایک ہاتھ سٹیئرنگ وہیل سے ہٹایا اور ٹومی سے پستول لے لیا۔ ٹومی ہچکیاں لیتے ہوئے بولا۔ ''میں تمہیں قتل کرنے لگا تھا کرنل! لیکن ہمت جواب دے گئی۔ میں تمہیں قتل نہیں کر سکتا۔ تم میرے لئے جیسی بھی موت تجویز کرو گے مجھے منظور ہے۔ میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔''

کرنل بروڈی نے آبدیدہ نگاہوں سے ٹومی کی طرف دیکھا۔ ''ٹومی تم نوجوان ہو تمہیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔.....ٹومی! میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم اپنا راستہ جدا کر لو۔ اگر تم چاہو تو یہاں اتر سکتے ہو۔''

بروڈی نے ٹریلر کی رفتار کم کرنی شروع کر دی۔ ٹومی نے لپک کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''نہیں کرنل! میں تمہیں دکھ نہیں دے سکتا۔ میں یہیں رہوں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔''

رات آہستہ آہستہ بھیگ رہی تھی۔ چاند کی پراسرار چاندنی پہاڑی سلسلوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ عجیب سحر انگیز منظر تھا۔ جنک نے سفید پاؤڈر کی چٹکی ناک میں چڑھا لی تھی اور اس کی خواب ناک آنکھیں بند ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ ٹومی بھی کیبن کے عقبی حصے میں چلا گیا تھا۔ شاید سو رہا تھا۔ بروڈی کے ہاتھ مضبوطی سے سٹیئرنگ وہیل پر جمے تھے۔ وہ جنگ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہی ویت نام کی جنگ جس نے اس کی زندگی برباد کر دی تھی، اس کا ذہنی سکون غارت کر دیا تھا، اس کی پیاری بیوی اور پیارا گھر اس سے چھین لیا تھا۔ ہیری کی موت کے بعد وہ مسلسل بیس گھنٹے سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ ذرا ٹانگیں سیدھی کرنے کے لئے اس نے ایک جگہ ٹریلر کو روکا اور باہر نکل آیا۔ زخمی ٹانگ میں شدید ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اس نے عقب میں دیکھا ایک فرلانگ نیچے اترائی میں سینکڑوں روشنیاں چمک رہی تھیں۔ یہ دراصل ٹریلر کے عقب میں آنے والا عظیم الشان قافلہ تھا۔ اس قافلے میں فوج اور پولیس کی گاڑیوں کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں نجی گاڑیاں بھی تھیں۔ اب وہ لوگ انتظار کر رہے تھے کہ ٹریلر حرکت میں آئے تو وہ بھی آگے بڑھیں۔

بروڈی نے انہیں زیادہ دیر انتظار میں رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ کیبن میں آیا اور انجن سٹارٹ کر دیا لیکن عین اسی وقت وہ چونک گیا۔ سامنے سڑک پر ایک ہیلی کاپٹر کی روشنی نظر آ رہی تھی۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ہیلی کاپٹر ٹریلر کے بالکل سامنے سڑک پر اتر گیا۔ بروڈی کا ہاتھ خود بخود ریڈیائی فیتے پر پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلا اور اس میں سے چار آدمی برآمد ہوئے...... بروڈی نے جنک کو جھنجوڑ کر جگایا۔ ”جنک اٹھ جاؤ میرا خیال ہے گڑبڑ ہونے والی ہے۔“

جنک نے آنکھیں ملتے ہوئے دیکھا۔ ہیلی کاپٹر کے پنکھے سے اٹھنے والی گرد نے ٹریلر کو ڈھانپ رکھا تھا۔ بروڈی نے انجن بند کیا پھر اس نے ریڈیائی فیتہ دائیں ہاتھ میں لیا اور چھلانگ لگا کر سڑک پر آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ ہیلی کاپٹر سے برآمد ہونے والے چاروں آدمی آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ سڑک کے عین درمیان کھڑا ہو کر چیخا۔

”کون ہو تم لوگ۔ فوراً اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ۔“

اس کے تحکمانہ لہجے کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ بروڈی نے دیکھا کہ چاروں افراد کے ہاتھوں میں ہائی سپیڈ گنیں ہیں۔ اس نے ان لوگوں کو ریڈیائی فیتہ دکھانے کے لئے ہاتھ بلند کیا۔ اس کی انگلی واضح طور پر بٹن کے اوپر نظر آ رہی تھی۔ وہ انہیں وارننگ دیتے ہوئے بولا۔ ”ٹھیک ہے اگر تم لوگ فیصلہ کر ہی چکے ہو تو مجھے زیادہ دیر نہیں کرنی چاہئے۔ میں دو سیکنڈ کے بعد بٹن دبا دوں گا۔“

اس کے جبڑے بھنچ گئے تھے اور سینے میں سنسناہٹ سی ہونے لگی تھی۔ چاروں افراد تین قدم اور آگے بڑھے اور پھر رک گئے۔ ان میں سے ایک شخص نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ”کرنل بروڈی! اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ کھیل ختم ہو چکا ہے۔“

بروڈی فوراً پہچان گیا کہ یہ ایف بی آئی کے ایجنٹ ملٹ کی آواز ہے۔ اس نے ایک دم آگے بڑھ کر کہا۔ ”مجھے افسوس ہے مسٹر ملٹ کہ تم سے زندگی کی آخری گھڑیوں

میں ملاقات ہو رہی ہے۔ بہرحال مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“

ملٹ نے مشین گن سیدھی کرتے ہوئے کہا۔ ”کرنل! وقت ضائع مت کرو۔ اپنے ساتھیوں کو باہر آنے کا حکم دو اور خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دو۔ تم بازی ہار چکے ہو۔“

بروڈی کی آنکھیں خوابناک ہو رہی تھیں۔ اس کے ذہن پر دھند سی چھا رہی تھی۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا۔ اس نے اپنی طرف بڑھتے ہوئے ملٹ کو دیکھا......اور بٹن دبا دیا۔ ایک سیکنڈ کے لئے وہ اپنے وجود سے غافل ہو گیا لیکن جب بے خودی کی یہ کیفیت گزر گئی تو اس نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے بٹن نے کام نہیں کیا۔ ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں سراسیمگی کے آثار آئے۔ پھر غصے کی ایک تند لہر اس کے اندر سے اٹھی۔ اس نے تیز نظروں سے سارجنٹ جنک کی طرف دیکھا۔ ”سارجنٹ! تم تو کہتے تھے میزائل مسلح ہو چکا ہے۔“

سارجنٹ جنک بھی پریشان نظر آ رہا تھا۔ پھر جیسے اچانک اس کے ذہن میں کوئی بات آئی۔ ”اوہ میرے خدا کرنل! ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ اس میزائل کا فیتہ بیرومیٹرک ہے۔ یقیناً......یقیناً......ہم اس وقت 2800 فٹ سے زیادہ بلندی پر ہیں۔ اتنی بلندی پر یہ میزائل نہیں چلے گا کرنل۔“

کرنل بروڈی نے سامنے دیکھا۔ چاروں افراد اب بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ سامنے چیتے کی طرح زقند لگائی اور سڑھیوں پر پہنچ گیا۔ لیکن اس وقت جب وہ ٹریلر کے اندر گھسنے کی کوشش کر رہا تھا مشین گن کی تڑتڑ سنائی دی اور دو گولیاں اس کی ٹانگ میں داخل ہو گئیں۔ دوسری طرف سارجنٹ جنک نے اپنا ریوالور نکالا۔ ابھی اس نے دو ہی فائر کئے تھے کہ پورا برسٹ اس کے سینے پر لگا اور وہ اچھل کر ٹریلر کی دیوار سے ٹکرایا۔ زمین پر گرتے گرتے وہ ہلاک ہو چکا تھا۔

کرنل بروڈی نے بلا کی پھرتی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ عین اس وقت ونڈ

سکرین سینکڑوں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی اور گولیوں کی ایک بوچھاڑ بروڈی کی چھاتی پر لگی۔ بے پناہ غصے اور نفرت کے ساتھ اس نے ہینڈ بریک پر اپنا ہاتھ رکھا اور ایک جھٹکے سے ہینڈ بریک کھول دی...... دیوہیکل ٹریلر حرکت میں آ چکا تھا بروڈی نے ڈوبتی ہوئی نگاہوں سے سامنے دیکھا۔ ہیلی کاپٹر سے نکلنے والے افراد بھاگتے ہوئے ٹریلر کی طرف آ رہے تھے۔ ٹریلر دھیرے دھیرے ڈھلوان کی طرف کھسک رہا تھا۔ تھوڑا آگے ایک موڑ تھا اور پھر سینکڑوں فٹ گہری کھائی تھی۔ بروڈی نے اپنے منہ میں خون کا ذائقہ محسوس کیا اور پھر خون کے فوارے کے ساتھ ایک قہقہہ اس کے حلق سے بلند ہوا...... تب وہ اپنے پہلو کی طرف گرا اور ساکت ہوگیا۔

ٹریلر کافی رفتار پکڑ چکا تھا اور ملٹ ٹانگوں کی پوری قوت استعمال کرتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا۔ پھر اس نے چھلانگ لگائی اور ڈرائیونگ کیبن کی سیڑھی کے ساتھ لٹک گیا۔ جس وقت اس کے ہاتھ سٹیئرنگ وہیل پر پہنچے۔ سڑک کا موڑ صرف بیس گز کے فاصلے پر تھا۔ ملٹ نے جلدی سے سٹیئرنگ کو بائیں جانب گھمایا۔ ٹریلر کے پہیے چرچرائے اور وہ کھائی کے کنارے سے ہوتا ہوا بائیں مڑ گیا۔ ملٹ نے ہینڈ بریک کھینچنے کی کوشش کی لیکن بروڈی کے مردہ جسم نے ہینڈ بریک کو پوری طرح چھپا رکھا تھا۔ اس نے اپنا پاؤں بریک کی طرف بڑھانے کی کوشش کی لیکن بروڈی کا پاؤں بریک اور کلچ کے درمیان اتنی سختی سے حائل تھا کہ بریک کو استعمال کرنا تقریباً ناممکن ہوگیا تھا۔ ایک لمحے میں ملٹ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔ ٹریلر کی رفتار ہر لحظہ تیز ہو رہی تھی اور بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ ملٹ نے بروڈی کے بے جان چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کی ساکت آنکھوں میں فتح کی چمک صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ کامیا کے احساس کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا تھا۔ ملٹ نے سامنے دیکھا ایک دشوار مو تیزی سے قریب آ رہا تھا۔ تب اس کی نظر بائیں جانب اٹھی۔ ایک سیاہ فام نوجوان ا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ ہائی جیکروں کے 5 ویں ساتھی کو بھول ہی گیا تھا۔ اس نے نگا

کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اس کی طرح قریب آئی ہوئی موت سے خوف زدہ نظر آ رہا تھا پھر وہ تیزی سے نیچے جھکا اور بروڈی کا پاؤں بریک سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ ملٹ نے اپنی توجہ سٹیئرنگ پر مرکوز رکھی۔ وہ تیز رفتار ٹریلر کو خطرناک موڑوں پر بڑی ہوشیاری سے قابو کیے ہوئے تھا۔ ساتھ ساتھ وہ ہینڈ بریک تک پہنچنے کی کوشش بھی کر رہا تھا تب اس کی نگاہ بلندی دکھانے والے آلے کی طرف گئی۔ وہ بڑی تیزی سے نیچے آ رہے تھے۔ ان کی بلندی 3100 فٹ سے کم ہو کر 2900 رہ گئی تھی۔ ملٹ جانتا تھا اگر وہ سو فٹ اور نیچے اتر گئے تو دنیا کی کوئی طاقت میزائل کو پھٹنے سے نہیں روک سکے گی۔

اس نے انتہائی تیزی سے ایک موڑ کاٹا اور پھر پوری قوت سے بروڈی کی ٹانگ بریک سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ ٹومی بھی بروڈی کے مردہ جسم کو دھکیلنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ اگر بروڈی کی ٹانگ آزاد ہو جاتی تو وہ بہ آسانی اسے سڑک پر دھکیل سکتے تھے لیکن یوں لگتا تھا کہ مرنے کے بعد بھی بروڈی کی قوت مزاحمت ختم نہیں ہوئی...... اور پھر فیصلے کا لمحہ پہنچ گیا۔ ان کی بلندی اب صرف 2860 فٹ تھی۔ ملٹ نے آخری کوشش کے طور پر بغیر کلچ کے گیئر لگانے کی کوشش کی لیکن رفتار کی وجہ سے ناکامی ہوئی...... ملٹ نے اپنے ہاتھ سٹیئرنگ پر مضبوطی سے جمائے اور نگاہیں سڑک پر مرکوز کر دیں۔ سامنے ایک ہولناک موڑ آ رہا تھا لیکن موڑ پر پہنچ کر ملٹ سیدھا نکلتا چلا گیا۔ ٹریلر جھاڑیوں میں گھسا، پتھروں پر اچھلا اور چھوٹے چھوٹے درختوں کو روندتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہ ایک خوفناک سفر تھا۔ کسی بھی لمحے ٹریلر الٹ سکتا تھا کسی بڑے درخت سے ٹکرا کر چکنا چور ہو سکتا تھا لیکن ان کی قسمت نے یاوری کی۔ ٹریلر کی رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی چلی گئی۔ پھر اس نے چیڑ کے ایک صحت مند درخت کو توڑا اور ایک جھٹکے سے رک گیا۔

ملٹ اور ٹومی چھلانگیں لگا کر کیبن سے نیچے اترے۔ انہوں نے دیکھا، دور بلندی پر روشنیوں کا ایک سیلاب ان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ ٹریلر کے عقب میں آنے والا

قافلہ صورتحال جاننے کے لئے ان کی طرف لپک رہا تھا۔ ملٹ نے ٹریلر کی طرف دیکھا
ہ عجیب خطرناک انداز میں ایک طرف کو جھکا ہوا تھا۔ یہ ایک معجزہ تھا کہ وہ الٹنے
محفوظ رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر پر کوئی مسلسل چیخ پکار کر رہا تھا۔ ملٹ نے کیبن میں پہنچ کر رسیو
اپنے ہاتھ میں لیا۔ وائٹ ہاؤس کے اعلیٰ حکام صورت حال جاننے کے لئے بے تاب
تھے۔ ملٹ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ''مبارک ہو معزز حضرات! اغوا شدہ ایٹم
میزائل محفوظ ہے صرف اس لئے کہ میں 2800 فٹ کی بجائے 2820 فٹ کی بلندی
سے بول رہا ہوں۔ ہم 20 فٹ بچانے میں کامیاب ہو گئے ہیں لیکن میں یقین سے نہیں
کہہ سکتا کہ اگلی دفعہ بھی ہم ایسا کر سکیں گے......''

☆====☆====☆

چشم انسانی کا دیکھا ہوا سب سے بھیانک خواب حقیقت کا روپ دھار چکا، دنیا جوہری جنگ کی آگ میں بھسم ہو چکی، کرہ ارض پر ہو کا عالم ہے......لیکن سنگلاخ پتھروں میں پھر زندگی پھوٹ رہی ہے۔ایک نوجوان گھوڑے پر سوار دور بہت دور افق کی طرف دیکھ رہا ہے۔اس کے ہاتھ میں ایک پھٹا پرانا کاغذ ہے۔اس پر کچھ الفاظ لکھے ہیں۔اس پتے پر ضرور پہنچے گا۔وہ اپنے آباؤ اجداد کے بارے میں جان کر رہے گا۔

اس نے ایک پراسرار خواب دیکھا اور ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔اس کی سانس ابھی تک دھونکنی کی مانند چل رہی تھی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ مر چکا ہے۔اس کی روح ویرانوں میں بھٹک رہی ہے۔وہ ایک گھڑ سوار کو دیکھتا ہے۔گھڑ سوار کی شکل اس کی اپنی شکل سے ملتی جلتی ہے۔وہ بہت تھکا ہوا دکھائی دیتا ہے۔نہ جانے کہاں سے چلتا ہوا آیا ہو لیکن اس کی آنکھوں میں ایک چمک ہے، ایک عزم ہے، وہ کسی چیز کو تلاش کر رہا ہے۔اس کے چہرے کے تاثرات سے لگ رہا ہے کہ وہ اس چیز کو تلاش کر کے رہے گا۔ اس نے گھڑ سوار کے قریب پہنچ کر اسے زور زور سے پکارا لیکن گھڑ سوار اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔یوں لگا جیسے اس نے اس کی آواز کو سنا ہی نہ ہو۔وہ اپنے راستے پر چلتا رہا۔تب اسے یاد آیا کہ وہ تو مر چکا ہے۔اسے اپنی سانس لینے میں گھٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔وہ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا......اس کی سانس ابھی تک دھونکنی کی مانند چل رہی تھی۔

”یہ کیسا خواب تھا اس نے سوچا پچھلے چند مہینوں میں وہ لاتعداد بار یہ خواب دیکھ

چکا تھا۔ وہ جب بھی خواب دیکھ کر اٹھتا تھا اس کا دھیان اپنی سیاہ جلد والی نوٹ بک کی طرف چلا جاتا تھا۔ اسے محسوس ہوتا تھا کہ گھڑ سوار جس چیز کی تلاش میں ہے وہ یہی نوٹ بک ہے۔ وہ خود بھی اسے اس نوٹ بک کے بارے میں بتانا چاہتا تھا لیکن کبھی گھڑ سوار کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکا۔ لیکن اسے اس بات کی خوشی تھی کہ گھڑ سوار نے ہمت نہیں ہاری اور اپنا سفر جاری رکھا ہوا ہے۔ کچھ عجیب طرح کے احساسات تھے اس کے۔ کبھی کبھی اسے خود اپنی سمجھ نہیں آئی تھی۔ اس نے نوٹ بک کو کھولا اور شروع سے پڑھنے لگا۔ یہ اس کے اپنے ہاتھ کی تحریر تھی۔ پہلے صفحے پر جون ۲۷ کی تاریخ درج تھی۔ نیچے لکھا تھا۔

''قیامت کا دن، تباہی کا دن، جب انسانی بستیوں پر موت کی پہلی یلغار ہوئی۔

جب اچانک انسانی جلد سکڑنے لگی۔ جب ایسے بے آواز دھماکے ہوئے جنہوں نے لوگوں کی سماعت چھین لی...... جب آنکھوں سے خون کے دھارے بہہ نکلے...... وہاں وہ بہت سخت دن تھا۔ مجھے ۱۴ مارچ کا وہ دن یاد ہے جب شیو کرتے کرتے اچانک میرے ہاتھ کانپنے لگے تھے اور مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے کوئی میرا دل مٹھی میں لے کر مسل رہا ہو۔ لوگ چیختے ہوئے اور ابکائیاں لیتے ہوئے گھروں سے نکل آئے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا اور پھر مجھے دفتر سے اپنے ایک قریبی دوست کا فون آیا تھا۔ ہم دونوں پچھلے پندرہ سال سے سیاہ فام رپورٹروں کی حیثیت سے ایک مقامی ہفت روزہ میں کام کر رہے تھے۔ اس نے بڑے گھمبیر لہجے میں مجھے اطلاع دی تھی کہ کسی قریبی شہر میں ایٹمی اسلحہ استعمال ہوا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ صدر امریکہ نے ملک کے دس بڑے شہروں میں مارشل لاء نافذ کر دیا ہے۔ ان میں بوسٹن، لاس اینجلس، بالٹی مور، برمنگھم اور واشنگٹن شامل ہیں۔ این بی سی'' نے دس منٹ پہلے خبروں کی بلیٹن میں بتایا ہے کہ بوسٹن میں متحارب گروپوں میں زبردست لڑائی ہو رہی ہے۔ کل رات وہاں پریس ہیڈ کوارٹر کی عمارتوں کو دھماکے سے اڑا دیا گیا ہے۔ اس نے بتایا کہ بلیک ری پبلک آرمی نے خود کو ''سیاہ فام سیاہ آزادی'' کا نام دے دیا ہے اور ملک گیر پیمانے پر مسلح

جدوجہد شروع کر دی ہے۔ جس کا خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا۔ سیاہ اور سفید فام باشندوں کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی نے آخر کار امریکہ کو خانہ جنگی کی آگ میں جھونک دیا تھا۔ اب یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ میں نے اس روز کینیڈا جانے کا پروگرام بنایا۔ ہوائی اڈے پر پہنچا تو وہاں تابکاری سے متاثر افراد کا ایک جم غفیر نظر آیا۔ جہاز ملنا تو در کنار ایئر پورٹ کی عمارت کے اندر پہنچنا بھی دشوار تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے شکاگو کے تمام باشندے شہر چھوڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ میں نے جانے کا پروگرام منسوخ کر دیا اور واپس آ گیا۔

29 جولائی:

میں سیاہ فام قوم کی تحریک آزادی میں شامل ہو چکا ہوں۔ اس علاقے میں سیاہ فاموں کی اکثریت ہے۔ پچھلے دو تین مہینوں میں یہاں بہت خون خرابہ ہوا ہے۔ شہر چھوڑنے والے سفید فاموں پر حملے کر کے انہیں بے دردی سے قتل کیا گیا ہے۔ شکاگو کے گلی کوچوں میں بے شمار لاشیں سڑ رہی ہیں۔ دھماکے، فائرنگ کی آوازیں اور ایمبولینس گاڑیوں کے سائرن........ بس اب شہر میں یہی کچھ رہ گیا ہے۔ دنیا کی عظیم ترین جمہوری مملکت ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہے۔ لگتا ہے کہ کرہ ارض مکمل طور پر تباہی کی لپیٹ میں آنے والا ہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ بیسویں صدی کے آخر میں پیش آنے والے ان واقعات کو کس طرح آنے والی نسل کے لئے محفوظ کر جاؤں۔ اس مقصد کے لئے میں پہلے ٹیپ ریکارڈ استعمال کرتا رہا ہوں لیکن چند دن پہلے مجھے یہ خیال آیا ہے کہ ہو سکتا ہے ایسا وقت آ جائے کہ بجلی اور بیٹری جیسی چیزیں خواب و خیال ہو جائیں اور ٹیپ ریکارڈر کی حیثیت ایک ڈبے کے سوا کچھ نہ رہ جائے اس لئے میں نے برسوں سے اپنی یادداشتیں اس نوٹ بک میں لکھنی شروع کی ہیں۔ میں اس وقت ''ٹریبون'' کی بلڈنگ کے ایک زمین دوز کمرے میں بیٹھا ہوں۔ بالائی منزل پر شمال اور شمال مغربی محاذوں کے دفاتر

ہیں۔ کمرے کی دیوار کے ساتھ میرا لوہے کا ہیلمٹ اور گوریلا جیکٹ لٹکی ہوئی ہے۔ جیکٹ کے سامنے والے حصے پر ایک پٹی لگی ہے۔ یہ پٹی میرے رینک یعنی ''کیپٹن'' کو ظاہر کرتی ہے.......... دور شہر کے کسی حصے میں مشین گن چلنے کی آواز آ رہی ہے۔

30 جون:

رات پھر مجھے وہی خواب نظر آیا ہے۔ لمبے سے قد والا وہ سانولی رنگت کا آدمی دو گھوڑوں کے ساتھ سنسان جنگلوں میں سفر کر رہا ہے۔ ایک گھوڑے پر وہ خود سوار ہے اور دوسرے پر اس کا سامان لدا ہوا ہے۔ اس نے کسی جانور کی کھال کا لباس پہنا ہوا ہے۔ اس کے لمبے لمبے بال سر کے پچھلی طرف کسی ربن سے بندھے ہوئے ہیں۔ وہ مسلسل چل رہا ہے۔ اس کے سامنے ایک طویل راستہ ہے جس پر خشک پتے بکھرے ہوئے ہیں۔ میں حیران ہوں یہ کیسا منظر ہے جو بار بار میرے خوابوں میں آتا ہے۔ اس منظر کا تعلق ماضی سے ہے یا مستقبل سے'' مجھے کچھ خبر نہیں۔

2 جولائی:

کل اپنے ایک زخمی گوریلا ساتھی کو دیکھنے کے لئے میں ہسپتال میں گیا۔ خدا کی پناہ وہاں قیامت صغریٰ برپا تھی۔ زخمیوں کی چیخ وپکار سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ ہسپتال کے کمروں کے علاوہ برآمدے بھی زخمیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ لوگ یہاں وہاں فرش پر پڑے کراہ رہے تھے ایسے میں ایک تنگ برآمدے میں، میں نے لوگوں کے بے پناہ ہجوم میں ایک سٹریچر پر کسی زخمی شخص کو دیکھا۔ وہ میری سابقہ بیوی کا خاوند تھا۔ اس کے سینے میں کسی بم کا ٹکڑا دھنسا ہوا تھا۔ اس کی نازک حالت کے پیش نظر فوری آپریشن کی ضرورت تھی لیکن سٹریچر جس طرح لوگوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اگلے تین چار گھنٹوں میں بھی اپریشن تھیٹر تک نہیں پہنچے گا۔ میں کیا کر سکتا تھا کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا شام ہونے تک نہ جانے ایسے کتنے زخمیوں کو دم توڑ

جانا تھا۔

3 جولائی

ملک کے مختلف حصوں میں سیاہ فام جان باز امریکہ کے در و دیوار پر اپنے خون سے آزادی کی تحریر لکھ رہے ہیں...... شروع شروع میں، میں نسلی امتیاز کے سخت خلاف تھا۔ سیاہ فام ہونے کے باوجود میرے دل میں سفید فاموں کے لئے تھوڑی بہت جگہ تھی لیکن پچھلے چند سالوں سے حالات اس تیزی سے بدلے ہیں کہ اب مجھے احمقانہ ماضی پر ہنسی آتی ہے۔ میں جان گیا ہوں کہ سیاہ اور سفید فام امریکیوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا سیاہ اور سفید رنگ میں ہے۔ ہمیں امریکہ میں غلام بنا کر لایا گیا تھا اور مدتیں گزرنے کے باوجود اب بھی غلام ہیں۔ برہنہ پا مشقت کرنے والے غلام...... روٹی کی جگہ کوڑے کھانے والے غلام، انداز تبدیل ہوگیا ہے لیکن اصول وہی ہیں۔ اب ہمیں ان آہنی سہاروں کو توڑنا ہے ہمیں زندہ رہنا ہے...... ہماری تحریک زوروں ہے۔ ہم نے یہاں ایک گوریلا ریڈیو اسٹیشن قائم کر لیا ہے۔ وہاں سے چوبیس گھنٹے نشریات جاری رہتی ہیں۔ اس کا دوسرا بڑا ذریعہ کینیڈا کی نشریات ہیں۔ امریکی نشریات سیاہ فام کے حلقوں میں اپنی مقبولیت کھو چکی ہے۔ کینیڈا ریڈیو نے بھی رات خبر دی ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں امریکی پناہ گزین کینیڈین علاقے میں داخل ہو رہے ہیں۔ امریکہ کی اندرونی صورت حال کو پوری دنیا میں تشویش کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ اقوام متحدہ میں دنیا کے مختلف ممالک نے واشنگٹن حکومت پر کڑی نقطہ چینی کی ہے اور الزام لگایا ہے کہ سفید فام انتظامیہ سیاہ فام تحریک کو کچلنے کے لئے طاقت کا بے دریغ استعمال کر رہی ہے۔

5 جولائی

اقوام متحدہ نے ایک قرارداد پاس کی ہے اس میں فیصلہ کیا ہے کہ امریکہ کی تشویش ناک اندرونی صورت حال کے پیش نظر امریکی علاقے کے گرد ایک حصار قائم کر دیا

جائے۔ نہ اس فسادزدہ خطے میں کوئی جا سکے اور نہ باہر آ سکے، یوں امریکی باشندوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ دوسری طرف روس اور چین امریکہ میں موجود جوہری اسلحے کو نسل انسانی کے لئے نہایت خطرناک قرار دے رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ دونوں متحارب فریق اس اسلحے تک رسائی کی کوشش کر رہے ہیں۔ یورپی برادری کے ممالک فرانس، اٹلی، بیلجیم وغیرہ بھی بدلتی ہوئی صورت حال کو تشویش ناک نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ امریکہ کے ساتھ ان کے رویے میں واضح تبدیلی آئی ہے۔ اور اب ان کا جھکاؤ روس اور چین کی طرف ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے جو آخری بلیٹن سنا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ میکسیکو اور کینیڈا نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ امریکہ کے ساتھ اپنی سرحدوں کو بالکل بند کر رہے ہیں۔ دوسرے رکن ممالک نے بھی بحران ختم ہونے تک امریکہ سے بحری، بری اور فضائی رابطے منقطع کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اس نے جلدی جلدی ڈائری کے چند ورق الٹے پھر وہ ۱۴ جولائی کی تحریر پڑھنے لگا۔

14 جولائی

آج صبح گرانٹ پارک میں خون کے ذخیرے پر سیاہ فاموں کے ایک بڑے ہجوم نے ہلہ بول دیا بگڑی ہوئی صورت حال کے پیش نظر انتظامیہ نے مغربی محاذ سے فوج کے کچھ محفوظ دستوں کو بھی بلا لیا۔ پہلے پولیس نے آنسو گیس استعمال کی اور بعد میں گولی چلادی۔ پانچ افراد ہلاک اور بے شمار زخمی ہوگئے۔ مشتعل ہجوم گلیوں میں بکھر گیا۔ سارا دن مظاہرین اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں۔ تحریک آزادی کے مسلح جدوجہد کا دائرہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے۔ شکاگو کے بہت بڑے حصے پر ہمیں کنٹرول حاصل ہو چکا ہے۔ سفید فام انتظامیہ اقتدار برقرار رکھنے کے لئے ہر حربہ آزما رہی ہے کئی عجیب وغریب واقعات دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ ایسے میں کل ہمارے چھاپہ ماروں نے اندرون شہر ایک گشتی فوجی دستے پر حملہ کر دیا۔ دستے کی قیادت

ایک سفید فام آفیسر کر رہا تھا۔ مشین گن کی ایک بوچھاڑ اس کے سر سے ٹکرائی اور اس کا سر تن سے جدا ہو گیا لیکن وہ رکے بغیر چلتا رہا بعد میں یہ راز کھلا کہ وہ الیکٹرانک روبوٹ تھا۔ سیاہ فام انتظامیہ ہر محاذ پر جدید ترین ہتھیار استعمال کر رہی ہے۔ شہر کے طول وعرض میں عجیب وغریب افواہیں گردش کر رہی ہیں۔ ایسی ہی ایک افواہ میں پچھلے تین روز سے یہ کہا جا رہا ہے کہ روسی بمبار چند گھنٹوں میں تحریک آزادی کی مدد کے لئے پہنچ رہے ہیں۔ عجیب افراتفری کا عالم ہے کچھ روز سے ہمارے فوجی حلقوں میں یہ اطلاع گردش کر رہی ہے کہ امریکی مسئلے پر چین اور روس کے درمیان بھی ٹھن گئی ہے۔ روس امریکہ میں مداخلت کرنا چاہتا ہے لیکن چین اس معاملے میں سرگرم نہیں ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے ریڈیو "ٹوکیو" کی نشریات میں ایک ادھوری سی خبر سنی ہے۔ اس خبر نے ان خدشات کی تصدیق کر دی ہے مجھے خبر کا جو مقصد سمجھ میں آیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ کل رات روس کے ایٹمی میزائلوں نے چین کے صوبے سنگیانگ پر حملہ کیا........ میرے خدایا کیا ہو رہا ہے۔ اس کا مطلب مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ نہ امریکہ، نہ طاقت کا توازن، نہ سفید نہ سیاہ........ وہ ڈراؤنا خواب جو کرہ ارض کے باشندے نصف صدی سے دیکھ رہے تھے حقیقت کا روپ دھار رہا ہے۔ میں نے اس خبر کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کئی جگہ رابطہ قائم کیا ہے لیکن ابھی پتہ نہیں چل سکا یورپ اور مشرق بعید کے ذرائع ابلاغ پر بھی پراسرار خاموشی طاری ہے۔"

اس نے چار پانچ ورق الٹے اور ڈائری کے آخری صفحے پر نظریں جما دیں۔

20 جولائی

دنیا کے مختلف حصوں میں جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ کوئی وقت جاتا ہے کہ یہ شعلے دنیا کی لپیٹ میں لے لیں گے۔ عالمی جنگ جو ایک وقت ناممکن نظر آتی تھی اب یقینی نظر آ رہی ہے۔ آج صبح "گیری" کے شہر میں تحریک آزادی کی سیاہ اور واشنگٹن

انتظامیہ کی فوج میں زبردست معرکہ ہوا ہے۔ میں بھی اس حملے میں شریک تھا۔ ہم نے بے سروسامانی کے باوجود سفید فاموں کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔ شہر پر ایک بار پھر ہمارا قبضہ ہوگیا ہے۔ اس شہر کی آبادی کوئی ۱۸۰۰۰۰ نفوس پر مشتمل تھی۔ ان میں زیادہ تعداد سیاہ فاموں کی تھی۔ لیکن اب یہ بارونق شہر ایک وسیع وعریض قبرستان کا نمونہ پیش کررہا ہے۔ سبزہ ناپید، بلڈنگیں مسمار اور اجتماعی قبروں کے پیٹ سیاہ فاموں کی لاشوں سے بھرے ہوئے۔ شہر کا نظارہ کرنے کے بعد احساس ہوا کہ امریکی فوج جان بوجھ کر شہر سے پیچھے ہٹی ہے۔ وہ ہمیں دکھانا چاہتے ہیں کہ دیکھ لو اپنے ہم نسلوں کا انجام، یہی ہے احتجاج کا حاصل، یہی ہے روٹی اور عزت مانگنے کا صلہ، یہ تمہارا نیا افریقہ ہے۔ اس پر آنسو بہاؤ یا اس کی کھلی قبروں میں لیٹ کر سو رہو۔

میں اس وقت محاذ سے واپس آکر کمرے میں بیٹھا ہوں۔ اس وقت دن کے دو بجے ہیں۔ شہر میں بجلی کی سپلائی ختم ہوچکی ہے۔ اس زمین دوز کمرے میں اندھیرا ہے۔ میں موم بتی کی روشنی میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں آج کی لڑائی میں میرے کئی ساتھی فرض پر قربان ہوگئے ہیں۔ میرا کندھا بھی شدید زخمی ہے.......... تھوڑی دیر بعد میں اس ڈائری کو سٹیل کے ایک بکس میں مقفل کرکے کمرے کی دیوار میں ایک طاق کے اندر رکھ دوں گا۔ یہ طاق میں نے خاص اس مقصد کے لئے بنوایا ہے۔ سٹیل کا بکس طاق میں اس طرح فٹ ہوجاتا ہے کہ کوئی شخص باآسانی اس کا سراغ نہیں لگا سکتا.......... لیکن میرے اندر سے آواز آتی ہے.......... کہ کبھی نہ کبھی.......... کسی ایسی ہی اداس دوپہر کو کوئی اجنبی شخص اس جگہ ضرور پہنچے گا۔ اس کے چہرے پر طویل فاصلوں کی گرد ہوگی۔ اس کی آنکھوں میں بچھڑے ہوؤں کی جستجو ہوگی۔ وہ اس کتاب کو پالے گا۔ وہ اس کتاب کو پالے گا.......... فضاء میں بمبار طیاروں کی گھن گرج سنائی دے رہی ہے۔ میں اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

☆☆☆

صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی اس شخص نے اپنا سفر دوبارہ شروع کردیا تھا۔ وہ چھ گھنٹے سے مسلسل گھوڑے کی پشت پر سوار تھا۔ گھنے جنگل کے درمیان دور تک ایک راستہ چلا گیا تھا۔ وہ گاہے بگاہے نظر اٹھا کر اردگرد کے ماحول میں گم ہوجاتا۔ درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے۔ سورج کی تیز کرنیں پتوں سے چھن چھن کر اس کے سر پر پڑ رہی تھیں۔ اس نے اندازہ لگایا کہ سورج اپنا نصف فاصلہ طے کرچکا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا اب کسی جگہ رک کر آرام کرلینا چاہئے۔ اب نسبتاً کشادہ جگہ دیکھ کر اس نے گھوڑے کو روکا اور نیچے اتر آیا۔ اس کے پیچھے ایک دوسرا گھوڑا بھی تھا جس پر سامان لدا ہوا تھا۔ وہ ایک طویل قامت شخص تھا سانولی رنگت اور مضبوط جسم کا مالک اس کے سیاہ لمبے بال جن پر کوئی تیل لگا ہوا تھا اس کی گردن کے پیچھے ایک ربن سے بندھے ہوئے تھے۔ اس نے چمڑے کا لباس پہن رکھا تھا۔ ابھرے ہوئے رخساروں کے درمیان اس کی ستواں ناک نمایاں تھی۔ اس کے چہرے کو اس کی سوئی سوئی آنکھوں نے عجیب طرح بڑھا اس نے پاؤں میں خام چمڑے کے لمبے لمبے بوٹ پہن رکھے تھے۔ ایک تھیلے سے اس نے کچھ کھانے پینے کا سامان نکالا، اس تھیلے میں ایک بوسیدہ کاغذ کو بڑی احتیاط سے تہہ کرکے رکھا گیا تھا۔ اس نے بڑی آہستگی سے کاغذ کو کھول کر اپنے سامنے پھیلایا کاغذ پر مختلف رنگ اور لکیریں نظر آرہی تھیں۔ زیادہ تر الفاظ تو مٹ چکے تھے لیکن کچھ پڑھے جاسکتے تھے۔ کاغذ کے اوپر کی طرف بڑے بڑے لفظوں میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس شخص نے آہستہ آہستہ پڑھا "ایلسورو ڈمیپ" نیچے بھی مختلف جگہوں پر کچھ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ اس کا خیال تھا کہ یہ پرانے زمانے کی کچھ آبادی کے نام ہیں۔" ایلسو کے بارے میں اس کا اندازہ تھا کہ کسی ملک کا نام ہے۔ اس نے نقشے کے اوپر لکیر کھینچ رکھی تھی۔ یہ لکیر اس کے سفر کے راستے کو ظاہر کرتی تھی۔ اس لکیر پر سفر کرتے ہوئے آج اسے نواں روز تھا۔ اس لکیر پر بھی نو جگہ چھوٹے چھوٹے نشان لگے ہوئے تھے۔ ہر روز شام کے وقت اپنے سفر کے اختتام پر وہ ایک نشان لگا دیتا تھا تاکہ اسے اندازہ ہو کہ وہ کس مقام پر ہے۔ دوران سفر

وہ اردگرد کے علاقے کا اس نقشے کے ساتھ موازنہ کرتا رہتا تھا۔ نقشے پر ایک جگہ نیلے رنگ کا ایک دھبہ سا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نیلا رنگ پانی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس دھبے پر ''جھیل ایری'' کے الفاظ لکھے تھے۔ ایک چھوٹی سی جھیل اس آبادی میں بھی تھی۔ جہاں وہ رہتا تھا لیکن وہ جھیل تو چھوٹی سی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ یہ جھیل بہت بڑی ہوگی۔ پھر اس جھیل سے تھوڑا آگے کافی بڑے حصے میں نیلا رنگ پھیلا ہوا تھا۔ وہ سوچ کر حیران ہو رہا تھا کہ نیلا رنگ پانی کو ہی ظاہر کرتا ہے تو پھر یہ کتنی بڑی جھیل ہوگی اس کا خیال تھا کہ دنیا کا سارے کا سارا پانی اسی جھیل میں بہتا ہوگا۔

وہ شاید بستی کا پہلا آدمی تھا جو اتنی دور آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ صبح تک سفر کرتا رہا تو اب نیلا دھبہ اس سے زیادہ دور نہیں ہوگا۔ اس کے سینے میں دبا ہوا جوش کروٹیں لینے لگا۔ اس نے کاغذ کو احتیاط سے تہہ کر کے تھیلے میں رکھا اور گھوڑے پر بیٹھ کر روانہ ہوگیا۔ تھوڑا آگے جا کر اس نے ایک ندی پار کی اور دوسری جانب سفر کرنے لگا۔ اس کی توقع کے برعکس نوروز کے سفر میں اسے راستے میں کوئی آبادی نہیں ملی تھی۔ کسی شکاری سے بھی اس کی مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی .... ہاں کچھ جگہ اسے شکاریوں کی جلائی ہوئی آگ کی راکھ اور ان کے کھائے ہوئے جانوروں کی ہڈیاں ملی تھیں۔ اس سفر میں اسے ایک جگہ چند ہرن اور ایک دوسری جگہ ایک ریچھ نظر آیا تھا۔ اس کے علاوہ اسے کوئی جانور بھی دکھائی نہیں دیا تھا۔

اس وقت شام ہونے والی تھی جب وہ ایک نسبتاً کم گنجان جنگل میں پہنچا اس کے نتھنوں میں عجیب طرح کی خوشبو گھس رہی تھی۔ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ نزدیک ہی کوئی آبادی موجود ہے۔ اس نے چمڑے کے خول میں پڑی ہوئی رائفل باہر نکال کر اچھی طرح دیکھا۔ اس کا لیور ٹھیک کام کر رہا تھا اور رائفل لوڈ تھی۔ ان دنوں بہت کم لوگوں کے پاس رائفلیں موجود تھیں اور جو موجود تھیں ان کی حالت بھی نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ اس رائفل کی نال کے پچھلی طرف کچھ الفاظ کندہ تھے۔ کچھ تو مدہم پڑ چکے تھے لیکن

''ماڈل ۱۹۸۶ء کے الفاظ پڑھے جا سکتے تھے۔ وہ اس بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ الفاظ بندوق کی کون سی خوبی کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ رائفل اس کے دادا نے اسے دی تھی اور سنبھال کر رکھنے کی تاکید کی تھی۔ وہ کوئی سو گز اور آگے بڑھا پھر اس نے اپنے سامنے نشیب میں ایک وادی دیکھی۔ اس قسم کی ایک وادی میں وہ خود بھی رہتا تھا۔ وادی کے بیچوں بیچ چھوٹے چھوٹے مکان کا ایک طویل سلسلہ نظر آ رہا تھا۔ اتنی بڑی بستی کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ مکانوں کی چھتیں نیچی تھیں اور کئی مکانوں کی دیواریں درختوں کے تنوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھیں۔ چمنیوں میں سے دھواں نکل رہا تھا اور کہیں کہیں گھوڑے بندھے نظر آ رہے تھے۔ بستی کے ایک جانب بڑا دروازہ تھا۔ اس دروازے پر دو مسلح محافظ نظر آ رہے تھے۔ وہ اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ ان بستیوں میں کسی اجنبی کی آمد کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ یہ شمالی علاقہ تھا اس علاقے میں بہت کم لوگ آتے تھے۔ وہ اپنے باپ دادا سے یہاں کے لوگوں کے بارے میں بہت سی کہانیاں سن چکا تھا۔ اس کے دادا نے بتایا تھا کہ شمال کی طرف چلتے جائیں تو ایک خطہ آتا ہے۔ وہاں پہاڑیوں کے اوپر برف کی سفید چادر بچھی رہتی ہے۔ وہاں گندمی رنگ کے لوگ بستے ہیں۔ ان پر سرخ کوٹوں والے سفید فام حکومت کرتے ہیں...... لیکن یہاں تو اسے کوئی سرخ کوٹ والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ کوئی اور بستی ہوگی۔ اس نے سوچا پھر اس نے بستی کے دوسری جانب دیکھا وہاں حد نگاہ تک دلدلی علاقہ نظر آ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا شاید وہ دنیا کے آخری سرے پر آ گیا ہے۔ کیا دنیا ختم ہوجاتی ہے؟ پھر ایک آواز سن کر وہ چونک پڑا۔ بستی کے بڑے دروازے سے آوارہ کتوں کا ایک غول بھونکتا ہوا اس کی جانب بڑھا آ رہا تھا۔ وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔

اس نے اطمینان سے اپنی رائفل نکالی۔ قریباً دس کتے خطرناک تیوروں کے ساتھ اس کی طرف لپک رہے تھے۔ اس نے سب سے آگے آنے والے کتے کے سر کا

نشانہ لیا۔ ایک دھماکہ ہوا اور کتے کی آنکھوں کے درمیان سوراخ ہوگیا۔ اس نے دو تین قلابازیاں کھائیں اور ساکت ہوگیا، باقی کتے ڈر کر مختلف سمتوں میں بھاگ نکلے تب دو آدمی بڑے بڑے خنجروں سے مسلح اس کی طرف لپکے۔ اس نے ان دونوں کی طرف رائفل سیدھی کی اور دروازے پر کھڑے محافظ کو مخاطب کر کے بولا۔ ''اپنے آدمیوں کو واپس بلالو ورنہ میں ان کی کھوپڑیاں اڑا دوں گا۔''

اس نے محسوس کیا کہ محافظ اس کی زبان سمجھنے سے قاصر ہے۔ بہرحال اس کی رعب دار آواز کا اثر ہوا تھا اور دونوں آدمی ٹھٹک کر رک گئے تھے۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا محافظوں کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے پہلی نظر میں ہی دیکھ لیا تھا کہ دونوں محافظوں کی رائفلیں بالکل ناکارہ تھیں اور صرف ڈرانے دھمکانے میں استعمال ہوسکتی تھیں، محافظوں کے اردگرد ایک مجمع لگ چکا تھا اور سب لوگ اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔ اس نے ہجوم پر ایک نگاہ دوڑائی اور اس کے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑنے لگی، ہجوم میں موجود تمام لوگ عجیب وغریب جسمانی عارضوں میں مبتلا تھے۔ کوئی بہت لمبا تھا، کوئی بہت چھوٹا تھا، کسی کی ناک غائب تھی اور کسی کی آنکھ۔ کچھ لوگوں کے سر بہت چھوٹے تھے اور کچھ کی گردنیں اتنی پتلی تھیں کہ ان کے چہرے چھاتی پر جھکے ہوئے تھے۔ ایک سات فٹ لمبی لڑکی کی پیشانی پر بال اگے ہوئے تھے اور کچھ بچے ایسے نظر آ رہے تھے جن کی آنکھوں میں بالکل سفید بے نور ڈیلے تھے۔ گیٹ پر کھڑے محافظوں میں ایک بہت لمبا تھا اور دوسرا آدھے سر سے گنجا تھا۔ مسافر نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر لمبے محافظ کی طرف بڑھایا۔ اس نے کاغذ کو اجنبی نظروں سے دیکھا اور ''ہونپ ہونپ'' کی آواز نکال کر رہ گیا۔

اجنبی کو آج تک جن آبادیوں میں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہاں لوگوں کی انگریزی نہایت کمزور اور مبہم تھی لیکن بہرحال کوشش کر کے سمجھی جاسکتی تھی، لیکن یہاں کے لوگوں کی زبان تو بالکل ہی ناقابل فہم تھی۔ اس نے چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے ٹھہر

ٹھہر کر کہا۔ ''یہ ایک کاغذ ہے۔ اس پر الفاظ لکھے ہیں کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پڑھ سکتا ہے...... کیا اس بستی میں کوئی شیرف ہے۔'' شیرف کا لفظ ان لوگوں کی سمجھ میں آ گیا۔ وہ سب چلانے لگے۔ ''شیرف...... شیرف!'' پھر وہ اسے لے کر بستی کے اندر کی طرف چل دیئے۔

وہ ایک جلوس کی شکل میں چلتے ہوئے بستی کے وسط میں پہنچے، تمام لوگ ابھی تک شیرف شیرف چلا رہے تھے۔ ایک مکان سے ایک شخص برآمد ہوا۔ اس کے بال سلیقے سے پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے اور اس نے چمڑے کی صاف ستھری جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اس کی شکل وصورت میں بھی کوئی ''کجی'' نہیں تھی۔ اس نے اجنبی سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''مجھے افسوس ہے میں کچھ لیٹ ہوگیا۔ ان لوگوں نے بہت عرصے کے بعد کسی اجنبی کو اپنے درمیان دیکھا ہے اس لئے حیران ہو رہے ہیں...... تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟''

اجنبی نے مسکرا کر کہا۔ ''نہیں ایک کتے کے سوا کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔''

نووارد نے بتایا۔ ''میرا نام گرین برگ ہے اور اس جگہ کو 'الیری' کہتے ہیں۔''

اجنبی نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام کن کیڈ ہے اور میں جنوبی علاقے سے سفر کرتا ہوا یہاں پہنچا ہوں۔''

گرین برگ نے کہا۔ ''آؤ میں تمہیں شیرف سے ملاتا ہوں۔'' پھر اس نے ہجوم کو منتشر ہونے کا اشارہ کیا اور کن کیڈ کو لے کر ایک جانب چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے کے سامنے پہنچے۔ گرین برگ نے دستک دی اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں ایک بڑی الماری اور چند کرسیاں نظر آ رہی تھیں، دیواروں پر لکڑی کے تختے جڑے ہوئے تھے، وسط میں ایک بہت بڑی کیتلی چولہے پر رکھی تھی۔ سامنے کرسی پر ایک منحنی سا آدمی آرام کرسی میں دھنسا ہوا تھا۔ اس نے نحیف سی آواز میں کہا۔ ''میں اس بستی کا شیرف ہوں۔ میرا نام جیمز کوچران ہے۔''

کن کیڈ نے اسے غور سے دیکھا اس کی فالج زدہ ٹانگیں سامنے میز پر رکھی ہوئی تھیں۔ اس کے چہرے پر برص کے سفید داغ تھے۔ اس کی بھنوئیں غیر معمولی طور پر بڑی تھیں اور ناک نیچے کی طرف مڑی ہوئی تھی۔ وہ ایک بیمار شخص دکھائی دیتا تھا۔ کن کیڈ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام کن کیڈ ہے۔ میں پنسلوان لینڈ سے سفر کرتا ہوا یہاں آیا ہوں، 9 روز کے سفر کے بعد یہ پہلی بستی ہے جو میں نے دیکھی ہے۔''

شیرف کوچران نے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے تم کہیں اور جا رہے تھے؟''

کن کیڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ''ہاں...... یہاں سے شمال کی طرف کوئی بہت بڑی جھیل ہے۔ میں وہاں پہنچنا چاہتا ہوں شاید وہاں کوئی ایسی کشتی مل جائے جو مجھے اور میرے گھوڑوں کو سوار کرا لے۔ میں اس جھیل کے دوسری طرف جانا چاہتا ہوں۔''

شیرف کی آنکھوں میں شکوک کے سائے لہرا رہے تھے۔ کن کیڈ نے اسے اپنا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنی بستی میں معالج کے طور پر کام کرتا ہوں، میرے پاس بستی کے شیرف کا خط موجود ہے۔ اس نے میرے راستے میں آنے والی بستیوں کے شیرف حضرات سے درخواست کی ہے کہ وہ مجھ سے تعاون کریں۔'' کن کیڈ نے چمڑے کا وہی چھوٹا سا تھیلا نکالا اور اس میں سے تہہ کیا ہوا کاغذ نکالتے ہوئے بولا۔ ''میرے پاس یہ کاغذ ہے جس سے مجھے اس جھیل کا پتہ چلا ہے۔''

گرین برگ اور کوچران کافی دیر تک دلچسپی سے اس کاغذ کو دیکھتے رہے پھر گرین برگ نے پوچھا۔ ''یہ کاغذ تمہیں کہاں سے ملا؟''

کن کیڈ نے سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے کہا۔ ''اب سے آٹھ خزائیں پہلے کا ذکر ہے۔ ایک اجنبی مسافر کی سردی سے اکڑی ہوئی لاش ہماری بستی کے باہر ملی۔ اس کے سامان میں ایک بوسیدہ کمان، دو تیر اور چند دوسری چیزوں کے علاوہ یہ کاغذ بھی ملا۔ یہ چیزیں کافی عرصہ میرے باپ کے صندوق میں پڑی رہیں۔ میرا دادا

بہت ہی بوڑھا آدمی تھا۔ سب گھر والے اس کو سنکی سمجھتے تھے لیکن میں بڑی توجہ سے اس کی باتیں سنا کرتا تھا ایک روز اس کاغذ کو بڑے غور سے دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ ''یہ کسی علاقے کی تصویر ہے میرا خیال ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے کیلئے ان لکیروں اور رنگوں سے مدد لیتے تھے۔''

وہ دونوں بڑے غور سے نقشے پر ہاتھ پھیر پھیر کر دیکھ رہے تھے۔ گرین برگ نے ایک جگ میں سے کوئی مشروب پیالوں میں انڈیلا۔ وہ تینوں اس مشروب کی چسکیاں لینے لگے۔ شیرف بولا۔ ''میں نہیں سمجھتا تم مغرب کی طرف سفر کر کے کسی مقام پر پہنچ سکو گے۔ بستی سے آگے جو دلدل نظر آ رہی ہے، وہ بہت دور تک چلی گئی ہے۔ اس دلدل کے بارے میں لوگ بہت سی کہانیاں سنتے اور کہتے چلے آ رہے ہیں، کبھی کبھی لوگوں کو اس دلدل میں سے عجیب و غریب چیزیں بھی ملتی ہیں۔ بستی کے لوگ یہ چیزیں ہمارے پاس لے کر آتے ہیں۔ گرین برگ اور میں اس مسئلے پر بہت غور کر چکے ہیں ہم نے اندازہ لگایا ہے کہ کسی وقت یہاں پر کوئی بہت بڑا سمندر تھا۔ ''سمندر'' کا مطلب ہے کہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے پانی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا جو افق تا افق پھیلا ہوا تھا۔ لوگ اس پانی پر کشتیوں میں سفر کرتے تھے اور مچھلیاں پکڑتے تھے لیکن یہ نجانے کب کی بات ہے کیونکہ ہم جب سے دیکھ رہے ہیں یہ دلدل اسی جگہ موجود ہے۔ میرے باپ اور پھر اس کے باپ کے زمانے میں بھی یہ دلدل یہیں موجود تھی۔''

کن کیڈ نے پوچھا۔ ''لیکن اس دلدل سے آگے؟''

کوچران بولا۔ ''اس دلدل سے آگے بھی دلدل ہے اور اس سے آگے اور دلدل۔ ہم جہاں تک جا سکتے ہیں ہمیں دلدل ہی نظر آئی ہے۔''

کن کیڈ اور کوچران کچھ دیر تک خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ گرین برگ شیرف کوچران کے نائب کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ ہجے کر کے کاغذ پر لکھے الفاظ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''شی...... کا...... گو...... ڈٹ...... رو...... اٹ،

سنٹر......ل...... سے ٹس۔" کن کیڈ نے پرعزم لہجے میں کہا۔"میں کوئی نہ کوئی راستہ ضرور ڈھونڈوں گا۔ میں آباء کے بنائے ہوئے راستوں میں سے کوئی راستہ تلاش کروں گا اور اس پر سفر کرتا ہوا مغرب کی طرف جاؤں گا۔"

"لیکن کیوں؟" کوچران نے سوال کیا۔

کن کیڈ کی سوئی سوئی آنکھیں کچھ اور خوابیدہ ہوگئیں۔ اس نے نقشے پر ایک جگہ کراس کا نشان لگا رکھا تھا۔ اس نے وہاں انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔"میں آج کی رات آپ کے پاس قیام کرنا چاہتا ہوں صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

گرین برگ نے اس کی صورت دیکھتے ہوئے کہا۔"ایک مردہ شخص کی جیب سے تمہیں یہ کاغذ ملا ہے اور اس کی وجہ سے تم نے ایک ایسے طویل سفر کا ارادہ کرلیا ہے جس میں تمہیں کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔"

کن کیڈ مزید کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن گرین برگ نے اسے مجبور کر دیا تھا۔ وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔"تم شیرف کے مشیر کی حیثیت رکھتے ہو لیکن میں نہیں سمجھتا کہ تم ایک ذہین آدمی ہو۔ تم جانتے ہو کہ اس علاقے میں ہمیں جگہ جگہ آباؤ اجداد کی آبادیوں کے کھنڈر ملتے ہیں۔ ایسے پتھریلے راستے ملتے ہیں جو درحقیقت پتھر سے نہیں بنے ہوئے۔ ایسی عجیب وغریب اشیاء ملتی ہیں جنہیں ہم سمجھنے سے قاصر ہیں۔ تم نے کبھی یہ سوچا کہ ہمارے آباء ان تمام چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کے اچانک کہاں چلے گئے؟ ان پر کیا بیتی؟ کیا آفت آئی؟ کیا تم مافوق الفطرت کہانیوں پر یقین رکھتے ہو جو ہماری بستیوں میں لوگ آگ کے گرد بیٹھ کر کہتے اور سنتے ہیں۔"

گرین برگ خاموش تھا۔

اچانک سیٹی کی ایک طویل آواز سنائی دی۔ گرین برگ چونک کر اپنی جگہ سے اٹھا۔ قریب ہی ایک سٹینڈ تھا جس پر کئی رائفلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک رائفل

اٹھائی اور تیزی سے باہر کو لپکا۔ کن کیڈ بھی اس کے پیچھے چل دیا ایک ریچھ نما آدمی جس کے سارے جسم پر بڑے بڑے بال تھے کن کیڈ کی بندوق پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کر رہا تھا، بندوق چمڑے کے خول میں بند گھوڑے سے لٹک رہی تھی اور وہ شخص چمڑے کے خول کو کھولنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ بستی کے وسط میں لکڑی کا ایک ٹاور سا بنایا گیا تھا۔ اس پر کھڑے ہوئے محافظ نے سیٹی بجا کر گرین برگ کو خبردار کر دیا تھا۔ گرین برگ نے پہلے تو ریچھ نما شخص کو کسی غیر مانوس زبان میں دھمکانے کی کوشش کی پھر بندوق کے دستے سے اس کی پٹائی شروع کر دی، تین چار زوردار بٹ کھانے کے بعد وہ شخص بھاگ نکلا۔ گرین برگ نے بتایا کہ آبادی کے لوگوں کو ہتھیار رکھنے سے منع کیا جاتا ہے۔ اگر ہمیں پتہ چل جائے کہ کسی شخص نے ہتھیار کو استعمال کیا یا اس کو چھوا ہے تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے۔

کن کیڈ نے گھوڑے کے قریب جا کر اپنے سامان کا معائنہ کیا۔ درختوں کی شاخیں کاٹنے والا تیز دھار آلہ سامان میں موجود نہیں تھا۔ اس نے گرین برگ کو اس بارے میں بتایا۔ گرین برگ ٹاور پر کھڑے محافظ پر برسنے لگا کہ اس نے گھوڑوں کا دھیان کیوں نہیں رکھا۔ اس نے گھوڑوں کو اصطبل میں بند کرنے کا حکم دیا اور کن کیڈ کو لے کر شیرف کے گھر واپس آ گیا۔

وہ رات کن کیڈ نے شیرف کے گھر بسر کی۔ رات اس نے پھر وہی خواب دیکھا...... وہ ایک دھواں دھواں جنگل میں سفر کر رہا ہے۔ اس کے سامنے ایک طویل راستہ ہے جس پر خشک پتے بکھرے ہوئے ہیں اس سے پہلے جب اسے یہ خواب آتا تھا اسے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس راستے کے آخر میں دور بہت دور ایک نیلگوں ستارہ چمک رہا ہے لیکن آج وہ ستارہ نظر نہیں آ رہا تھا اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے دو آنکھیں اس کی راہ دیکھ رہی ہوں۔ وہ ان آنکھوں کو قریب سے دیکھنا چاہتا تھا اس کے اندر جوش پیدا ہوا اور وہ خواب میں بھاگنے لگا پھر وہ ایک وادی میں سے گزرا اور دور افق پر اس نے کچھ

لوگوں کو چلتے پھرتے دیکھا لیکن وہ سب سایوں کی صورت میں تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے خود کو ایک غار کے دہانے پر کھڑا پایا۔ اس نے غار میں جھانکا........ لیکن وہ غار تو نہیں تھا۔ وہ کوئی کمرہ تھا۔ اس صاف و شفاف کمرے میں ایک میز قسم کی چیز کے پیچھے ایک آدمی بیٹھا تھا۔ کن کیڈ کو محسوس ہوا جیسے وہ آدمی مدتوں سے اس کا انتظار کر رہا ہے۔ اس آدمی کے بال گھنگھریالے اور رنگ بالکل سیاہ تھا اس نے عجیب و غریب لباس پہن رکھا تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ سو رہا ہو۔ اس کے ہاتھ سامنے پڑی ایک کتاب کے اوپر دھرے ہوئے تھے۔ قریب ہی ایک موم بتی جل رہی تھی۔ نجانے کیوں کن کیڈ کو یہ محسوس ہوا کہ یہ آدمی اس کتاب میں کچھ لکھتا رہا ہے۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ اسے کچھ بتانا چاہتا ہے لیکن اس کی آنکھیں بند تھیں۔ کن کیڈ نے اسے مخاطب کرنا چاہا لیکن زور زور سے چلانے کے باوجود وہ اسے اپنی جانب متوجہ نہ کر سکا تب اس کی آنکھ کھل گئی اس کا جسم پسینے میں شرابور تھا۔

☆☆☆

گرین برگ صبح کے وقت کین کیڈ کو اپنے گھر لے گیا۔ اس کا گھر ایک اونچے چبوترے پر واقع تھا۔ وہاں سے پوری آبادی کا جائزہ لیا جا سکتا تھا۔ گرین برگ نے بتایا کہ آبادی میں دو طرح کے لوگ بستے ہیں۔ ایک تو وہ جو مختلف قسم کے جسمانی اور ذہنی عارضوں میں مبتلا ہیں اور دوسرا گروہ تندرست لوگوں کا ہے۔

''کیا تم یہ بتاؤ گے کہ تم کب اور کہاں سے اس جگہ پہنچے؟''

گرین برگ نے پر سوچ انداز میں کہا۔ ''سینہ بہ سینہ محفوظ رہنے والی کہانیوں کے مطابق ہمارے آباء ایک ایسے جزیرے میں رہتے تھے جہاں کی عمارتیں پہاڑیوں سے بھی بلند تھیں...... یہ دنیا کی تباہی سے پہلے کی بات ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت لوگ ایسے چمکدار کمروں میں بیٹھ کر سفر کیا کرتے تھے جنہیں خاص قسم کے انجن کھینچتے تھے۔ یہ چمکدار کمرے انہیں پانی ہوا اور خشکی پر رواں دواں رکھتے تھے۔ خوراک اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ لوگ اسے پھینکنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ ایک دوسری قسم کے انجن ان کے گھروں کو گرم اور ٹھنڈا کرتے تھے، ان کے کمروں کی صفائی کرتے تھے، بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرتے تھے۔ پھر کچھ ایسے انجن بھی ہوتے تھے جن سے تصویروں کو دیواروں پر چلتے پھرتے دیکھا جا سکتا تھا۔

کن کیڈ نے پوچھا۔ ''اس جگہ کا نام کیا تھا؟''

''اس جگہ کا پرانا نام ٹی...... یو...... پارک تھا۔ جب دنیا پر تباہی آئی تو زندہ بچ رہنے والے لوگ ایک طویل عرصے تک فاقہ کشی کا شکار رہے۔ تم نے اس دور کے بارے

میں سنا ہی ہوگا۔ اس دور میں جو لوگ اس آبادی میں موجود تھے، انہوں نے بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک دوسرے کو مار کر کھانا شروع کر دیا تھا۔ انہی دنوں ہمارے بزرگوں کا ایک گروہ اس علاقے سے گزرا۔ وہ جنگلی جانوروں کا شکار کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔

''انہوں نے دیکھا کہ اس آبادی کے لوگ پہلے ہی بہت سے عارضوں میں مبتلا ہیں۔ بھوک جیسی بیماری کی زد میں آ کر ایک ایک کر کے ختم ہو رہے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کے پاس چونکہ رائفلیں اور گھوڑے موجود تھے لہٰذا انہوں نے نہ صرف اپنے لئے خوراک پیدا کر لی بلکہ یہاں کے لوگوں کو بھی زندہ رہنے میں مدد دی۔ یہ لوگ ذہنی طور پر بہت پسماندہ ہیں۔ ہمیں بچوں کی طرح ان کی دیکھ بھال کرنا پڑتی ہے۔''

کن کیڈ کے ذہن میں ایک سوال آیا۔ اس نے پوچھا۔ ''بستی میں داخل ہوتے وقت میں نے دو محافظوں کے ہاتھ میں ناکارہ رائفلیں دیکھی تھیں، ان کا کیا مقصد تھا؟''

گرین برگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تمہیں بتایا نا کہ یہ لوگ بالکل بچوں کی مانند ہیں۔ ان کی رائفلیں ناکارہ تھیں لیکن وہ یہ سمجھ کر بہت خوش ہو رہے تھے کہ انہیں بستی کی حفاظت کا کام سونپا گیا ہے۔''

اتنے میں ''صحت مند گروہ'' کے تین آدمی اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ کک (ریچھ نما شخص) کے گھر کی تلاشی لے کر آ رہے ہیں وہاں انہیں ایک چٹائی کے نیچے ایک بڑا سا سوراخ ملا ہے اس سوراخ میں سے کسی بندوق کا ٹوٹا ہوا دستہ برآمد ہوا ہے۔ گرین برگ اس اطلاع پر چونک گیا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے کہا۔ ''جھاڑیاں کاٹنے والے آلے کے بارے میں کچھ پتہ چلایا نہیں؟'' تینوں نے نفی میں سر ہلایا۔ گرین برگ کے چہرے پر تشویش کی گہری لکیریں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے جیسے خود سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ ''یوں لگتا ہے جیسے اب ان میں سے کچھ لوگوں کے اندر سوچنے کی صلاحیت پیدا ہو رہی ہے۔ رائفل کا خول ملنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے پاس کچھ اور رائفلیں بھی ہوں گی، ان کے ہاتھوں میں اسلحہ بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتا

ہے۔''

پھر اس نے تینوں افراد کو واپس جانے کا اشارہ کیا۔ کن کیڈ نے پوچھا۔ ''یہ کیا معاملہ ہے؟''

گرین برگ نے کھڑکی سے باہر دیکھا ریچھ نما شخص لوہے کی زنجیروں سے بندھا ہوا تھا اور وہی تینوں افراد اسے دھکیلتے ہوئے لوہے کے ایک جنگلے کی طرف لے جا رہے تھے۔ وہ پرسوچ انداز میں بولا۔ ''مجھے اس شخص کک پر پہلے ہی شک تھا۔ میرا خیال ہے کہ اپنے گروہ کے دوسرے افراد کے برعکس یہ شخص اتنا زیادہ معصوم نہیں۔ اس نے یقیناً کچھ دوسرے افراد کو بھی اپنے ساتھ ملا رکھا ہے، کھیتوں میں کام کرتے ہوئے بستی کے قریباً دس افراد پچھلے چند روز میں پراسرار طور پر غائب ہو چکے ہیں۔ اس قسم کی ایک واردات میں گندم کی کٹی ہوئی فصل کا ایک بڑا حصہ بھی غائب ہو چکا ہے۔'' پھر گرین برگ نے کچھ آدمیوں کو بلایا اور انہیں کچھ جگہوں پر چھاپے مارنے کی ہدایات دینے لگا۔

اس رات کو شیرف کوچران نے کن کیڈ کے اعزاز میں ایک رنگارنگ تقریب کا اہتمام کیا۔ صحت مند گروہ کے مرد اور عورتیں چمڑے کے مختلف انداز کے لباس پہنے اس تقریب میں شریک تھے، کن کیڈ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی آبائی بستی اور اس بستی کے رہن سہن میں بہت فرق ہے۔ یہ لوگ ترقی کے راستے میں ان سے کافی آگے تھے۔ اپنی بستی میں کن کیڈ نے کبھی کسی عورت کو اونچی آواز میں باتیں کرتے نہیں سنا تھا۔ وہاں عورتوں کو مردوں سے کم تر مخلوق شمار کیا جاتا تھا، انہیں گھروں میں بند رکھا جاتا تھا اور بند دروازوں کے پیچھے سخت گیر مردوں کی ڈانٹ ڈپٹ سنائی دیتی تھی لیکن یہاں کی عورتیں مردوں کے برابر بیٹھی تھیں اور بے تکلفی سے ہنس بول رہی تھیں۔ کن کیڈ کو یہ منظر عجیب لیکن کچھ کچھ بھلا لگ رہا تھا۔ جس ہال کمرے میں یہ تقریب ہو رہی تھی وہاں ایک طرف بڑی سی الماری میں کچھ بہت پرانی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک طرف دیوار پر ایک گول شیشہ سا لٹک رہا تھا۔ اس شیشے کے اندر ایک سے بارہ تک ہندسے لکھے ہوئے تھے اور دو سوئیاں

آہستہ آہستہ حرکت کر رہی تھیں۔ باورچی خانے سے مزیدار کھانوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد عورتوں نے کھانا میزوں پر چننا شروع کر دیا۔ کن کیڈ نے نوٹ کیا کہ تمام لوگوں نے کھانے سے پہلے اپنی گردنوں سے سفید رومال باندھ لئے ہیں۔ کن کیڈ نے بھی تقلید کی، کھانے کے بعد ایک گرم مشروب کا دور چلا۔ محفل کے شرکاء کن کیڈ سے تبادلہ خیال کرنے کیلئے بے تاب تھے۔ آخر ایک بوڑھی عورت نے سلسلہ کلام شروع کیا۔ اس نے کہا۔ ''مسٹر کن کیڈ کیا تمہاری بستی بھی ہماری بستی جیسی ہے؟''

کن کیڈ نے مختصراً انہیں اپنی بستی اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں بتایا۔ اس کے بعد گفتگو کا ایک طویل لیکن دلچسپ سلسلہ شروع ہو گیا۔ کن کیڈ اور حاضرین محفل نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی معلومات سے آگاہ کیا۔

کن کیڈ نے ایک ایسی ہی بستی کا ذکر کیا۔ اس نے بتایا کہ ایک سال پہلے ان کی بستی میں کچھ نئے لوگ آ کر آباد ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے راستے میں بزرگوں کی ایک بہت بڑی بستی کے کھنڈر دیکھے ہیں۔ انہوں نے ایک عالیشان عمارت کا ذکر بھی کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس عمارت کی چھت نصف انڈے کی شکل کی ہے اس چھت کا ایک بڑا حصہ گر چکا ہے لیکن چھت کے نیچے بلند و بالا دیواریں ابھی سلامت ہیں۔ وہاں پتھر کی بنی ہوئی بے شمار انسانی شکلیں موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ ٹوٹ پھوٹ چکی ہیں لیکن کچھ ابھی سلامت ہیں۔ بڑے بڑے کمروں میں پتھر کے بنے ہوئے جانور اور دوسری اشیاء رکھی ہیں۔ کن کیڈ نے دیکھا کہ میز کے دوسرے سرے پر بیٹھی ہوئی ایک خوبصورت مقامی دوشیزہ بڑی محویت سے اس کی باتیں سن رہی ہے۔ کن کیڈ نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔

تھوڑی دیر اس موضوع پر بحث ہوتی رہی پھر گفتگو نے ایک دوسرا رخ اختیار کر لیا۔ ایک بوڑھی عورت نے ماضی کی یادیں کریدتے ہوئے کہا کہ اس کی ماں نے دادی سے سنا تھا کہ پرانے وقتوں میں اس خطے میں سفید فام لوگ رہتے تھے۔ ان کے رنگ

برف کی طرح سفید تھے، پھر کسی اور جگہ سے سیاہ رنگ کے لوگ ان میں آ کر شامل ہو گئے۔ ان کے رنگ اس قدر سیاہ تھے کہ ان کی شکلیں بھی دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ بہت عرصہ دونوں رنگوں کے لوگ مل جل کر رہتے رہے لیکن پھر نفرت کا پودا پروان چڑھنے لگا۔ ایک روز سیاہ رنگ کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کل سورج نہیں چڑھنے دیں گے۔ وہ چاہتے تھے کہ زمین پر ہمیشہ کیلئے رات ہو جائے، سفید فام لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ نتیجہ ایک خوفناک جنگ کی صورت میں نکلا اور پوری دنیا تباہ ہو گئی۔ کن کیڈ نے اپنے گاؤں میں بھی اس سے ملتی جلتی ایک کہانی سنی تھی۔ اس میں بھی سفید اور سیاہ چہرے والوں کا ذکر کیا جاتا تھا۔

رات کافی بھیگ چکی تھی ایک ادھ کھلی کھڑکی میں سے مخمور ہوا کے جھونکے اندر آ رہے تھے۔ کن کیڈ نے میز کے دوسرے سرے پر دیکھا۔ لمبے ریشمی بالوں والی دوشیزہ کی سبز آنکھیں ابھی تک اس پر مرکوز تھیں۔ اس کا نام میری تھا۔

نصف شب کے بعد محفل برخاست ہو گئی۔ تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیئے۔ کن کیڈ بھی اٹھ کر باہر آ گیا، ہوا میں جنگلی پھولوں کی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ کن کیڈ نے دیکھا سامنے قریباً دس قدم کے فاصلے پر میری کھڑی تھی۔ وہ اس کے قریب پہنچا۔ دونوں ہولے ہولے باتیں کرنے لگے۔ نجانے کتنی دیر وہ درختوں کے درمیان ٹہلتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ فضول بے معنی باتیں!

آخر میری بولی۔ ''تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم یہیں رہ جاؤ۔ اس وادی میں تم آگے جانے کا خیال ترک کر دو۔''

کن کیڈ نے کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا...... لیکن پھر اس کی آنکھوں کے سامنے دھند سی چھا گئی۔ اس دھند میں اس نے وہی منظر دیکھا جو سینکڑوں بار دیکھ چکا تھا۔ سنسان جنگل میں دور تک جاتا ہوا راستہ، راستے میں بکھرے ہوئے خشک پتے اور راستے کے آخر میں کوئی منتظر ہستی۔ اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا اور بولا۔ ''نہیں میری میں رک نہیں سکتا۔''

میری کی سبز آنکھوں میں مایوسی کے سائے لہرانے لگے۔ کن کیڈ نے کہا۔ ''اچھا میں سوچوں گا۔''

☆☆☆

دوسرے روز کن کیڈ نے شیرف کوچران کی بیوی اور اس کی دو بیٹیوں کے ساتھ ناشتہ کیا، ناشتے سے فارغ ہو کر کن کیڈ اوپر بالکونی میں کوچران کے پاس پہنچا۔ وہ ا کل سے کافی بہتر نظر آ رہا تھا۔ اس نے کن کیڈ کو دیکھتے ہی کہا۔ ''تمہاری دوائی نے مجھے کافی آرام دیا ہے میں خود کو کافی بہتر محسوس کر رہا ہوں۔''

کن کیڈ نے اپنا دوائیوں والا ڈبہ کھولا اور چھوٹی سی شیشے کی بوتل نکالی۔ اس م مختلف جڑی بوٹیوں سے نکالا ہوا عرق محفوظ کیا گیا تھا۔ وہ بوتل کوچران کی طرف بڑھا ہوا بولا۔ ''یہ لیجئے جناب اس بوتل میں ایک نہایت تیز اثر دوائی ہے۔ اس سے آپ کا د فوراً دور ہو جائے گا لیکن اسے شدید ضرورت کے وقت ہی استعمال کیجئے۔'' اس کے علا کن کیڈ نے اسے ٹانگوں پر ملنے کیلئے بھی ایک دوائی دی۔ کوچران نے اسے احسا مندی کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولا۔ ''کتنا اچھا ہو اگر تم یہاں ہی رہ جاؤ۔ ش تمہارے علاج سے میری زندگی چند سال اور بڑھ جائے۔ ویسے بھی ہماری بستی میں ک ڈوک (ڈاکٹر) نہیں ہے۔ بے شمار لوگ علاج نہ ہونے کی وجہ سے معمولی بیماریوں کا ش ہو کر مر جاتے ہیں یہاں تمہیں ہر قسم کی سہولت مہیا کی جا سکتی ہے۔'' پھر اس نے آ دیوار پر سے پردہ اٹھایا۔ ''یہ دیکھو اس الماری میں کتنی کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ میرا خ ہے ان میں سے کم از کم دو کتابیں تمہارے پیشے سے متعلق بھی ہیں لیکن ان سے فا اٹھانے والا کوئی نہیں۔''

کن کیڈ ان کتابوں کو دیکھنے لگا، کتابیں بہت پرانی تھیں لیکن چند کے سوا تما سلامت تھیں۔ اس نے ان کے نام پڑھنے شروع کیے۔ آدمی اور موسیقی، ک پروگرامنگ، بن حر، پریکٹیکل اکاؤنٹنگ، ریڈیو مرمت، ریڈرز ڈائجسٹ...... آخر میں

کتاب پر درج تھا ''صحت کے متعلق ڈاکٹر زن کے مشورے۔'' کن کیڈ اس کتاب کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ کوچران نے اس کی دلچسپی دیکھ کر کہا۔ ''اگر تم یہاں رہنے پر آمادہ ہو جاؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں زندگی کی ہر سہولت بہم پہنچائی جائے گی۔''

کیڈ نے ایک لمحے کیلئے کوچران کی طرف دیکھا پھر اس نے وہی الفاظ دہرائے جو میری سے کہے تھے۔ ''اچھا میں سوچوں گا۔''

دوپہر کے وقت گرین برگ اسے اپنے ساتھ بستی میں گھمانے کیلئے لے گیا۔ وہ اب ایک چھوٹے سے بازار سے گزرے، کچھ لوگ تیر کمان کندھوں پر لٹکائے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ دور کچھ افراد کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ گرین برگ نے بتایا کہ ہمیں بستی میں مزید لوگوں کی ضرورت ہے، بستی کی کل آبادی ساڑھے تین سو کے قریب ہے اور ان میں سے صرف پچاس کے قریب افراد صحت مند گروہ کے ہیں۔ ہمیں معذور افراد کو زندہ رکھنے کیلئے سخت جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ پھر وہ ذرا رک کر بولا۔ ''کن کیڈ شاید تم جان ہی گئے ہو گے کہ شیرف چند ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد شیرف کی ذمہ داری مجھے سنبھالنا ہو گی لیکن میں پیدائشی طور پر ایک ہنرمند ہوں۔ بستی سنبھالنے کا کام مجھ سے نہیں ہو گا۔ میرے علاوہ تین چار عمر رسیدہ افراد اور بھی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں کہ اسے شیرف بنایا جا سکے۔''

کن کیڈ اس کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ گرین برگ کہنا چاہتا ہے کہ وہ آگے سفر کرنے کا ارادہ ملتوی کر دے اور اس بستی کے شیرف کا عہدہ قبول کر لے...... کن کیڈ کی خوابیدہ آنکھیں دور کہیں افق پر جمی ہوئی تھیں۔ جب گرین برگ نے اسے شیرف بننے کی پیشکش کی تو اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اچھا میں سوچوں گا۔''

☆☆☆

یہ ایک دوسری بستی تھی۔ کھلی جگہ پر پندرہ بیس بچے قطاروں میں بیٹھے تھے اور بیس

بائیس سال کی ایک لڑکی جس نے چمڑے کا لباس پہن رکھا تھا ان کو کچھ پڑھا رہی تھی۔ اس نے انگریزی میں پوچھا۔ ''جس بستی میں ہم رہتے ہیں اسے کیا کہتے ہیں؟''

سب بچوں نے ایک آواز ہو کر کہا۔ ''ہیون پلیس!''

''ہمارے چاروں طرف جو علاقہ ہے اسے کیا کہتے ہیں؟''

اس دفعہ تقریباً آدھے بچوں نے جواب دیا۔ ''می...... شی...... گن''

''مشی گن!'' لڑکی نے تصحیح کی پھر اس نے پوچھا۔ ''اس سارے خطے کو پرانے زمانے میں کیا کہا جاتا تھا؟''

''یوسے (یو ایس اے)۔'' چند لڑکیوں نے کہا پھر سارے بچوں نے یہی لفظ دہرایا۔ ''یوسے!''

''شاباش ٹھیک ہے۔'' پھر اس نے پوچھا۔ ''ہمارے باپ دادا کو کیا کہا جاتا تھا؟''

بچوں نے کہا۔ ''امیرتیز۔''

لڑکی نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''امرتیز نہیں...... امیری کن۔''

بچوں نے پھر زور لگا کر کہا۔ ''امیرتیز۔''

لڑکی کا نام گلائن تھا۔ اس کا باپ بستی کا سربراہ تھا۔ اس کو ''ہیون'' کہا جاتا تھا۔ بستی کو بھی ہیون کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا۔ یہ لوگ کھیتی باڑی اور شکار سے پیٹ پالتے تھے۔ گلائن کا باپ ہیون بستی کا موروثی سربراہ تھا اور ایک نہایت ذہین شخص سمجھا جاتا تھا۔ اس کی کہی ہوئی باتیں عموماً سچ ثابت ہوتی تھیں۔ ہیون کے پاس پرانے زمانے کی بہت سی کتابیں تھیں اور وہ دن رات ان میں سر کھپاتا رہتا تھا۔ اس نے ان میں سے چند کتابیں گلائن کو پڑھا دی تھیں۔ اب وہ چاہتا تھا کہ گلائن یہ کتابیں بستی کے بچوں کو پڑھا دے۔ پہلے تو گلائن کو یہ کتابیں بہت اوٹ پٹانگ لگی تھیں لیکن آہستہ آہستہ وہ ان میں دلچسپی لینے لگی تھی۔ قریباً تین چار ماہ سے وہ بستی کے بچوں کو پڑھانے کی کوشش میں مصروف تھی۔ اس میں اسے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ پہلے تو بستی کے لوگوں

نے اپنے بچوں کو پڑھانے سے صاف انکار کر دیا تھا لیکن جب ہیون نے ان پر بہت زور دیا تو کچھ لوگ تیار ہو گئے۔ وہ اپنے بچوں کو کھیتی باڑی کے کام سے تھوڑی دیر کی چھٹی دے دیتے تھے۔ بچے پڑھنے کے بعد واپس کھیتوں میں چلے جاتے تھے۔ بستی کے لوگ زیادہ تر روزمرہ کے کاموں میں لگے رہتے تھے اور بہت کم افراد بستی سے باہر جاتے تھے۔ صرف گلائن کا باپ اس قسم کے کاموں میں دلچسپی لیتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے جنگلی گھوڑے پالنے اور سدھانے کا کام شروع کیا تھا۔ اب وہ سدھائے ہوئے گھوڑوں پر وقتاً فوقتاً دور دراز کے سفر پر نکلتا رہتا تھا۔ واپسی پر وہ آباؤ اجداد کے کھنڈرات کے بارے میں بستی والوں کو بہت کچھ بتایا کرتا تھا۔ ایسے ہی کھنڈروں سے اسے آباؤ اجداد کی بنائی ہوئی لوہے کی کچھ مشینیں ملی تھیں۔ اس کا خیال تھا کہ ان کل پرزوں کو جوڑ کر کوئی بہت بڑی کشتی قسم کی چیز بنائی جا سکتی ہے جسے دور دراز کے سفر میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کے شاگرد برک اور گلائن کے علاوہ بستی میں کسی کو یقین نہیں تھا کہ ہیون کوئی ایسی چیز بنانے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن چونکہ اس کی پہلی کئی پیشن گوئیاں سچ ثابت ہوئی تھیں، اس لئے بستی کے لوگ کھلم کھلا اس کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔

گلائن اب بچوں کو ایک کتاب پڑھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک نو دس سال کی بچی رک رک کر ایک کہانی پڑھ رہی تھی۔ ''بہت پہلے کا ذکر ہے...... کسی ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا...... ایک روز...... وہ گھوڑے پر سوار...... شکار پر نکلا''

اس سے پہلے کہ بچے سوالوں کی یلغار سے اس کا ناک میں دم کر دیتے، اسے دور سے برک آتا دکھائی دیا۔ اس نے موقع غنیمت جانا اور بچوں کو چھٹی دے دی۔ بچے چیختے ہوئے کھیتوں کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے۔

برک بیس اکیس سال کا ایک تنومند نوجوان تھا۔ وہ ایک لائق شاگرد تھا اور ہر وقت کسی نہ کسی چیز کی کھوج میں رہتا تھا۔ گلائن جانتی تھی کہ اس وقت بھی وہ کوئی نئی خبر لے کر آ رہا ہے، آتے ہی وہ بولا۔ ''گلائن میرے ساتھ چلو، میں تمہیں ایک نئی چیز دکھانا

چاہتا ہوں۔'' اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ گلائن نے اسے کریدنا چاہا لیکن اس نے
اصرار کیا کہ وہ اسے اس وقت کچھ نہیں بتائے گا، وہ بہت پرجوش نظر آتا تھا۔ گلائن نے
پوچھا ''کتنی دور جانا ہوگا؟''

برک نے کہا۔ ''ریور پلیس تک۔'' گلائن نے پہلے تو ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا لیکن
جب برک نے یقین دلایا کہ وہ سورج ڈوبنے سے پہلے آجائیں گے تو وہ تیار ہوگئی
دونوں ساتھ ساتھ چلتے بستی سے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دور پرانے زمانے کا ایک مم
مینار نظر آرہا تھا۔ اس کے دوسری طرف ریور پلیس تھی۔ اس جگہ تقریباً دس خاندا
کھنڈرات میں رہتے تھے۔ یہ کھنڈرات کچھ اچھی حالت میں تھے۔ کچھ مکانوں کی چھتیں
سلامت تھیں، ان لوگوں نے ان چھتوں تلے گھر بنا لئے تھے۔

گلائن کے باپ نے پچھلی سردیوں میں ان لوگوں کو اپنی بستی میں آباد ہونے
پیشکش کی تھی لیکن وہ لوگ بہت شرمیلے اور کم گو تھے۔ کسی کو بھی آٹھ دس الفاظ سے ز
نہیں آتے تھے۔ ویسے بھی وہ بہت گندے تھے۔ ان کی گزر بسر شکار کے گوشت
ساگ پات پر تھی۔ گلائن کی خواہش تھی کہ کسی طرح ان لوگوں کو اپنی بستی میں بلا
جائے۔ اس کا خیال تھا کہ کوشش سے ان کی حالت سدھاری جا سکتی ہے۔

تقریباً آدھ گھنٹہ چلنے کے بعد انہیں ریور پلیس کے کھنڈر نظر آنے لگے۔ تھوڑی
بعد برک اسے لے کر ایک ایسی جگہ پہنچا۔ جہاں دلدلی علاقے کے بیچوں بیچ پانی کی ا
نہر سی بنی ہوئی تھی۔ گلائن بڑے غور سے اس جگہ کو دیکھ رہی تھی۔ جہاں تک نگاہ جاتی
دلدل نظر آرہی تھی۔ بستی کے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ ان کی بستی خشکی کی آخری سرحد پر
ہے، اس سے آگے دلدل کے سوا کچھ نہیں۔ یہ دلدل ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ر
لیکن گلائن کے باپ کا دعویٰ تھا کہ دو ڈھائی میل آگے جا کر یہ دلدل ختم ہو جاتی
وہاں سے آگے صاف و شفاف نیلے پانی کا ایک وسیع و عریض سمندر ٹھاٹھیں ما
ہے..... شاید یہی نیلا پانی تھا جو اسے ایک نئی طرز کی کشتی بنانے پر اکسا رہا تھا۔

برک کی آواز پر گلائن چونک گئی۔ وہ اس کو پانی کے اندر کوئی چیز دکھا رہا تھا۔ گلائن
نے غور سے دیکھا۔ گدلے پانی کے نیچے ایک آدمی کی گہرائی پر اسے ایک سیاہی مائل سطح
نظر آرہی تھی۔ گلائن نے برک کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا۔ ''یہ ہمارے آباؤ اجداد کا بنایا
ہوا پختہ راستہ ہے۔ ایسے ہی کچھ راستے استاد ہیون نے بھی مختلف جگہوں پر دیکھے ہیں۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دلدل ہمیشہ سے اس جگہ موجود نہیں ہے پہلے یہ جگہ خشک تھی۔
یہاں راستے تھے، آبادیاں تھیں۔''

اچانک وہ کسی آواز پر چونک گیا۔ اس نے سر گھما کر ریور پلیس کے کھنڈروں کی
طرف دیکھا اس نے دیکھا۔ پندرہ بیس آدمی گھوڑوں پر سوار کھنڈرات میں دندناتے پھر
رہے تھے۔ گلائن نے یہ چیز خاص طور پر محسوس کی کہ ان لوگوں نے چمڑے کے بجائے
کسی کپڑے کا لباس پہن رکھا تھا۔ ان کے سروں پر بڑے بڑے ہیٹ تھے اور ان کی
بندوقیں دھوپ میں چمک رہی تھیں۔ بستی کے لوگ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے لیکن گھڑ
سواروں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ ذرا دیر بعد دو آدمی ایک گھر سے ایک
عورت کو گھسیٹتے ہوئے باہر لائے۔ اس کی گود میں بچہ بلک رہا تھا پھر دو آدمی اور نمودار
ہوئے۔ انہوں نے سات آٹھ آدمیوں کی گردنوں کو ایک ہی رسے کے ساتھ جکڑا ہوا
تھا۔ قیدیوں میں سے کئی ایک کے سروں سے خون بہہ رہا تھا۔ گلائن اور برک اس محویت
سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ اپنے تحفظ کی طرف سے بھی بے خبر ہو گئے۔ ایک گھڑ سوار کی
نظر ان کی طرف اٹھی۔ شاید اس نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے
ساتھیوں کو کچھ کہا۔ برک خطرے کو محسوس کر چکا تھا۔ اس نے گلائن کو پیچھے آنے کا اشارہ
کیا۔ دونوں کہنیوں اور گھٹنوں کے بل رینگتے ہوئے تیزی سے ایک جانب چل دیئے
تقریباً پچاس قدم تک وہ اسی طرح رینگتے رہے پھر برک نے اشارہ کیا اور دونوں نے
اٹھ کر دوڑ لگا دی۔ ان کے سر نیچے جھکے ہوئے تھے۔ گلائن، برک سے کوئی دس قدم پیچھے
تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ برک یونہی بے مقصد نہیں بھاگ رہا۔ اس کے ذہن میں چھپنے کی

کوئی جگہ موجود ہوگی، وہ اسے لے کر نہر کے کنارے ایک کھوہ میں داخل ہوگیا، اب
دونوں کمر کمر پانی میں کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر بعد انہیں اپنے اردگرد گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دینے لگیں۔ پہلے تو ان کا
خیال تھا کہ وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے دس پندرہ قدم کی دوری سے گزر جائیں گے لیکن
پھر گھڑ سواروں نے رخ تبدیل کیا اور اب وہ دونوں براہ راست ان کی زد میں تھے۔ وہ
دونوں ان کے گھوڑوں کے ہانپنے کی آوازیں صاف سن رہے تھے۔ تقریباً ایک منٹ مزید
گزرا اور پھر گلائن کے پھیپھڑے جواب دے گئے۔ اس نے کوشش کر کے چند لمحے مزید
سانس روکی اور پھر ایک جھٹکے سے اپنا سر باہر نکال لیا۔ ایک طویل آہ بھر کر اس نے دائیں
بائیں دیکھا۔ ایک گھڑ سوار اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ
دوبارہ ڈبکی لگاتی، گھڑ سوار اس کو دیکھ چکا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے جھک کر گلائن
کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔

☆☆☆

کن کیڈ جس بستر پر سویا ہوا تھا اس میں پرندوں کے پر بھرے گئے تھے۔ رات
پچھلا یا شاید آخری پہر تھا، اس نے ایک کروٹ لے کر آنکھیں کھول دیں۔ ایک کہنی کے
بل ذرا سا اوپر اٹھ کر اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ مکانوں کے درمیان ایک چھوٹا
میدان نظر آ رہا تھا وہاں پر لکڑی کے دو عمودی پول نظر آ رہے تھے۔ ان کے اوپر ایک افقی
پول رکھا گیا تھا۔ اس پول کے ساتھ ریچھ نما شخص کی لاش لٹک رہی تھی، اس کی گردن میں
پھانسی کا پھندہ تھا اور اس کا جسم عجیب یاس انگیز انداز میں دائیں سے بائیں اور بائیں
سے دائیں آہستہ آہستہ جھول رہا تھا۔ گرین برگ کو اپنے چھاپوں کے دوران حالانکہ کچھ
نہیں ملا تھا لیکن اس بات پر اس کا یقین پختہ ہوگیا تھا کہ بستی میں ہونے والی غیر قانونی
کارروائیوں میں کک کا ہاتھ ہے۔ کن کیڈ نے خود بھی کک سے بات کی تھی۔ اس نے
بتایا تھا کہ اسے کمرے میں موجود سوراخ اور بندوق کے دستے کے بارے میں کچھ علم نہیں

تھا۔ کن کیڈ کی چھٹی حس کہتی تھی کہ یہ شخص مجرم نہیں ہے لیکن اس کی مخالفت کے باوجود
گرین برگ کی سفارش پر کوچران نے اسے پھانسی دے دی تھی۔ خیر یہ ان لوگوں کا اپنا
معاملہ تھا۔ کیڈ تو اس وقت آگے روانہ ہونے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے اپنا
سامان سمیٹنا شروع کیا۔ چاروں طرف اندھیرا تھا لیکن مشرق کی طرف سے سپیدۂ سحر
نمودار ہو رہا تھا۔ تھوڑی دور لکڑی کے بلند و بالا ٹاور پر بندوق بردار محافظ ٹہل رہا تھا۔

کن کیڈ نے اصطبل سے اپنے گھوڑے نکالے اور مکانوں کی آڑ میں چلتا ہوا
گھنے جنگل میں داخل ہوگیا، بستی کے بڑے دروازے سے نکلتے ہی آوارہ کتوں کے گروہ
نے پھر اس کا پیچھا کیا۔ اس دفعہ اس نے اپنی بندوق کو لہرا لہرا کر دفاع کیا۔ ایک دو کتوں
کو کاری چوٹیں لگیں تو انہوں نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔ سورج نکلنے کے تھوڑی دیر بعد وہ
پرانے زمانے کی ایک سڑک ڈھونڈنے میں کامیاب ہوگیا، سڑک کی حالت ناگفتہ بہ تھی،
دراڑوں اور گڑھوں میں کثرت سے جھاڑ جھنکاڑ اگا ہوا تھا۔ کن کیڈ مغرب کی جانب سفر
کرتا رہا، دوپہر کے وقت گرمی جوبن پر آ گئی اور راستہ مزید دشوار ہوگیا۔ یہاں جھاڑیاں
اتنی زیادہ تھیں کہ اسے شدت سے ٹہنیاں کاٹنے والے آلے کی ضرورت محسوس ہو رہی
تھی، کھانا کھانے کے بعد اس نے سفر جاری رکھا۔ سہ پہر کے وقت وہ ایک بغلی سڑک پر
مڑ گیا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ سڑک بتدریج خم کھا رہی ہے۔ شام کے وقت اسے شک
ہونے لگا کہ وہ واپسی کے راستے پر سفر کر رہا ہے۔ اگر سمتوں کے بارے میں اس کا یہ
اندازہ درست تھا تو پورے دن کے سفر کے باوجود وہ اس جگہ سے زیادہ دور نہیں تھا جہاں
سے وہ صبح روانہ ہوا تھا اور پھر جب وہ ایک چھوٹے سے ٹیلے کے دوسری جانب پہنچا تو
اس کا شک یقین میں بدل گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کی مسافت پر ریور پلیس کا قصبہ نظر آ رہا
تھا لیکن وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ قصبے کے اوپر دھوئیں کے بادل چھائے ہوئے تھے
یقیناً اس کے آنے کے بعد بستی پر کوئی آفت گزر گئی تھی۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی
اور تیزی سے قصبے کی طرف روانہ ہوگیا، جلد ہی چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا اب وہ

دور قصبے کی جانب سرخ روشنی دیکھ رہا تھا۔ یقیناً وہاں آگ لگی ہوئی تھی۔ جب وہ بستی میں
پہنچا تو وہاں کا پورا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا، لکڑی کے مکان دھڑا دھڑ جل رہے تھے۔ یہاں
مکینوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ کن کیڈ نے ایک لاش کے قریب سے رائفل اٹھائی
اور دھوئیں کے اندر گھستا چلا گیا۔ اس کا رخ میری کے گھر کی طرف تھا جونہی وہ اس
چھوٹے سے مکان میں داخل ہوا، شعلوں نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ اس نے
میری کا نام لے کر اسے دو تین آوازیں دیں، کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ تھوڑا سا آگے
بڑھا۔ اس نے میری کو فرش پر گرے ہوئے پایا۔ اس کی صاف وشفاف سبز آنکھیں جیسے
خلاء میں گھور رہی تھیں۔ اس کے الفاظ کن کیڈ کی سماعت سے ٹکرائے۔ ''اجنبی! آگے نہ
جاؤ۔ یہیں رہ جاؤ...... یہاں بہت خوشیاں ہیں۔''

کن کیڈ نے ہاتھ آگے بڑھایا اور خوشی کے خواب دیکھنے والی آنکھوں کو بند کر دیا،
مکان کی چھت کسی بھی لمحے گر سکتی تھی، اس نے رائفل تھامی اور تیزی سے باہر نکل آیا۔
اب اس کا رخ گرین برگ کے گھر کی طرف تھا۔ وہ گرین برگ کے گھر میں داخل ہوا،
صحن اور کمروں میں دھواں بھرا ہوا تھا، حرارت میں ہر لمحے اضافہ ہو رہا تھا...... اور پھر
بھک بھک کی آوازوں سے مکان کے کئی حصوں میں آگ بھڑک اٹھی۔ کن کیڈ گرین
برگ کو آوازیں دیتا ہوا کافی آگے جا چکا تھا اس نے مڑ کر دیکھا تو واپسی کا راستہ مسدود
تھا۔ دھواں بری طرح اس کے پھیپھڑوں میں بھر چکا تھا، اسے لگا کہ وہ ایک لمحہ بھی یہاں
اور ٹھہرا تو بے ہوش ہو جائے گا، وہ آگ میں سے راستہ تلاش کرنے کیلئے آگے بڑھا تب
اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا۔ یہ گرین برگ تھا۔ کن کیڈ نے دیکھا اس کی سانس چل
رہی تھی۔ اس نے جسم کی بچی کھچی قوت کو مجتمع کیا اور گرین برگ کو اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا
دروازے کی طرف بڑھا۔

اس کے بعد کے واقعات اسے اچھی طرح یاد نہیں تھے۔ اسے اتنا یاد تھا کہ اس
نے گرین برگ کو سہارا دے کر دوسرے گھوڑے کی طرف بڑھایا تھا...... اس وقت وہ بستی

کے مکانوں سے ہٹ کر درختوں کے درمیان گھاس پر پشت کے بل پڑا تھا۔ اس کا گھوڑا
گھاس پر منہ مار رہا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر دوسرا گھوڑا تھا، اس کی پشت پر ابھی تک گرین
برگ اوندھے منہ پڑا تھا۔

☆☆☆

گلائن کی آنکھ کھلی تو اس نے اردگرد ایک نئی دنیا دیکھی، نہ وہ نرم اور گداز بستر تھا،
نہ وہ خوب صورت کمرہ، وہ سخت کھردری زمین پر لیٹی تھی۔ اس کے چاروں طرف درختوں
کے تنے تھے۔ کچھ فاصلے پر گھڑسوار آگ کے گرد جمع تھے اور شکار کیا ہوا گوشت بھون
رہے تھے۔ گلائن کو پکڑنے کے بعد گھڑسواروں نے برک کو بھی پانی سے باہر نکال لیا تھا،
انہیں بھی ریورپلیس کے قیدیوں میں شامل کر دیا گیا تھا۔ کل سارا دن وہ لوگ انہیں ہانکتے
رہے تھے۔ گلائن نے غور سے گھڑسواروں کی طرف دیکھا۔ ہر ایک کے چہرے پر بائیں
آنکھ کے اوپر چمڑے کا سیاہ ٹکڑا بندھا ہوا تھا۔ ان میں تین چار افراد عمر رسیدہ تھے، باقی
سب نوجوان اور لڑکے تھے۔ وہ جس زبان میں باتیں کر رہے تھے اس کے بہت کم الفاظ
گلائن کی سمجھ میں آ رہے تھے۔ گلائن نے آنکھیں پوری کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس
کے اردگرد ریورپلیس کے تمام قیدی موجود تھے، بچے رو رہے تھے، عورتیں انہیں پچکار رہی
تھیں اور مرد سہمے ہوئے گھڑسواروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ گلائن نے دیکھا کہ برک
بھی اٹھ کر بیٹھ گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد گھڑسواروں میں سے دو آدمی ان کی طرف بڑھے،
ان کے ہاتھوں میں ایک کپڑا تھا، اس میں بھنے ہوئے گوشت اور پکے ہوئے اناج کے
ٹکڑے تھے۔ یہ کپڑا انہوں نے سب کے سامنے رکھ دیا، تمام لوگ سہمے سہمے انداز میں
لقمے لینے لگے۔ تھوڑی دیر بعد گھڑسوار کوڑے لہرانے لگے۔ اس کا مطلب تھا کہ اب وہ
آگے سفر کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ آج انہوں نے قیدیوں کو رسے سے باندھنے کی
زحمت نہیں کی۔ وہ قافلے کے دونوں اطراف گھوڑوں پر آہستہ آہستہ چلتے رہے۔

برک، گلائن سے کچھ ناراض دکھائی دیتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ گلائن نے جلد بازی

کی وجہ سے کام خراب کر دیا تھا بہر حال جب گلائن نے بتایا کہ اس نے اس کی ہدایت پر پورا عمل کیا تھا اور وہ حتی الامکان پانی کے نیچے رہی تھی تو اس کی رنجش کسی حد تک دور ہو گئی، دوپہر کے وقت انہوں نے قافلے کو کچھ دیر آرام کرنے کا موقع دیا۔ گلائن اور برک بھی درختوں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ برک نے کہا۔ ''میرا خیال ہے ہیون میں اب ہماری گمشدگی کو محسوس کر لیا گیا ہوگا۔ استاد ہیون کے آدمی ہماری تلاش میں نکل چکے ہوں گے، انہیں ہمارے قدموں کے نشان ڈھونڈنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوگی۔'' گلائن نے دیکھا کہ برک کا ہاتھ تیزی سے گھاس اکھیڑ رہا تھا، وہ ایچ کی شکل کا نشان بنا رہا تھا۔ تھوڑی دیر آرام کے بعد گھڑ سواروں نے انہیں دوبارہ چلنے کا حکم دیا۔ گلائن اور برک ساتھ ساتھ چلتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ برک اسے سمجھا رہا تھا کہ وہ گہری نظروں سے اردگرد کا جائزہ لیتی رہے۔ انہیں فرار کا کوئی موقع ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

گلائن کے ذہن میں کئی سوال کلبلا رہے تھے، یہ کون لوگ تھے؟ کہاں سے آئے تھے؟ ریور پلیس جیسے بیکار لوگوں کو پکڑنے سے انہیں کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس نے برک سے ان سوالوں کے جواب حاصل کرنا چاہے لیکن اس نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ اسے اس بارے میں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں، انہیں صرف فرار ہونے کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ ایک لحاظ سے برک ٹھیک ہی کہہ رہا تھا لیکن گلائن کا ذہن بار بار ان سہمے ہوئے لوگوں کی طرف چلا جاتا تھا۔ ان کی خالی خالی نگاہیں ڈری ڈری حرکتیں......گلائن کیلئے یہ نظارہ نہایت تکلیف دہ تھا۔ سہ پہر کے وقت وہ لوگ تھوڑی دیر کے لئے پھر ایک جگہ رکے۔ گلائن نے دیکھا کہ دو تین عورتیں ایک بچی کے گرد جمع ہیں وہ ان کے قریب چلی گئی۔ بچی کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی اور اس کا جسم بری طرح تپ رہا تھا۔ گلائن نے فوراً کپڑے کا ایک ٹکڑا لیا اور ایک لڑکے سے کہا کہ وہ اس کپڑے کو بھگو کر لائے پھر اس نے عورتوں سے کہا کہ وہ اسے کپڑے کو بھگو بھگو کر بچی کی پیشانی پر رکھتی رہیں۔ اس بارے میں اس نے ایک کتاب میں پڑھا تھا اس سے زیادہ

اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔

جب قافلہ آگے روانہ ہونے لگا تو گلائن ایک گھڑ سوار کے پاس پہنچی اور اسے بتایا کہ نو دس سال کی ایک بچی سخت بیمار ہے، اسے اور اس کی ماں کو سواری کی ضرورت ہے، گھڑ سوار نے گلائن کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور لاپرواہی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ گلائن کو ایک دم طیش آ گیا۔ اس نے گھڑ سوار کا لباس پکڑ کر اسے جھنجھوڑ ڈالا۔ ایک عمر رسیدہ گھڑ سوار نے مداخلت کی اور ان میں جھڑپ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ عمر رسیدہ شخص کے کہنے پر گھڑ سوار گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک اسٹریچر لے کر واپس آ گیا، بچی کو سٹریچر پر ڈال دیا گیا، اسٹریچر کا ایک سرا گلائن نے تھام لیا۔ رات انہوں نے جنگل میں ہی بسر کی۔

اگلے روز قافلہ پھر روانہ ہو گیا۔ گلائن نے مستقل طور پر اسٹریچر تھام رکھا تھا وہ بچی کا دل بہلانے کیلئے مسلسل باتیں کر رہی تھی۔ اسٹریچر اصل قافلے سے کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ ایک موقع پر گلائن کو فرار ہونے کا سنہری موقع ملا لیکن بچی کی طرف دیکھتے ہوئے نجانے کیوں اس نے یہ خیال دل سے نکال دیا۔ اس رات بچی فوت ہو گئی۔ اگلے دن ریور پلیس کے لوگوں نے بڑے یاس انگیز انداز میں بچی کو دفن کر دیا، کسی نے آنسو نہیں بہائے، کسی کو دکھ نہیں ہوا۔ بس خالی خالی نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ سفر کے چوتھے روز آسمان پر گہرے بادل چھا گئے اور بارش شروع ہو گئی، اس کے ساتھ ہی تیز آندھی بھی چلنے لگی۔ تمام لوگ پناہ لینے کیلئے گھنے درختوں کی طرف بھاگے۔ برک کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ فرار ہونے کا یہ نادر موقع تھا۔ وہ گلائن کو لے کر ایک درخت کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ''روشنی بہت کم ہے، ویسے بھی وہ لوگ اپنے گھوڑے سنبھالنے میں مصروف ہیں یہ اچھا موقع ہے، میں درختوں کے اس جھنڈ کی طرف جاتا ہوں۔ میرے جانے کے بعد تم دس تک گننا اور پھر جھنڈ کی طرف آ جانا۔ ٹھیک ہے؟'' گلائن نے اثبات میں سر ہلایا۔ برک نے جھنڈ کی

طرف دوڑ لگا دی، گلائن نے گنتی شروع کی...... دس پر پہنچ کر اس کو دوڑنا تھا لیکن وہ آگے گننے لگی۔ گیارہ...... بارہ...... تیرہ۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی۔ نجانے کیوں اس کی ٹانگوں کی طاقت سلب ہو گئی تھی اور پھر اس نے دیکھا کہ ایک گھڑ سوار اس طرف جا رہا ہے جدھر برک گیا تھا۔ چند لمحے بعد گھڑ سوار واپس آتا دکھائی دیا۔ برک گھوڑے کے آگے آگے چل رہا تھا۔ گلائن کے قریب پہنچ کر گھڑ سوار نے برک کو دو زوردار ہنٹر رسید کیے اور پھر پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ برک پھسلتا ہوا گلائن کے پاس آ گرا۔ گلائن نے اسے شانوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ وہ غصے سے کپکپا رہا تھا۔ کتنی ہی دیر وہ اس کی طرف پر طیش نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر پھنکارا۔ ”تم میرے پیچھے کیوں نہیں آئیں...... کیوں ہر بار دھوکہ دیتی ہو مجھے؟“ گلائن اسے کوئی جواب نہ دے سکی۔ وہ برک کے بازو کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں ہنٹر کا سرخ نشان ابھرا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ندامت کے آنسو آ رہے تھے۔

دوسرے دن جب وہ سو کر اٹھے تو بارش تھمی ہوئی تھی، آسمان صاف تھا اور چمکدار دھوپ نکل رہی تھی۔ ناشتے کے بعد ان کا سفر پھر شروع ہوا۔ آج گرمی کچھ ضرورت سے زیادہ ہی پڑ رہی تھی، تمام لوگ پیدل چل چل کر نڈھال ہو چکے تھے، ان کے پاؤں کے تلوے پھٹ چکے تھے اور ٹانگیں شل ہو چکی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ چل رہے تھے۔ گلائن دیکھ رہی تھی کہ ریور پلیس کے لوگوں کا کردار پالتو جانوروں کا سا تھا۔ وہ بغیر کچھ کہے سنے خاموشی سے سر جھکائے چلتے رہتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی نڈھال ہو کر گر پڑتا تھا تو وہ اس کو اٹھاتے نہیں تھے بلکہ اس کے اوپر سے گزرتے چلے جاتے تھے۔ ایسے ہی دوپہر کے وقت جب گرمی اپنے عروج پر تھی، گلائن کے آگے آگے چلتی ہوئی ایک نوجوان عورت لہرا کر دھڑام سے زمین پر گر گئی۔ کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ ایک گھڑ سوار کوڑا لہراتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ اتنی دیر تک گلائن اس عورت کا سر اپنے بازوؤں میں لے چکی تھی، عورت کا جسم بری طرح کانپ رہا تھا اور وہ بخار کی شدت سے

پھنک رہی تھی۔ گلائن چیخ کر گھڑ سوار سے مخاطب ہوئی۔ ”یہ ابھی مری نہیں زندہ ہے لیکن تمہاری سنگدلی اس کو مار دے گی۔“ پھر وہ بڑے عزم سے بولی ”میں اس کو تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ میں یہاں...... اس کے ساتھ رہوں گی۔“ وہ بڑی جرأت سے گھڑ سوار کی قہر برساتی ہوئی آنکھ میں دیکھ رہی تھی۔ گھڑ سوار نے اپنا ہنٹر والا ہاتھ بلند کیا لیکن اتنی دیر میں وہی عمر رسیدہ شخص آگے بڑھا اور اس نے گھڑ سوار کو روک دیا۔ اس کے کہنے پر گھڑ سوار نے اپنا گھوڑا بیمار عورت کیلئے خالی کر دیا۔ اس کی دیکھا دیکھی چند اور گھڑ سواروں نے بھی بیمار اور کمزور افراد کو اپنے ساتھ گھوڑوں پر سوار کر لیا۔

ساتویں روز پیدل چلنے والوں کی حالت بہت پتلی ہو گئی، گرمی بہت زیادہ ہو گئی تھی اور جنگل میں موجود چھوٹے موٹے تمام گڑھے خشک ہو گئے تھے۔ پیاس کی وجہ سے ان کے ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں اور انہوں نے ایک دوسرے سے بات چیت ترک کر دی تھی۔ گلائن اور برک ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اچانک برک نے گلائن کا بازو دبایا، گلائن نے بھی اس طرف دیکھا۔ قافلے کا اگلا سرا ایک پل کے اوپر پہنچ چکا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا پل تھا۔ اس کے نیچے ایک ندی کا وسیع و عریض پاٹ تھا، پل کے دوسری طرف ایک عمارت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پل کے اوپر سے گزر کر ایک بہت بڑے گیٹ کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ گیٹ کے پاس پہلے سے کچھ افراد موجود تھے۔ انہوں نے گھڑ سواروں کو دیکھ کر استقبالیہ انداز میں ہاتھ ہلائے اور گیٹ کھول دیا۔ قافلہ اندر داخل ہو گیا۔ گلائن اور برک کی توقع کے برعکس یہ کوئی بڑی آبادی نہیں تھی۔ ایک بہت بڑا ناہموار سا میدان تھا جس کے درمیان کچھ مکان بنے ہوئے تھے، گیٹ کے سامنے جو مکان تھا وہ کافی اونچا تھا، اس کی بالائی منزل کے اوپر ایک چبوترا بنا ہوا تھا اور وہاں تین چار رائفل بردار کھڑے تھے، وہ حفاظتی جنگلے پر جھکے ہوئے دلچسپی سے قافلے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ گلائن نے دیکھا کہ وہاں ان جیسے اور بھی بہت سے قیدی موجود تھے۔ گلائن اور برک نے اپنی زندگی میں شاید کبھی اتنے آدمیوں کو ایک جگہ اکٹھے نہیں

دیکھا تھا۔ لوگ مختلف ٹولیوں کی صورت میں میدان کے اندر بیٹھے تھے کچھ کھانا پکا رہے
تھے کچھ لکڑیاں کاٹ رہے تھے، بہت سی عورتیں ایک کنویں سے پانی بھر رہی تھیں۔
احاطے میں داخل ہونے کے بعد گھڑ سوار مختلف سمتوں کو چلے گئے اور قافلے کے لوگ
میدان میں ایک ٹولی کی صورت میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد ایک آنکھ والے تین چار شخص
ان کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کچھ خشک راشن ان کے حوالے کیا اور اشاروں سے سمجھایا
کہ اسے پکاؤ اور کھاؤ لیکن شام تک وہ راشن اسی طرح پڑا رہا۔ ریور پلیس کے لوگوں میں
سے کسی نے کھانا پکانے کی کوشش نہیں کی۔ ان کے بچے رو رہے تھے لیکن وہ لاپرواہی
سے گردنیں لٹکائے بیٹھے تھے۔ آخر گلائن اپنی جگہ سے اٹھی اور کھانا پکانے کا انتظام کرنے
لگی۔ برک کچھ دیر اس کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ بھی اسکا ہاتھ بٹانے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆

کن کیڈ نے گرین برگ کو گھوڑے کی پشت پر سے اتارا اور گھاس پر لٹا دیا۔ تقریباً
ایک گھنٹہ کی کوشش کے بعد وہ اسے ہوش میں لانے میں کامیاب ہوگیا۔ گرین برگ کے
سر کے بال اور بھنویں جل چکی تھیں۔ اس کی دائیں ران بھی شدید زخمی تھی۔ کن کیڈ نے
ایک چاقو سے اس کی ران میں سے گولی نکالی۔ گرین برگ تکلیف کی شدت سے تڑپ
تڑپ گیا لیکن یہ بات وہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ گولی نکالنا کس قدر ضروری ہے۔ اس
کی ران پر پٹی وغیرہ باندھنے کے بعد کن کیڈ نے اسے ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر
بٹھا دیا۔ گرین برگ ابھی تک اپنے حواس میں نظر نہیں آتا تھا پھر جیسے آہستہ آہستہ اس
کے ذہن میں کل کے واقعات تازہ ہونے لگے۔ کن کیڈ بغور اس کے چہرے کے بدلتے
ہوئے رنگ دیکھ رہا تھا۔ گرین برگ کی آنکھوں میں اب ہراس نمایاں تھا۔ یوں لگتا تھا
جیسے وہ ایک بار پھر سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔

''میں اس وقت...... اس وقت...... سٹور ہاؤس میں بیٹھا تھا۔ انہوں نے بستی کو
چاروں طرف سے گھیر لیا اور مکانوں کو آگ لگا دی۔ وہ ہمیں گھروں سے باہر نکالنا چاہتے

تھے...... میرے خدا...... دس آدمیوں کو میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے گولیوں کا شکار
ہوتے دیکھا...... میں سوچ رہا تھا سٹور ہاؤس کی حفاظت کروں یا اپنی جان بچاؤں......
اور پھر وہ اناج سے بھرے ہوئے سٹور ہاؤس پر ٹوٹ پڑے...... کچھ افراد گولیاں چلاتے
ہوئے اندر داخل ہوگئے...... ایک دو تین...... ہاں وہ چار آدمی تھے۔ چاروں اجنبی......
اوہ میرے خدا ہم نے کک کو بے گناہ پھانسی دی۔'' وہ دور خلاء میں گھور رہا تھا پھر جیسے
اسے کچھ یاد آیا۔ وہ چلایا ''سارا...... سارا...... راجر'' پھر اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن
پھر زمین پر لڑھک گیا۔ کن کیڈ نے اسے سیدھا کر کے بٹھایا وہ ہاتھوں میں منہ چھپا کر رو
رہا تھا۔ کن کیڈ نے پوچھا ''یہ تمہارے بیوی اور بچے کے نام ہیں؟''

''ہاں!'' گرین برگ نے کہا۔ ''میں انہیں تلاش کرنا چاہتا ہوں۔''

کن کیڈ نے اس کا کندھا تھپتھپایا...... ''تمہاری حالت ایسی نہیں کہ تم انہیں تلاش
کر سکو، تم یہیں بیٹھو میں انہیں ڈھونڈتا ہوں۔'' اس نے اپنی رائفل چیک کی اور بستی کی
طرف بڑھا۔ گرین برگ نے کہا۔ ''گھوڑے لیتے جاؤ ورنہ انہیں پیدل آنا پڑے گا۔''
کن کیڈ جانتا تھا کہ اس کی ''نوبت'' نہیں آئے گی پھر بھی اس نے گرین برگ کا دل
رکھنے کیلئے گھوڑے لے لئے۔

کن کیڈ نے بڑے محتاط انداز میں بستی کا چکر لگایا لیکن اسے راکھ کے ڈھیروں اور
سلگتے ہوئے ملبے کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ بستی کا واچ ٹاور ملبے کا ڈھیر بن چکا تھا۔ یہاں
وہاں جلی ہوئی مسخ شدہ لاشیں نظر آ رہی تھیں۔ کن کیڈ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہی وہ بستی
ہے جہاں کل تک زندگی اپنے عروج پر تھی۔ بستی کے چاروں طرف گندم کے کھیت سر
جھکائے کھڑے تھے جیسے اپنے بونے والوں کا ماتم کر رہے ہوں۔ کن کیڈ نے ایک طویل
سانس لی اور واپس مڑ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ گرین برگ خالی گھوڑوں کو دیکھ کر بہت کچھ
کچھ جائے گا لیکن پھر بھی اسے کچھ نہ کچھ تو بتانا ہی پڑے گا۔ کن کیڈ یہ ناخوشگوار فرض ادا
کرنے کے لئے کوئی مناسب الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ گرین برگ کے پاس پہنچ کر

گھوڑے سے اترا۔ گرین برگ اس کی طرف خالی خالی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کن کیڈ نے کہا۔ ”مجھے افسوس ہے دوست شاید تمہاری بیوی اور بچہ بستی سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو چکے ہیں...... یہ بھی ہوسکتا ہے......“ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ گرین برگ اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر سسکیاں لینے لگا۔ کن کیڈ کافی دیر تک اسے دلاسہ دینے کی کوشش کرتا رہا پھر اس نے اسے زمین پر لٹا کر اس کے اوپر کمبل ڈال دیا۔

گرین برگ آہستہ آہستہ صحت یاب ہو رہا تھا۔ کن کیڈ چونکہ ایک طبیب تھا اس لئے اس نے گرین برگ کی دیکھ بھال میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ گرین برگ کے زخم مندمل ہو رہے تھے لیکن اس کی ذہنی حالت ابھی تک ابتر تھی۔ وہ اکثر خاموش رہتا اور پھر اچانک بڑبڑانے لگتا۔ ”سارہ کہاں ہو...... دیکھو بچہ بلک بلک کر رو رہا ہے، جلدی دودھ لے کر آؤ۔“ دس روز کے بعد آج پہلی بار گرین برگ کی حالت کچھ بہتر نظر آ رہی تھی۔ کن کیڈ جب ایک ہرن شکار کر کے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ گرین برگ ایک پتھر پر اپنا شکاری چاقو تیز کر رہا ہے۔ اس نے کن کیڈ کی طرف دیکھ کر کمزور سی آواز میں کہا۔ ”مجھے اور کتنی دیر اس طرح رہنا ہوگا؟“

کن کیڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”بس اب تم ٹھیک ہو۔ اگر سفر کرنا چاہو تو آزاد ہو۔“ اس دن وہ دونوں اپنی اپنی چیزیں سمیٹتے رہے۔ شام کو دونوں نے اکٹھے کھانا کھایا۔ کن کیڈ جانتا تھا کہ یہ ان دونوں کا ایک ساتھ آخری کھانا ہے۔ اس نے ہرن کے گوشت اور جنگلی پیاز کو ملا کر ایک گاڑھا سا شوربہ تیار کیا تھا۔ انہوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ پھر کیڈ نے کہا۔ ”دوست اب تک کی گفتگو سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ کل سے ہمارے راستے مختلف ہیں، میں مشرق کی طرف آگے بڑھنا چاہتا ہوں جبکہ تم مغربی سمت سفر کرتے ہوئے اپنے بیوی بچے کو ڈھونڈنا چاہتے ہو۔“ گرین برگ نے اثبات میں سر ہلایا۔ کن کیڈ اپنی جگہ سے اٹھا اس نے ایک وزنی تھیلا گرین برگ کے گھوڑے سے باندھ دیا۔ اس نے بتایا کہ اس نے زیادہ سے زیادہ خوراک اور پانی تھیلے میں محفوظ کر دیا

ہے۔ گرین برگ نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

دوسرے لمحے وہ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ایک دوسرے کو الوداع کہہ رہے تھے۔ کن کیڈ نے اپنا رخ مغرب کی طرف کیا...... اور ایک بار پھر اس کا تنہا اور طویل سفر شروع ہو چکا تھا۔ دونوں گھوڑے دھیمی رفتار سے چل رہے تھے۔ کن کیڈ نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اپنی جیب سے وہی تہہ دار بوسیدہ کاغذ نکالا اور اس پر غور کرنے لگا۔ ایک بہت بڑے نیلے حصہ کے کنارے گرینڈ ہیون کے الفاظ نظر آ رہے تھے۔ اس جگہ کن کیڈ نے کراس کا نشان لگا رکھا تھا۔

تھوڑی دور اور آگے بڑھنے کے بعد وہ ایک اور مسمار شدہ بستی میں داخل ہو گیا۔ بستی میں ہر طرف چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں نظر آ رہی تھیں جن پر سل نما پتھر نصب تھے۔ کن کیڈ ان ڈھیریوں سے واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کی ڈھیریوں میں آباؤ اجداد اپنے مرنے والوں کو دبایا کرتے تھے۔ کن کیڈ نے نوٹ کیا کہ ہر پتھر پر الفاظ کے ساتھ ساتھ کچھ ہندسے بھی لکھے ہوئے تھے جیسے ”مارگریٹ 1950-1983۔“ مارگریٹ کے لفظ سے تو پتہ چلتا تھا کہ اس قبر میں دبائی جانے والی ایک عورت تھی اور اس کا نام مارگریٹ تھا لیکن ہندسے اس کی کون سی خصوصیت کو ظاہر کرتے تھے۔ وہ بہت دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا پھر دفعتاً اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ اسے یاد آیا کہ آباؤ اجداد کی عمارتوں اور دوسری اشیاء پر لکھے ہوئے بہت سے نمبر 19 کے ہندسے سے شروع ہوتے تھے۔ اس 19 کا کیا مطلب تھا۔ وہ بہت دیر تک سوچتا رہا اور تب اچانک اسے خیال آیا کہ ہو نہ ہو 19 کا عدد زمانے کو ظاہر کرتا ہے۔ جوں جوں وہ غور کرتا گیا اس کے ذہن کی گرہیں کھلتی گئیں اور اسے یقین ہو گیا کہ مارگریٹ 1950-1983 سے مطلب یہ ہے کہ مرنے والی عورت زندگی کی 33 بہاریں یا خزائیں دیکھ چکی تھی۔ اپنی اس کامیابی پر اسے بے پناہ خوشی محسوس ہو رہی تھی لیکن افسوس اس کی خوشی میں شریک ہونے والا کوئی نہیں تھا وہ ایک بہت بڑے راز سے پردہ اٹھا چکا تھا۔

اس نے اپنا سفر جاری رکھا جوں جوں وہ آگے بڑھ رہا تھا اس کی دلچسپی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اگلے چند روز میں وہ آباؤ اجداد کی کئی چھوٹی چھوٹی بستیوں سے گزرا پہلے وہ ان کھنڈروں کے اندر گھسنے سے کتراتا تھا لیکن بتدریج اس کا حوصلہ بڑھتا چلا گیا۔ ان کھنڈروں میں جگہ جگہ انسانی ڈھانچے ملبے تلے دبے ہوئے تھے۔ ایک جگہ اس نے لوہے کے دیوہیکل ڈبوں کی ایک لمبی قطار دیکھی ان ڈبوں کے نیچے بے شمار کیڑے نظر آ رہے تھے کچھ ڈبے الٹ چکے تھے اور کچھ ٹکڑوں کی صورت میں زمین کے اندر دبے ہوئے تھے وہ ایک ڈبے کے اندر گھس گیا۔ اس نے وہاں اتنی کثرت سے انسانی ڈھانچے دیکھے کہ اس کا ذہن ماؤف ہو گیا ان ڈھانچوں میں بے شمار موٹے موٹے چوہے گھوم رہے تھے۔ وہ یہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ایک بڑی سی مخروطی عمارت کی پیشانی پر کیتھڈرل چ......چ کے الفاظ نظر آ رہے تھے۔ یہاں بھی ملبے کے ڈھیروں سے انسانی ڈھانچوں کی جھلکیاں نظر آ رہی تھیں۔ ایک سڑک کے دونوں اطراف مسلسل چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ کن کیڈ کا خیال تھا کہ اس جگہ خرید و فروخت کا کام ہوتا تھا۔ دروازوں کے پاس لکڑی کے بڑے بڑے چوکھٹے دکھائی دیتے تھے۔ شاید ان میں کبھی شیشے لگے ہوں گے لیکن اب شیشوں کی جگہ خالی تھی۔ کئی کمروں کے سامنے لکڑی اور لوہے کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ لٹک رہے تھے۔ ”کوکا کولا“ ”وڈیو گیمز“ ”برگر ان“ اور ”واچ ہاؤس“۔ کن کیڈ کے لئے یہ تمام الفاظ ناقابل فہم تھے۔ اس نے دیکھا تمام کمرے اندر سے خالی تھے وقتاً فوقتاً بستیوں سے گزرنے والے قافلے اور شکاری ان کمروں میں موجود اشیاء پر ہاتھ صاف کر چکے تھے۔ کچھ شیشے کی بوتلیں کچھ لچکدار لکڑی (پلاسٹک) کی بنی ہوئی اشیاء اب بھی وہاں پڑی تھیں لیکن کن کیڈ کو ان کا کوئی مصرف سمجھ نہیں آیا۔

اس نے اپنا سفر جاری رکھا، شام سے کچھ پہلے وہ اس طرح کی ایک اور بستی سے گزرا۔ ایک جگہ وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اسے کسی مرغ کی آواز سنائی دی تھی۔ اب تک اس نے ان بستیوں میں بلیاں چوہے اور کتے تو بہت دیکھے تھے لیکن مرغیوں سے واسطہ

نہیں پڑا تھا۔ مرغیوں کی موجودگی کا مطلب یہ تھا کہ یہاں کچھ لوگ بھی ہوں گے۔ اس نے گھوڑوں کا رخ آواز کی طرف موڑ دیا۔ تھوڑا آگے جا کر اس نے گھوڑوں کو ایک گرے ہوئے شہتیر کے ساتھ باندھا اور محتاط قدموں سے آگے بڑھنے لگا۔ ایک مکان کے صحن میں اسے چند مرغیاں دکھائی دیں، مکان کی کھڑکیاں اور روشن دان لکڑی کے تختوں سے بند کئے گئے تھے۔ ایک طرف رسی پر کسی نے دھلے ہوئے کپڑے پھیلا رکھے تھے۔ کن کیڈ نے آگے بڑھ کر گھر کے مکینوں کو آوازیں دیں لیکن مرغیوں کی کٹ کٹ کے سوا کوئی جواب نہیں آیا۔ وہ محتاط انداز میں چلتا ہوا صحن میں داخل ہوا۔ ایک طرف چند برتن پڑے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کچھ افراد کھانا کھاتے ہوئے اٹھ کر گئے ہوں، برآمدے میں ایک چھوٹی سی گڑیا بھی پڑی تھی۔ کن کیڈ حیران ہو رہا تھا کہ یہ لوگ اچانک کہاں چلے گئے۔ اسے ناگوار سی بو محسوس ہوئی اس نے ایک قدم اندر کی طرف بڑھایا تب اس نے مکھیوں کی بھنبھناہٹ سنی۔ وہ ایک لمحے میں جان گیا کہ کمرے میں کسی شخص کی لاش پڑی ہے۔ اس نے دھیرے سے دروازہ کھولا۔ سامنے فرش پر ایک مرد کی پھولی ہوئی لاش نظر آ رہی تھی اس کے جسم پر اور کمرے میں بے شمار مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔

یہ ایک کریہہ منظر تھا۔ کن کیڈ اپنی طبیعت قابو میں کرتا ہوا اندر داخل ہوا، مقتول کا ہاتھ کسی چیز کی طرف بڑھا ہوا تھا۔ کن کیڈ نے اس جانب دیکھا سامنے الماری میں دو رائفلیں رکھی تھیں۔ مرنے سے پہلے مقتول نے شاید ان رائفلوں تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ کن کیڈ کافی دیر کمرے کے وسط میں کھڑا صورتحال پر غور کرتا رہا پھر اس نے لاش کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر اٹھایا اور صحن میں ایک گڑھے کے اندر دفن کر دیا۔ وہ تھوڑی دیر گھر کے کمروں میں گھومتا رہا پھر اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے رخصت ہو جاتا اسے ایک عجیب چیز نظر آئی۔ یہ دستانوں کا ایک جوڑا تھا لیکن یہ عجیب طرح کے دستانے تھے۔ چار انگلیوں کیلئے ایک جگہ تھی اور انگوٹھے کے لئے علیحدہ خانہ تھا۔ دستانوں میں کوئی روئی قسم کی چیز بھری ہوئی تھی دستانوں کے قریب ہی آباؤ اجداد کے زمانے کی ایک کتاب نما

چیز رکھی تھی لیکن اس کتاب کی جلد نہیں تھی اور اس کے صفحے بھی بڑے بڑے تھے۔ پہلے صفحے پر ایک بڑی تصویر نظر آ رہی تھی۔ یہ ایک مرد کی تصویر تھی اس کے دونوں ہاتھوں میں وہی دستانے تھے اور اس نے ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔ تصویر کے نیچے لکھا تھا ''وزآف دی ایز''۔ لیکن جس چیز نے کن کیڈ کو بری طرح چونکا دیا وہ اس شخص کے چہرے کا رنگ تھا۔ اس کا چہرہ بالکل سیاہ تھا۔ بالکل ایسا ہی چہرہ کن کیڈ اپنے خوابوں میں دیکھتا تھا۔ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی چہرہ ہے جو اسے خواب میں نظر آتا ہے لیکن اس تصویر سے یہ بات ثابت ہو جاتی تھی کہ سیاہ چہرہ لوگوں کا وجود افسانوی نہیں ہے۔ ماضی میں واقعی ایسے لوگ ہوتے تھے۔ اس نے وہ کتاب اپنے تھیلے میں رکھ لی اور کمرے سے باہر نکل آیا ایک بار پھر اس نے بھرپور نظروں سے اردگرد کا جائزہ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ وہ اس جگہ پیش آنے والے تمام واقعے کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ چند روز قبل بارش کے دوران یا بارش کے فوراً بعد قریباً دس گھڑ سواروں نے اس جگہ کے مکینوں پر اچانک حملہ کیا تھا۔ اس وقت یہ لوگ صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو ہلاک کر دیا تھا اور قریباً بیس مردوں عورتوں اور کئی بچوں کو ہانکتے ہوئے جنگل کی طرف لے گئے تھے...... بستی سے باہر آ کر کن کیڈ کچھ دیر سوچتا رہا۔ اس کے سامنے دو راستے تھے۔ بستیوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی پختہ سڑک جو اس کی ابتدائی منزل یعنی گرینڈ ہیون کی طرف جاتی تھی۔ دوسری طرف گھڑ سواروں کے چھوڑے ہوئے نشانات تھے جو بائیں طرف کھیتوں کے درمیان کچے راستے پر دور تک چلے گئے تھے۔ کن کیڈ کی سوئی سوئی آنکھیں چند لمحے کے لئے کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز ہو گئیں...... پھر اس نے گھوڑے کا رخ کچے راستے کی طرف موڑ دیا۔

☆☆☆

گرینڈ ہیون کے گلی کوچوں کی یاد گلائن کو بری طرح ستا رہی تھی۔ اسے رہ رہ کر اپنے باپ ہیون کا خیال آ رہا تھا۔ نجانے وہ اس کیلئے کہاں مارا مارا پھر رہا ہوگا۔ گلائن نے

دیکھا، کیمپ میں چاروں طرف روزمرہ کی گہما گہمی نظر آ رہی تھی۔

کنوئیں پر کچھ عورتیں کپڑے دھو رہی تھیں چند اپنے بچوں کو نہلا رہی تھیں، کچھ نوعمر لڑکے کھیل کود میں مصروف تھے۔ ان کے قریب ہی چند بوڑھے زمین پر بیٹھے کسی چیز کے کش لگا رہے تھے۔ گلائن کے بالکل پاس ہی دو عورتیں خرید و فروخت میں مصروف تھیں۔ ایک عورت چمڑے کی ایک بوتل کے بدلے کپڑے کا ٹکڑا خرید رہی تھی۔ مختلف علاقوں سے آئے ہوئے ان لوگوں کی شکلیں اور طور طریقے مختلف تھے لیکن ایک بات ان سب میں مشترک تھی کہ وہ ایک آنکھ والے گھڑ سواروں کے قیدی تھے۔ گلائن نے اب تک کئی عورتوں سے بات چیت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ سب اس کی طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔ صرف ایک عورت ایسی نظر آئی تھی جس سے گلائن کے خیال میں دکھ درد بتایا جا سکتا تھا۔ اس وقت وہ ایک شیڈ کے نیچے بیٹھی کسی بچے کی قمیص سی رہی تھی۔ گلائن اس کے پاس جا بیٹھی۔ پہلے تو وہ جھجک گئی لیکن پھر جلد ہی اس کی جھجک دور ہو گئی۔ اس نے گلائن کو جو باتیں بتائیں ان سے معلوم ہوا کہ وہ بھی گلائن ہی کی طرح ایک بستی سے دوسرے لوگوں کے ساتھ قیدی بنا کر لائی گئی تھی۔ جب ان کی بستی پر حملہ ہوا تو وہ اپنے بچوں کے ساتھ تہہ خانے میں چھپ گئی لیکن ان لوگوں نے بو سونگھنے والے کتے استعمال کئے جو بستی کے مکینوں کو کونے کھدروں سے کھینچ لائے۔ قیدیوں کا خیال تھا کہ یہ لوگ خود بھی کتوں کی طرح سونگھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ یہ لوگ کسی دور دراز جنوبی علاقے سے آئے تھے اور عورت کا خیال تھا کہ وہ بہت جلد انہیں یہاں سے آگے لے جانے والے ہیں۔ گلائن یہ سن کر پریشان ہو گئی۔ جب عورت کو پتہ چلا کہ گلائن یہاں سے فرار ہونا چاہتی ہے تو اس نے سختی سے منع کیا۔ اس نے بتایا کہ یہ لوگ بہت ہوشیار و چالاک ہیں اور کسی قیدی کو فرار ہونے کا موقع نہیں دیتے۔ فرار کی کوشش کرنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جاتی ہے۔

وہ کافی دیر باتیں کرتی رہیں۔ عورت نے گلائن کو ایک آنکھ والوں کے متعلق اپنی

معلومات سے آگاہ کیا۔ اس نے بتایا کہ ان میں زیادہ تر گھڑ سوار ہیں۔ یہ نوجوان ا[ور] سخت جان ہیں لیکن بہت زیادہ عقلمند نہیں ہیں۔ اس کے بعد کچھ ایسے افراد ہیں جنہیں ''سارجنٹ'' کہا جاتا ہے۔ ان کی آستینوں پر تین سفید نشان ہوتے ہیں۔ ان کا افسر ایک بڑی توند والا کرخت چہرہ شخص ہے۔ ان کا چیف ایک داڑھی والا بدصورت سا شخص ہے۔ شاید اس کے دماغ میں کچھ خلل ہے۔ پہروں اکیلا بیٹھا آگ کو گھورتا رہتا ہے۔ اتنے میں دو گھڑ سوار اس طرف آتے دکھائی دیئے۔ گلائن عورت سے پھر ملنے کا وعدہ کر کے اپنی جگہ پر واپس لوٹ آئی۔

☆☆☆

دوسرے روز گھڑ سواروں میں سے کچھ افراد نے قیدیوں کے پیروں کا معائنہ کیا اور زخمی پیروں والے افراد کی مرہم پٹی کی۔ انہوں نے پہلے کی طرح مختلف گروہوں میں خشک راشن تقسیم کیا۔ حسب سابق گلائن نے یہ راشن پکا کر اپنے گروہ کے افراد کو کھلایا۔ برک کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا، سہ پہر کے وقت وہ نظر آیا اس نے گلائن کے قریب بیٹھے ہوئے سرگوشی میں کہا کہ اس نے فرار کا ایک منصوبہ بنایا ہے۔ گلائن کے پوچھنے پر اس نے بتایا۔ ''میں مشرقی کونے میں لکڑی کا ایک بڑا ڈھیر دیکھ کر آ رہا ہوں۔ میرا خیال ہے یہ لوگ کل یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔ ہم آج رات خود کو اس ڈھیر میں چھپا لیں گے۔ کل ان کے روانہ ہونے کے بعد ہم وہاں سے نکل آئیں گے۔'' گلائن نے اس کے منصوبے کو ناقابل عمل قرار دیا۔ برک ایک بار پھر طیش میں آ گیا۔ اس نے دانت پیس کر کہا۔ ''تم بزدل ہو تم میں آزادی حاصل کرنے کی ہمت نہیں ہے۔'' پھر وہ منہ میں بڑبڑاتا ہوا اٹھ کر چلا گیا۔

دوسرے روز صبح سویرے ان لوگوں نے روانگی کی تیاری کر لی۔ کوڑا بردار گھڑ سوار میدان میں گھومنے لگے، نحیف اور لاغر لوگ اپنی جگہوں سے اٹھ اٹھ کر قطاروں میں کھڑے ہونے لگے۔ جب میدان خالی ہو گیا تو گھڑ سواروں نے آٹھ دس کتے میدان میں چھوڑ دیئے، کتے اپنی دمیں ہلاتے ہوئے مختلف کونے کھدروں کی تلاشی لینے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر برک کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔ اس نے تشکر آمیز نگاہوں سے گلائن کی

طرف دیکھا...... کتوں نے ایک جگہ چھپے ہوئے دو افراد کا سراغ لگایا۔ یہ ایک مرد اور عورت تھے، گھڑسواروں نے انہیں پہلے تو کوڑوں سے بری طرح پیٹا پھر کھلے آسمان تلے دو ستونوں کے ساتھ باندھ دیا۔ تب سیٹیاں بجا کر کتوں کو واپس بلایا، فضاء میں گھڑ سواروں کے للکارے گونجے، کوڑے لہرائے اور قافلہ میدان کے بڑے دروازے میں سے باہر نکلنے لگا۔ گلائن نے مڑ کر ستونوں سے بندھے ہوئے دونوں افراد کی طرف دیکھا۔ ان کے انجام کا سوچ کر اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی...... دور آسمان پر گدھ منڈلا رہے تھے۔

قافلے کا نہ ختم ہونے والا سفر پھر شروع ہو گیا۔ وہ لوگ سارا دن پیدل چلتے رہتے اور رات کو چند گھونٹ پانی پی کر اور چند ٹکڑے روٹی کے کھا کر درختوں کے درمیان سو رہتے، صبح پھر وہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ وہی گرمی، وہی گرد آلود دھوپ، وہی بھوک پیاس کی شدت اور وہی سنسان راستے۔ برک سخت پریشان نظر آ رہا تھا۔ ایک دفعہ پھر اس نے گلائن سے فرار ہونے کا ذکر چھیڑا، گلائن اس سے ایک سال بڑی ہونے کے علاوہ کافی سمجھدار بھی تھی۔ اس نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''برک تم سمجھتے کیوں نہیں۔ فرار ہونا اتنا آسان نہیں۔ وہ لوگ خود چاہتے ہیں کہ کوئی فرار ہونے کی کوشش کرے اور وہ اسے عبرت ناک سزا دے کر لوگوں کیلئے مثال پیش کریں۔''

گلائن کی نئی بننے والی دوست بھی ان کے ساتھ بیٹھی تھی۔ قریب ہی اس کے دو بچے سو رہے تھے۔ اس کا نام الزبتھ تھا۔ وہ ایک درمیانی عمر کی عورت تھی اس نے برک کی بے چینی کو محسوس کرتے ہوئے اسے بتایا کہ اگر وہ قسمت آزمائی کیلئے اتنا ہی بے تاب ہے تو کچھ صبر کرے۔ اس کا کہنا تھا کہ ان کے راستے میں ایک بہت بڑا دریا آنے والا ہے۔ اگر وہ ایک اچھا تیراک ہے تو ہو سکتا ہے پانی کے نیچے تیر کر فرار ہونے میں کامیاب ہو جائے، گھڑسوار اور ان کے کتے دریا میں اس کا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ برک اس تجویز پر مطمئن نظر آنے لگا۔ صبح سویرے ان کا سفر پھر شروع ہو

گیا۔ گلائن بے حد تھکی ہونے کے باوجود الزبتھ کے ایک بچے کو اپنی پشت پر لاد لیتی تھی۔ کبھی کبھی وہ اس کا دل بہلانے کیلئے مدھم آواز میں ایک پرسوز گیت گانے لگتی، کبھی اچانک فائرنگ کی آوازیں آنے لگتیں۔ پتہ چلتا کہ گھڑسوار کسی جنگلی جانور کا شکار کر رہے ہیں۔

ایک رات پچھلے پہر اس کی آنکھ کھلی۔ تمام لوگ دنیا و مافیہا سے بے خبر سوئے پڑے تھے چند گز کے فاصلے پر آگ کا الاؤ روشن تھا۔ الاؤ کے بالکل قریب گھڑسواروں کا سردار ایک کہنی زمین پر ٹیکے نیم دراز تھا۔ اس کا باریش استخوانی چہرہ آگ کی روشنی میں نہایت خوفناک لگ رہا تھا۔ گلائن نے ذرا سا سر اٹھا کر دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا تھا۔ ایسی ہی آڑی ترچھی لکیروں والا ایک ٹکڑا اس کے باپ ہیون کے پاس بھی تھا۔ تب اسے اپنے باپ کا سنایا ہوا واقعہ یاد آیا کہ گلائن کا پردادا اور اس دو دوست ایسے ہی تین ٹکڑے لے کر مختلف سمتوں کو روانہ ہوئے تھے...... وہ غنودگی میں کافی دیر اس بارے میں سوچتی رہی۔ صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو اسے رات کا واقعہ خواب کی طرح لگ رہا تھا۔

☆☆☆

تیسرے یا شاید چوتھے روز ان کا قافلہ ایک وسیع و عریض دریا کے کنارے پہنچا۔ گلائن نے حیرت سے دیکھا کہ وہاں سینکڑوں آدمی چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے دریا کے کنارے چند جھونپڑیاں بھی بنی ہوئی تھیں۔ کچھ لوگ درخت کاٹ رہے تھے اور کچھ دیوہیکل تنوں کو اٹھا کر لا رہے تھے۔ بے شمار آدمی ان تنوں کو جوڑ کر بڑے بڑے بیڑے بنانے میں مصروف تھے۔ کچھ بیڑے اتنے بڑے تھے کہ ان پر پوری ایک بستی سوار ہو سکتی تھی۔ بیڑوں کے اوپر چھوٹے چھوٹے کیبن بنے ہوئے تھے۔ کچھ بیڑے دریا میں بھی ہچکولے کھا رہے تھے۔ یہ سوچ کر گلائن کا دل بیٹھنے لگا کہ جلد ہی وہ اپنی بستی سے ہمیشہ کے لئے دور ہو جائے گی۔ شاید وہ پھر کبھی اپنے گھر اور اپنے لوگوں کی صورت نہ دیکھ

سکے۔

اس کے خدشات غلط نہیں تھے۔ تھوڑی دیر بعد گھڑ سوار چلا چلا کر کوڑے لہرانے لگے۔ انہیں بیڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا جا رہا تھا۔ گلائن بھی بیڑے پر سوار ہوگئی اپنی زندگی میں پہلی بار وہ پاؤں کے نیچے پانی کی حرکت محسوس کر رہی تھی۔ قافلے کے لوگ خوفزدہ ہو کر اچھل کود رہے تھے۔ ایک عورت گھبرا کر بھاگی اور پانی میں گر گئی۔ ایک کوڑا بردار نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بال پکڑے اور پانی میں غوطہ دے دیا۔ عورت کا دو تین سالہ بچہ چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔ اس نے کافی دیر بعد عورت کو پانی سے باہر نکالا پھر اس نے اسے کسی مچھلی کی طرح بیڑے پر پھینک دیا۔ وہ بیچاری کتنی ہی دیر وہاں پڑی ابکائیاں لیتی رہی۔ گھڑ سوار یہ منظر دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے۔

☆☆☆

وہ ایک نہایت گرم دن تھا۔ آسمان سے آگ برس رہی تھی۔ لق و دق ویرانے میں دور تک کوئی متنفس، کوئی درخت نظر نہیں آتا تھا، حد نگاہ تک اونچے نیچے ٹیلے تھے جو گرمی کی شدت سے انگاروں کی طرح دہک رہے تھے۔ کن کیڈ اور اس کے دونوں گھوڑوں کا گرمی سے برا حال تھا۔ گھوڑے تھکے تھکے انداز میں چل رہے تھے اور کن کیڈ خیالوں میں گم تھا۔ اسے گرین برگ کی بات یاد آ رہی تھی۔ اس نے کہا تھا۔ ''ایک مردہ شخص کی جیب سے تمہیں ایک بوسیدہ کاغذ ملا اور اس کیلئے تم ایک ایسے طویل سفر پر روانہ ہو رہے ہو جس کی آخر میں تمہیں کچھ ملنے والا نہیں۔''

کن کیڈ سوچ رہا تھا، انسان چلا جاتا ہے لیکن اِن کی باتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ گرین برگ اب اس کے ساتھ نہیں تھا، وہ اپنے گھوڑے پر سوار کسی اور جانب نکل گیا تھا۔ شیرف کوچران بھی اب اس دنیا میں نہیں تھا، وہ بستی پر ہونے والے حملے میں ہلاک ہو چکا تھا۔ میری بھی نہیں تھی، وہ اپنے لمبے ریشمی بالوں سمیت آگ میں جل گئی تھی...... لیکن یہ سب لوگ اس کے ذہن میں محفوظ تھے۔ اس نے چھاگل سے منہ لگا کر پانی پیا

پھر اس کا دھیان گھوڑے کے ساتھ بندھی ہوئی دو بندوقوں کی طرف چلا گیا۔ یہ بندوقیں اسے کھنڈروں والی لاش کے پاس سے ملی تھیں۔ اس نے گرمی سے دھیان ہٹانے کیلئے بندوقوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ اس نے اب تک جو بندوقیں استعمال کی تھیں یہ ان سب سے مختلف تھیں۔ اس سے پہلے بھی ایک دفعہ ایک کھنڈر سے ایسی بندوقیں برآمد ہوئی تھیں۔ اس کا باپ بڑی دیر ان سے مغز ماری کرتا رہا تھا لیکن اسے کچھ سمجھ نہیں آئی تھی۔ بعد میں اس نے ان بندوقوں کو جھیل میں پھینکنے کا حکم دے دیا تھا۔

کن کیڈ اپنے خیالوں میں مگن چلا جا رہا تھا وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس سے چند سو گز دور ایک ٹیلے کے پیچھے کچھ آنکھیں اس کو دیکھ رہی ہیں۔ یہ ہیون اور اس کے سات آدمی تھے۔ ہیون اپنی بیٹی گلائن کی تلاش میں نکلا تھا جبکہ کن کیڈ بھی ان پراسرار گھڑ سواروں کی تلاش میں تھا جو علاقے سے لوگوں کو اغواء کر رہے تھے۔ اس لحاظ سے دونوں کی منزل ایک ہی تھی لیکن اس طویل اور گرم دوپہر میں ان کی ملاقات ذرا غیر دوستانہ انداز میں ہو رہی تھی۔

ٹیلے کے قریب پہنچ کر کن کیڈ گھوڑے سے اتر آیا۔ اس جگہ چٹانوں کے نیچے کچھ سایہ دار جگہ بنی ہوئی تھی اور کن کیڈ کو اس وقت سائے کی اشد ضرورت تھی۔ جب وہ اپنے گھوڑوں کو ایک چٹان کے نیچے لانے کی کوشش کر رہا تھا، اسے ایک آہٹ سنائی دی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ چار رائفلیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ ایک نسبتاً عمر رسیدہ شخص جو حملہ آوروں کا لیڈر معلوم ہوتا تھا گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ دو قدم چل کر اس کے قریب آ گیا۔ ''کون ہو تم''؟ اس نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

کن کیڈ ایک ہی لمحے میں فیصلہ کر چکا تھا۔ اس نے جواب دینے کے بجائے پھرتی سے اس پر چھلانگ لگا دی، زمین پر دو تین پٹخنیاں کھا کر جب دونوں سیدھے ہوئے تو رائفل برداروں نے دیکھا کہ ان کا لیڈر اجنبی کی گرفت میں تھا۔ اس نے عقب سے اپنا چاقو اس کی گردن پر رکھا ہوا تھا۔ بڑے اطمینان سے اس نے کہا۔ ''اپنے آدمیوں

سے کہو رائفلیں پھینک دیں۔" چاروں رائفلیں ایک ایک کر کے زمین پر گریں، اتنے میں ٹیلے کے اوپر سے کسی کے بولنے کی آواز آئی۔ یہ ہیون کا باڈی بلڈر اسسٹنٹ پائٹ تھا۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "ہیون کیا بات ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟" ہیون کا لفظ سن کر کن کیڈ چونک گیا۔ اس نے اپنے نقشے میں ہیون کے لفظ پر کراس کا نشان لگا رکھا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

ہیون نے بتایا کہ اس کا نام ہیون ہے اور وہ اپنی بستی ہیون پلیس کا سردار ہے۔ کن کیڈ نے اس کی گردن چھوڑ کر چاقو اپنے فل بوٹ میں اڑس لیا۔ ہیون حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کن کیڈ نے کہا۔ "میں دشوار گزار راستوں پر سفر کرتا ہوں یہاں پہنچا ہوں...... لیکن تمہیں مارنے کیلئے نہیں تم سے ملنے کیلئے۔"

اس رات جب سب لوگ سو گئے تو ہیون اور کن کیڈ آگ کے گرد بیٹھ کر دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ کن کیڈ نے ہیون کو بتایا کہ وہ اس کی بیٹی کی تلاش میں اس کے ساتھ ضرور جائے گا۔ ہیون نے اس سے وعدہ کیا کہ گلائن کے ملنے کے بعد وہ کن کیڈ کا ساتھ دے گا اور وہ دونوں آباؤ اجداد کی اس عظیم الشان بستی تک ضرور پہنچیں گے جسے شی...... کا ...... گو کہا جاتا ہے پھر دونوں کافی دیر تک آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرتے رہے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ گھڑ سواروں کا تعاقب جاری رکھا جائے، کسی مناسب جگہ اور مناسب موقع پر ان پر حملہ کیا جائے۔ اگر ان سے براہ راست ٹکر لینا ممکن نہ ہو تو ہوشیاری سے گلائن کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔ اگلے روز انہوں نے اپنا سفر شروع کر دیا۔ اس روز سہ پہر کے وقت وہ ایک بہت بڑے دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں انہیں کچھ ایسے آثار نظر آئے۔ جن سے اندازہ ہوا کہ کچھ لوگ یہاں قیام کرتے رہے ہیں، اردگرد کا جائزہ لینے سے کن کیڈ بہت جلد صورتحال بھانپ گیا۔ انہوں نے ہیون کو بتایا کہ گھڑ سوار اس علاقے سے اغواء ہونے والے تمام افراد کو دریا پر تیرنے والے لکڑی کے بڑے بڑے تختوں پر بٹھا کر آگے روانہ ہو چکے ہیں۔ ہیون مایوس نظر آنے لگا۔ کن کیڈ نے مشورہ دیا کہ انہیں خود بھی لکڑی

کی ایک کشتی تیار کرنی چاہئے۔ ہیون نے یہ تجویز مان لی۔ چند ایک ٹوٹے پھوٹے اوزار وہاں موجود تھے۔ انہوں نے یہ اوزار استعمال کر کے چھ روز کے اندر ایک کشتی تیار کر لی۔ اس کشتی کی لمبائی تقریباً تیس قدم تھی۔ اس میں گھوڑوں کو آسانی سے سوار کیا جا سکتا تھا۔

☆☆☆

لکڑی کے تنوں کا ایک وسیع و عریض تختہ دریا کے بہاؤ پر رواں تھا۔ گلائن اور الزبتھ ساتھ ساتھ لیٹی تھیں، الزبتھ کے بچے گلائن سے کہانی سننے کے بعد سو چکے تھے۔ الزبتھ بھی شائد سو گئی تھی۔ گلائن کو رہ رہ کر اپنے باپ کی یاد آ رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس کی تلاش میں ضرور آئے گا۔ دو روز پہلے برک فرار ہو گیا تھا۔ اس فرار کا منصوبہ الزبتھ نے بڑی ہوشیاری سے تیار کیا تھا۔ وہ ایک بہت ذہین عورت تھی۔ گلائن نے دو پہریداروں کو باتوں میں لگایا تھا جبکہ ایک پہریدار جو غنودگی کی حالت میں تھا، الزبتھ کا دھکا کھا کر دریا میں جا گرا تھا۔ جب تک برک کے فرار ہونے کی خبر گھڑ سواروں کو ہوتی، وہ پانی کے نیچے تیرتا ہوا خشکی پر پہنچ چکا تھا۔ افراتفری کا فائدہ اٹھا کر تمام قیدی بھاگ اٹھے تھے لیکن گھڑ سوار انہیں بہت جلد گھیر کر بیڑے پر واپس لے آئے تھے۔ گلائن اور الزبتھ پر کسی کو شک نہیں ہوا تھا پھر بھی گلائن محسوس کرتی تھی کہ سارجنٹوں کا افسر ہرٹ اسے درزیدہ نگاہوں سے دیکھتا رہتا تھا۔

گلائن اپنے خیالوں میں گم تھی کہ اچانک ایک تیز چیخ سنائی دی۔ گلائن کے ساتھ ساتھ اور بھی کئی لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، ان سے کچھ فاصلے پر لیٹی ہوئی ایک نوعمر بچی بری طرح کراہ رہی تھی۔ گلائن اس کے پاس گئی تو معلوم ہوا کہ ایک گھڑ سوار اس کے ہاتھ کو پاؤں سے کچلتا ہوا گزر گیا تھا۔ گلائن ایک دم بپھر گئی۔ اس نے گھڑ سوار کا گریبان پکڑ لیا۔ وہ چیخی "کمینے! ٹھیک آنکھ سے بھی دیکھنا چھوڑ دیا تم نے!" گھڑ سوار نے زناٹے کا تھپڑ اس کے منہ پر مارا۔ گلائن نے اس کی کلائی میں دانت پیوست کر دیئے، گھڑ سوار نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر خنجر نکال لیا۔ تب ایک گرجدار آواز سنائی دی۔ گھڑ سواروں کا

بارلیش سربراہ وین اپنے آدمی کو ڈانٹ رہا تھا، گھڑ سوار گلائن کو چھوڑ کر ایک طرف ہو گیا۔ وین چند لمحے گلائن کو دیکھتا رہا پھر واپس مڑ گیا، سب لوگ اپنی اپنی جگہ لیٹ گئے۔ گلائن بھی الزبتھ کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ وین کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ یہ تیسرا موقع تھا کہ اس نے گلائن پر سے مشکل وقت ٹالا تھا۔ اس نے کبھی گلائن کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ اس کے بارے میں کیا جذبات رکھتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد گلائن کو نیند آ گئی۔

صبح وہ ایک غیر مانوس شور سن کر جاگی...... لوگوں کو بیڑے سے اتارا جا رہا تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک بہت بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا دروازے کے دونوں اطراف ایک بلند دیوار دور تک چلی گئی تھی۔ دروازے سے بے شمار لوگ آ جا رہے تھے۔ شاید وہ اپنی منزل پر پہنچ چکے تھے۔ بیڑے سے اترنے کے بعد تمام لوگوں کو دو قطاریں بنانے کا حکم دیا گیا۔ گلائن نے دیکھا کہ گھڑ سواروں کا سربراہ وین دروازے کے اوپر بالکونی میں کھڑے دو محافظوں سے گفتگو کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک بہت بڑی بستی تھی، راستے کے دونوں اطراف ڈھلوان چھتوں والے پکے مکان تھے، بڑے بڑے اونی ہیٹ پہنے ہوئے افراد بازاروں اور گلیوں میں چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے، دو پہیوں والی گاڑیاں ادھر سے ادھر آ جا رہی تھیں، کچھ کو خچر اور کچھ کو آدمی کھینچ رہے تھے۔ ایک آنکھ والے، کوڑے لہراتے ہوئے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ گلائن ہر چیز کو بڑی حیرت سے دیکھ رہی تھی، مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے وہ ایک کھلے میدان میں پہنچے۔ یہاں پانی کے بڑے بڑے برتن رکھے تھے۔ تمام لوگوں کو نہلایا گیا اور پہننے کیلئے سفید رنگ کا ایک چوغہ دیا گیا پھر ہر شخص کے گلے میں ایک پٹکا باندھ دیا گیا۔ اس پٹکے پر اس شخص کا نمبر لکھا ہوا تھا۔ گلائن کا نمبر 45 تھا۔ موقع ملتے ہی اس نے یہ پٹکا اتار پھینکا۔

وہ رات تمام لوگوں نے ایک وسیع عمارت میں گزاری۔ یہ عمارت بھی آباؤ اجداد کے زمانے کی تھی، جگہ جگہ مرمت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ دوسرے روز گھڑ سوار تمام

لوگوں کو ہانکتے ہوئے شہر کے چوک میں لے آئے، یہاں انہیں ایک بڑے میدان میں قطاروں کے اندر بٹھا دیا گیا۔ سامنے لکڑی کا ایک بہت بڑا پلیٹ فارم تھا۔ اس پر بنچ رکھے تھے اور لوگ آہستہ آہستہ وہاں جمع ہو رہے تھے۔ دوپہر تک وہ پلیٹ فارم بھر گیا پھر ڈھول بجنے کی آواز سنائی دی اور تین آدمی پلیٹ فارم کی جانب سے نمودار ہوئے۔ تینوں نے نفیس قسم کے چمکدار کپڑے پہن رکھے تھے، دو آدمی تو مقامی اونی ہیٹ والوں میں سے تھے جبکہ ایک کافی لحیم شحیم اور بالکل سفید رنگ کا مالک تھا۔ اس نے لمبا سفید کوٹ، سفید پتلون اور سفید بوٹ پہن رکھے تھے۔ اسے بڑے احترام سے پلیٹ فارم پر لایا گیا۔ اس نے غیر مانوس زبان میں چند الفاظ ادا کئے پھر واپس چلا گیا۔ تب اونی ہیٹ والے ایک بدہیئت شخص نے کڑک دار آواز میں کچھ کہا۔ دو افراد پلیٹ فارم سے نیچے اترے اور پہلی قطار میں بیٹھے ہوئے ایک نوجوان کو پکڑ کر پلیٹ فارم پر لے گئے۔ پلیٹ فارم پر موجود لوگوں میں ہلچل پیدا ہوئی۔ وہ بڑے غور سے نوجوان کو دیکھ رہے تھے۔ بدہیئت شخص بار بار کچھ الفاظ دہرا رہا تھا اور تب گلائن پر اس خوفناک حقیقت کا انکشاف ہوا کہ انہیں نیلام کیا جا رہا ہے۔

☆☆☆

سارجنٹ ہرٹ اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑا اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو بڑی احتیاط سے تراش رہا تھا۔ اس کی غیر معمولی گھنی پلکوں کے نیچے اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں عجیب سے انداز سے چمک رہی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ بولی شروع ہونے والی ہوگی، وہ جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں گلائن کا سراپا گھوم رہا تھا۔ اس نے سفر کے دوران اسے بے شمار مرتبہ دیکھا تھا۔ اس لڑکی کے انداز سب سے جدا تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ لوگ اسے پکڑ کر نہیں لا رہے بلکہ وہ اپنی مرضی سے ان کے ساتھ چل رہی ہے۔ وہ ہر وقت بچوں کی دیکھ بھال اور مریضوں کی تیمارداری میں لگی رہتی تھی۔ ایک دفعہ تو وہ اس پر برس پڑی تھی۔

وہ اسے مارنے کیلئے آگے بڑھا تھا لیکن وین نے اسے روک دیا تھا۔ اس روز سے وہ اس شک میں مبتلا ہو گیا تھا کہ وین اس لڑکی پر نظر رکھتا ہے۔ اس نے ایک دو بار وین کو لڑکی کی طرف عجیب انداز میں گھورتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ وین اپنی بستی، اپنے محلے اور اپنے گھر میں ایک تنہا آدمی تھا۔ اس کا کوئی بیوی بچہ نہیں تھا۔ وہ عموماً کھویا کھویا اور گم سم رہتا تھا لیکن سارجنٹ ہرٹ نے اسے گلائن سے ایک دو مرتبہ بڑی خندہ پیشانی سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ سفر کے دوران ہی ہرٹ کو اندازہ ہو چکا تھا کہ منزل پر پہنچ کر وین گلائن کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ بستی کا قانون تو یہی تھا کہ قیدیوں کو باہر کے لوگوں کے ہاتھ فروخت کیا جاتا تھا لیکن سرکردہ افراد کسی قیدی کو حاصل کرنے کیلئے نیلامی میں حصہ لے سکتے تھے۔ ہرٹ کسی قیمت پر گلائن کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اس کیلئے اب تک بہت پاپڑ بیلے تھے۔ اسے وہ دن یاد آیا جب بیڑے پر سے ایک لڑکا فرار ہوا تھا۔ ہرٹ اس لڑکے کو کئی دفعہ گلائن کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔ وہ دونوں آپس میں بڑی بے تکلفی کے ساتھ باتیں کرتے تھے۔ پہلے تو ہرٹ کا خیال تھا وہ بھائی بہن ہیں پھر اسے پتہ چلا کہ ان کے درمیان اس قسم کا کوئی رشتہ نہیں تب سے ہرٹ اس لڑکے سے رقابت محسوس کرنے لگا۔ بستی کے قانون کے مطابق وہ کسی قیدی کو جان سے نہیں مار سکتا تھا ورنہ وہ اس لڑکے کو کبھی نہ چھوڑتا۔ جس روز لڑکا فرار ہوا ہرٹ کو بہت خوشی ہوئی۔ وین نے اسے چند سواروں کے ساتھ تعاقب میں بھیجا لیکن وہ اسے ڈھونڈنے کی بجائے گھوم پھر کر واپس آ گیا...... وہ اپنی سوچوں میں گم تھا اچانک اسے خیال آیا کہ وین نیلامی میں پہنچ چکا ہوگا، ایسا نہ ہو کہ وہ گلائن کو لے اڑے۔ اس نے آئینے میں اپنی مونچھوں پر ناقدانہ نگاہ ڈالی اور ہیٹ سنبھالتا ہوا باہر کی طرف لپکا۔ جس وقت وہ نیلامی میں پہنچا، خرید و فروخت زوروں پر تھی۔ نواحی علاقوں سے آئے ہوئے تاجر سرگرمی سے بولی میں حصہ لے رہے تھے۔ اس وقت ایک چھوٹا سا خاندان پلیٹ فارم پر کھڑا تھا۔ ایک مرد ایک عورت اور دس گیارہ سال کا ایک بچہ تینوں سہمے سہمے ایک دوسرے کے

چھیننے کی کوشش کر رہے تھے۔ بولی ختم ہوئی ایک آدمی انہیں چھڑی سے ہانکتا ہوا نیچے لے گیا پھر ایک نوجوان کی باری آئی، نیلامی کرنے والا چیخ رہا تھا۔ ”نوجوان، مضبوط جسم، لمبا قد، کھیت میں مزدوری کے لئے نہایت موزوں“ ہرٹ کی نگاہیں لوگوں کے ہجوم میں گلائن کو ڈھونڈ رہی تھیں پھر اس نے اسے دیکھ لیا۔ وہ تیسری قطار میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ ہرٹ نے ادھر ادھر دیکھا اسے وین کہیں نظر نہیں آیا لیکن وہ جانتا تھا کہ اگر وین نہیں تو وین کا کوئی نہ کوئی آدمی یہاں ضرور موجود ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد گلائن کی باری آ گئی۔ ایک آدمی اسے دھکیلتا ہوا پلیٹ فارم پر لے آیا۔ بولی شروع ہوئی ”ایک خچر...... دو خچر...... دو خچر اور ٹاٹ کے پانچ ٹکڑے۔“ ہرٹ نے محسوس کیا کہ ایک مقامی شخص نیلامی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے اسے شک ہوا کہ یہ وین کا آدمی ہے اور پھر جلد ہی اس کا شک یقین میں بدل گیا۔ نیلام کرنے والے نے اچانک اس کے حق میں بولی ختم کر دی شاید اس سے پہلے ہی بات کر لی گئی تھی۔ ہرٹ غصے سے بھرا ہوا پلیٹ فارم پر چڑھ آیا اس نے ایک زناٹے کا تھپڑ نیلامی کرنے والے کے منہ پر مارا۔ وہ الٹ کر نیچے جا گرا ”سؤر کے بچے...... قانون کی خلاف ورزی کرتے ہو“ وہ دھاڑا۔ اتنے میں اس کے مقابلے میں بولی دینے والا شخص آگے بڑھا اس نے کہا۔ ”سارجنٹ فیصلہ ہو چکا ہے۔“

سارجنٹ ہرٹ نے اس کی کلائی اپنے مضبوط ہاتھ میں پکڑ کر بھینچنی شروع کر دی۔ ذرا ہی دیر میں مدمقابل تکلیف سے دوہرا ہو کر نیچے گر گیا۔ شاید اس کی ہڈی تڑخ گئی تھی۔ سارجنٹ نے مجمع کی طرف دیکھا۔ سب لوگ خاموش تھے جیسے اس کے فیصلے کو تسلیم کر رہے ہوں۔ سارجنٹ نے گلائن کو پکڑ کر اسے گھسیٹتا ہوا اپنے ساتھ لے چلا، گلائن کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں برس رہی تھیں، مختلف بازاروں سے گزرتا ہوا وہ اسے لے کر اپنے گھر میں داخل ہوا جب وہ اندر سے کنڈی لگا رہا تھا گلائن نے عقبی کھڑکی کھولی اور اس کی چوکھٹ پر چڑھ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ گلی میں چھلانگ لگا کر بھاگ جاتی،

ہرٹ پہنچ گیا۔ گلائن بپھری ہوئی شیرنی کی طرح پلٹی اور اپنے ناخنوں سے اس پر حملہ آور ہوئی۔ اچانک ہی ہرٹ نے محسوس کیا کہ وہ اس کی مونچھوں کو مٹھی میں جکڑ چکی ہے لیکن پھر اس سے پہلے کہ وہ اس کی کلائی کو تھامتا، گلائن نے اپنے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ ہرٹ کو جیسے لگا کسی نے اس کے اوپری ہونٹ پر انگارہ رکھ دیا ہو اس نے مونچھوں کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن وہ جگہ اب خالی تھی۔ اس نے گلائن کے ہاتھ کی طرف دیکھا اس کی مٹھی میں خون آلود بالوں کا گچھا تھا۔ ہرٹ کی آنکھوں میں درندگی ناچنے لگی۔ اس نے قریب پڑا ہوا وزنی کلہاڑا اٹھا کر سر سے بلند کیا لیکن عین اس وقت عقب سے قدموں کی آواز سنائی دی...... یہ وین تھا۔

وین ان دنوں بیمار تھا اس لئے خود نیلامی میں نہیں جا سکا تھا۔ اس نے وہاں اپنا ایک خاص آدمی بھیجا تھا اور اسے تاکید کی تھی کہ چاہے کتنی بھی قیمت ادا کرنا پڑے گلائن کو کسی اور شخص کے پاس نہیں جانا چاہئے لیکن وہ شخص اپنا زخمی ہاتھ گلے میں ڈالے واپس آیا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ سارجنٹ ہرٹ اس سے جھگڑ کر لڑکی کو اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ وین کے رگ و پے میں آگ بھر گئی تھی۔ وہ شدید تکلیف کے باوجود بھاگتا ہوا یہاں پہنچ گیا تھا۔ جونہی وہ ہرٹ کے گھر کے سامنے پہنچا۔ اس نے ایک چیخ سنی۔ یقیناً یہ گلائن کی چیخ تھی۔ اس نے اپنا خنجر نکالا اور دروازے کو توڑتا ہوا آندھی کی طرح اندر گھس گیا۔ اس نے دیکھا کہ گلائن مسہری پر پڑی تھی اور ہرٹ کلہاڑے سے اس کے سر کا نشانہ لے رہا تھا۔ اس نے ہرٹ کو للکارا، ہرٹ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ وین کے بوڑھے جسم میں نجانے کہاں سے اتنی طاقت آ گئی تھی۔ اس نے اور سے اپنی ٹانگ گھمائی۔ ہرٹ اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کے سر کے پچھلے حصے میں ضرب آئی، وہ بے ہوش ہو کر فرش پر لڑھک گیا۔

☆☆☆

چاندنی رات تھی۔ پانی کی آواز کے سوا چاروں طرف سناٹا تھا۔ کشتی میں موجود

تمام افراد سو رہے تھے لیکن کن کیڈ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے وہی خواب دیکھا تھا...... خواب...... جس کا ایک حصہ کئی سو سال پہلے ایک دوسرے شخص نے دیکھا تھا۔ وہ شخص کہیں دور ایک کمرے میں بیٹھا ہوا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ رات کافی گزر چکی تھی، پھر صبح تک اسے نیند نہیں آئی۔ وہ صبح ان کیلئے منزل کا پیغام لائی تھی۔ دوپہر کو پہلے انہیں دور ایک آبادی کے آثار نظر آنے لگے پھر انہوں نے لکڑی کو جوڑ کر بنایا ہوا ایک بہت بڑا تختہ پانی میں تیرتا دیکھا۔ ہیون نے کشتی کنارے لگانے کا حکم دیا۔ کشتی سے اتر کر وہ اور کن کیڈ درختوں کے درمیان چلتے ہوئے کافی دور تک گئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں گھڑ سوار قیدیوں کو لے کر پہنچے ہیں۔ واپس آ کر انہوں نے کشتی کھینچ کر درختوں کے درمیان کر دی پھر وہ آئندہ کا پروگرام بنانے لگے۔ کن کیڈ کا خیال تھا کہ وہ چھپ چھپا کر بستی میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہاں کے حالات دریافت ہونے کے بعد ہی صحیح قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔ ہیون نے اسے اپنے ساتھ چند آدمی لے جانے کیلئے کہا لیکن وہ رضامند نہیں ہوا۔ دوسرے روز صبح سویرے کن کیڈ نے تیر کر دریا پار کیا اور دوسری جانب پہنچ گیا۔ اس کی واپسی تیسرے روز ہوئی، وہ بڑی ہوشیاری سے بستی کے اندر گھسنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے ہیون کو بتایا کہ یہ ایک بہت بڑی بستی ہے ان لوگوں نے آباؤ اجداد کے کھنڈرات کو مرمت وغیرہ کر کے قابل استعمال بنا لیا ہے۔ یہاں بڑے بڑے اونی ہیٹ پہننے والے لوگ حکومت کرتے ہیں۔ ان میں بہت سے لوگ ایک آنکھ سے محروم ہیں۔ یہ محرومی قدرتی نہیں بلکہ اس کی وجہ وہ لڑائیاں ہیں جو ان کے درمیان ہوتی رہتی ہیں، ایسی لڑائیوں میں کامیاب شخص وہ سمجھا جاتا ہے جو اپنے حریف کی بائیں آنکھ انگوٹھا مار کر پھوڑ دیتا ہے۔ کن کیڈ نے مزید بتایا کہ ان کے گھوڑے سدھے ہوئے اور نہایت صحت مند ہیں۔ ان کے پاس اسلحہ بھی وافر مقدار میں موجود ہے۔ کن کیڈ اور ہیون بہت دیر تک سوچ بچار کرتے رہے۔ ان معلومات کی روشنی میں انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ان لوگوں سے براہ راست ٹکر لینا ممکن نہیں ہے۔

☆☆☆

گلائن کو وین کے گھر آئے دس پندرہ روز ہو چکے تھے۔ بوڑھا وین ہر وقت بستر
پر پڑا کراہتا رہتا تھا۔ کبھی کبھی اسے شدید بخار ہو جاتا۔ گلائن اس کے ماتھے پر بھیگی ہوئی
پٹیاں رکھتی تھی۔ وہ گلائن سے نہایت ضرورت کے وقت ہی بات کرتا تھا اور ان پندرہ
دنوں میں اس نے ایک بار بھی براہ راست اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ گلائن
اس کے گھر کا سارا کام کرتی تھی اور کبھی کبھی موقع دیکھ کر الزبتھ سے ملنے بھی چلی جاتی
تھی۔ الزبتھ کو اس کے بچوں سمیت ایک امیر عورت نے خرید لیا تھا۔ لونڈی ہونے کے
باوجود اسے زیادہ مشقت نہیں کرنا پڑتی تھی۔ الزبتھ ہوشیار عورت تھی۔ اس نے چند دنوں
میں ہی اپنے کچھ ہم خیال ڈھونڈ لئے تھے، یہ لوگ چپکے چپکے یہاں سے فرار ہونے کا
پروگرام بنا رہے تھے۔ ان میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے تھے۔ انہوں نے شہر کی چار
دیواری سے باہر نکلنے کیلئے ایک سرنگ کی کھدائی شروع کر دی تھی۔ گروہ کے مختلف ارکان
کے درمیان رابطے کے سلسلے میں "جو" نامی ایک لوہار اہم کردار ادا کر رہا تھا۔ وہ عرصہ
سال سے اس بستی میں غلامی کی زندگی گزار رہا تھا اور یہاں کے نشیب و فراز سے اچھی
طرح واقف تھا۔ ان لوگوں نے ایک ویران عمارت کے تہہ خانے میں اپنا مرکز قائم کر
رکھا تھا اور چوری چھپے ملاقاتیں کرتے رہتے تھے۔ اس روز جب گلائن الزبتھ سے ملنے تہہ
خانے میں پہنچی تو الزبتھ نے اسے ایک چونکا دینے والی خبر سنائی۔ ایک اجنبی گلائن کا
پوچھتے ہوئے الزبتھ تک جا پہنچا تھا وہ اس سے ملنا چاہتا تھا۔ گلائن کا دھیان فوراً اپنے
باپ کی طرف چلا گیا لیکن الزبتھ نے اس شخص کا جو حلیہ بیان کیا وہ اس کے باپ سے
یکسر مختلف تھا۔ الزبتھ نے اسے بتایا۔ "کل وہ شخص پھر آئے گا۔ میں اس سے پہلے بات
کچھ کروں گی، تم بھی یہیں رہنا۔ جب تک تمہیں یقین نہ ہو جائے کہ وہ صحیح آدمی ہے
کو ظاہر نہ کرنا۔" گلائن نے اثبات میں سر ہلایا۔

☆☆☆

اس رات بوڑھے وین نے گلائن کو اپنے پاس بلایا۔ اس کی آنکھیں نیم وا تھیں۔
وہ دور کہیں دیکھ رہا تھا پھر وہ خود بخود گلائن کو ایک کہانی سنانے لگا۔ اس نے کہا۔ "میں نے
تمہیں پہچان لیا ہے تم ہیون کی بیٹی ہو۔ آج سے کئی موسم پہلے کی بات ہے میں، ہیون
اور ہمارا ایک ساتھی تینوں ایک طویل سفر کا ارادہ کر کے بستی سے نکلے تھے۔ ہمارے
پاس آباؤ اجداد کے زمانے کے تین کاغذ تھے۔ ہم ان کاغذوں پر نظر آنے والے نشانوں
کی کھوج میں روانہ ہوئے تھے۔ ایک جگہ پہنچ کر ہم نے اپنے راستے مختلف کر لئے، میں
اپنے دونوں ساتھیوں سے الگ ایک دوسرے راستے پر چل نکلا...... یہ راستہ مجھے دور سے
دور لیتا چلا گیا۔ میں بھول گیا میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ ایک روز میں اس بستی
میں پہنچا اور پھر یہیں کا ہو کر رہ گیا......" اتنا کہہ کر بوڑھے کو کھانسی کا شدید دورہ پڑا اور وہ
کھانستے کھانستے بے دم ہو گیا۔ گلائن نے دیکھا اس کی داڑھی آہستہ آہستہ ہل رہی تھی۔
شاید وہ غنودگی میں بڑبڑا رہا تھا۔ دوسرے روز گلائن الزبتھ سے ملی۔ تھوڑی دیر بعد وہ
اجنبی مسافر وہاں آ موجود ہوا۔ وہ لمبے قد کا ایک خوش رو شخص تھا۔ پہلی نظر میں ہی وہ گلائن
کو بھلا لگا۔ الزبتھ کے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے اس نے بتایا کہ اس کا نام کن کیڈ
ہے، وہ گلائن نامی لڑکی کے باپ ہیون کے ساتھ سفر کرتا ہوا یہاں پہنچا ہے۔ ہیون دریا
کے دوسرے کنارے پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود ہے۔ گلائن کا دل چاہتا تھا کہ
اس پر یقین کر لے لیکن الزبتھ نے اسے بولنے سے منع کر رکھا تھا۔ اس نے خشک لہجے
میں کہا۔ "میں تمہاری بات کا کیسے یقین کر لوں۔ اپنے لباس اور حلیئے سے تو تم ہو بہو
مقامی آدمی لگتے ہو۔"

اجنبی نے اپنی آنکھ پر سے سیاہ پٹی ہٹائی اس کی آنکھ بالکل ٹھیک تھی وہ بولا۔ "یہ
سارا بہروپ میں نے اس بستی میں داخل ہونے کیلئے بھرا ہے۔ اس کیلئے مجھے یہاں کے
ایک باشندے کو بے ہوش کرنا پڑا ہے۔" گلائن نے کن کیڈ سے چند سوال اور پوچھے اور
پھر اسے یقین ہو گیا کہ وہ درست آدمی ہے۔ اس نے خوشی سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں ہی گلائن ہوں۔"

کن کیڈ نے اسے غور سے دیکھا پھر بولا۔ "ٹھیک ہے لڑکی۔ تمہیں آج رات ہی میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

الزبتھ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "ہم تمہیں اس طرح نہیں جانے دیں گے۔ تمہیں ایک وعدہ کرنا ہوگا۔"

"کیسا وعدہ؟" کن کیڈ نے پوچھا۔

الزبتھ نے کچھ دیر سوچا پھر بولی۔ "ہم یہاں کے تمام قیدیوں کو آزاد کرانے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔ ہم ان جنونی لوگوں پر ثابت کر دیں گے کہ ہم ان سے برتر ہیں۔ انہیں اپنی طاقت اور ذہانت پر گھمنڈ ہے ہم ان کا گھمنڈ خاک میں ملا دیں گے...... ہم اس بستی کو آگ لگا دیں گے اور سرنگ کے راستے فرار ہو جائیں گے۔ تمہیں ہماری مدد کرنا ہوگی۔ اگر تمہاری نو رائفلیں ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں تو ہمارا کام آسان ہو سکتا ہے۔" کن کیڈ کچھ دیر سوچتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ عورت وعدہ لئے بغیر اسے جانے نہیں دے گی۔ اس نے ان کی مدد کی حامی بھر لی۔

اس رات کن کیڈ گلائن کو ساتھ لے کر چھپتا چھپاتا بستی سے باہر نکل گیا۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ اتنی آسانی سے کامیاب ہو جائے گا لیکن بہرحال وہ دونوں ابھی تک محفوظ تھے۔ گلائن اپنا خچر بھی ساتھ لے آئی تھی۔ اپنے حلیئے سے وہ دونوں مقامی باشندے لگتے تھے۔ گلائن نے ایسا راستہ اختیار کیا تھا جو تقریباً سنسان تھا۔ سہ پہر تک کے سفر میں انہیں صرف دو تین راہ گیروں سے واسطہ پڑا تھا، شام سے کچھ پہلے وہ آبا اجداد کی ایک بستی میں پہنچے۔ کن کیڈ نے اب تک جو بستیاں دیکھی تھیں یہ ان سب سے بڑی تھی۔ یہاں کی کئی عمارتیں تو بہت اونچی تھیں، اتنے میں سیاہ بادل گھر آئے اور ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی۔ انہوں نے رات اسی بستی میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔

ایک چھوٹے سے گرد آلود کمرے میں انہوں نے کھانا کھایا، کھانے کے بعد گلائن

تو سو گئی لیکن کن کیڈ جاگتا رہا۔ اس کے ذہن میں کئی وسوسے سر اٹھا رہے تھے اسے معلوم تھا گلائن کی گمشدگی پر وہ لوگ چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اگر ان کا تعاقب کرنے والے افراد زیادہ ہوئے تو سخت مشکل پیش آئے گی۔ اس نے اپنی رائفل کو دیکھا وہ سوچ رہا تھا اس رائفل سے وہ تعاقب کرنے والوں کو کتنی دیر تک روک سکے گا پھر اچانک اس کا خیال ان رائفلوں کی طرف چلا گیا جنہیں وہ اب تک نہیں سمجھ سکا تھا۔ ایک رائفل تو اس نے ہیون کو دے دی تھی لیکن دوسری ابھی تک اس کے تھیلے میں موجود تھی۔ اس نے سامان میں سے رائفل نکالی اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ یہ عجیب سی ساخت کی ایک ہلکی پھلکی رائفل تھی۔ وہ کتنی ہی دیر اس سے سر کھپاتا رہا پھر اس سے پہلے کہ وہ اسے واپس سامان میں رکھ دیتا اچانک اس کے ہاتھ کو جھٹکا لگا، زوردار کڑاکے کی آواز آئی۔ اس نے پھٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھا سامنے برآمدے کا ایک بہت بڑا ستون ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضاء میں بلند ہوا۔ ستون کے اوپر چھت ایک لمحے کیلئے ساکت رہی پھر زوردار گڑگڑاہٹ کے ساتھ زمین بوس ہو گئی۔ پہلے تو کن کیڈ نے سمجھا شدید بجلی گری ہے لیکن پھر جلد ہی وہ جان گیا کہ بجلی آسمان سے نہیں گری تھی اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی رائفل سے نکلی تھی۔

دھماکے کی آواز سے گلائن بھی جاگ گئی تھی اور سراسیمہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کن کیڈ ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں ہاتھ میں پکڑی رائفل کی طرف دیکھ رہا تھا انجانے میں اس کا ہاتھ کسی ایسے پرزے پر پڑ گیا تھا جس سے رائفل کا لاک کھل گیا تھا اور کئی صدیوں سے سویا ہوا فتنہ جاگ اٹھا تھا۔ اچانک کن کیڈ کی آنکھیں چمکنے لگیں اس نے رائفل کو مضبوطی سے پکڑا اور اٹھ کھڑا ہوا وہ کمرے سے باہر جا رہا تھا۔ گلائن بھی اس کے پیچھے چل دی۔ مسمار شدہ برآمدے کے پاس جا کر کن کیڈ ٹھہر گیا بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ تھوڑی دور اندھیرے میں ایک بڑی درخت کا ہیولا نظر آ رہا تھا۔ کن کیڈ نے درخت کا نشانہ لیا اور لبلبی دبا دی۔ اس کے ہاتھ کو پھر جھٹکا لگا، رائفل میں سے خیرہ کن شعاعیں نکل کر درخت کی طرف لپکیں۔ دونوں نے حیرت سے دیکھا کہ ایک دھماکے سے درخت

ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضاء میں بکھر گیا...... کن کیڈ کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ آباؤ اجداد کی گمشدہ طاقت اس خوفناک ہتھیار کی صورت میں اس کے پاس لوٹ آئی تھی، وہ دونوں واپس آ کر کمرے کے فرش پر بیٹھ گئے۔ بارش کا سلسلہ جاری تھا، نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

صبح منہ اندھیرے وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے، بارش کچھ ہلکی ہو چکی تھی، وہ اونچی گھاٹیوں کے درمیان سنبھل سنبھل کر چلتے رہے، پھسلن کی وجہ سے ان کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ دوپہر کے وقت وہ دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ دریا کا منظر دیکھ کر کن کیڈ کی آنکھوں میں گہری تشویش نظر آنے لگی۔ مسلسل بارش کی وجہ سے دریا میں زبردست طغیانی آ چکی تھی اور اس کا بہاؤ ناقابل یقین حد تک تیز تھا۔ کن کیڈ نے اپنی زندگی میں کبھی پانی کو اتنی تیزی سے بہتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اس موسم میں تیر کے دریا پار کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ اس نے دوسرے کنارے کی طرف دیکھا، ہیون یا اس کے آدمیوں کے آثار نظر نہیں آئے، پانی کے بہاؤ کو دیکھتے ہوئے کن کیڈ کہہ سکتا تھا کہ کشتی کے ذریعے دریا پار کرنا بھی جان جوکھوں کا کام تھا۔ اس نے اپنے عقب میں نگاہ دوڑائی، ان کا تعاقب کرنے والے کسی بھی لمحے پہنچ سکتے تھے۔ اس نے مایوسی کے عالم میں چاروں طرف دیکھا اور پھر اسے دریا کے دوسرے کنارے پر ایک آدمی ہاتھ ہلاتا ہوا نظر آیا۔ یہ ہیون ہی کا آدمی تھا۔ وہ ہاتھ کے اشاروں سے اسے کچھ سمجھا رہا تھا، جلد ہی کن کیڈ جان گیا کہ وہ اسے اپنے ساتھ ساتھ چلنے کیلئے کہہ رہا ہے۔ اس کا رخ بہاؤ کی مخالف سمت میں تھا۔ کن کیڈ اور گلائن اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ اونچی نیچی چٹانوں کے درمیان سفر خاصا دشوار تھا تقریباً دو گھنٹے کے سفر کے بعد کن کیڈ کو اپنے عقب میں کچھ آوازیں سنائی دیں۔ وہ گلائن کو لے کر چٹانوں کی اوٹ میں چھپ گیا، جلد ہی انہیں تین گھڑ سوار دکھائی دیئے۔ انہوں نے اونی ہیٹ پہن رکھے تھے اور محتاط انداز میں دائیں بائیں دیکھتے ہوئے چٹانوں کے درمیان چلے جا رہے تھے۔ ان کے گزرنے کے بعد وہ دونوں اپنی

پناہ گاہ سے نکلنے کا فیصلہ کر ہی رہے تھے کہ گھڑ سواروں کی ایک اور ٹولی نظر آئی۔ کن کیڈ کے خدشات درست ثابت ہو رہے تھے، ان کی تلاش کا کام بڑے پیمانے پر جاری تھا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے اپنا سفر پھر شروع کر دیا۔ ان کا رہنما دوسرے کنارے پر ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ جلد ہی کن کیڈ اور گلائن نے اپنے سامنے ایک عجیب و غریب چیز دیکھی۔ مٹی یا پتھروں کی ایک دیوہیکل دیوار دریا کے عین بیچوں بیچ کھڑی تھی لیکن یہ دیوار پوری کی پوری سلامت نہیں تھی۔ اس میں کئی جگہوں پر شگاف ہو گئے تھے اور دریا کا سرکش پانی جھاگ اڑاتا ان شگافوں میں سے گزر رہا تھا لوہے کے بڑے بڑے جنگلے اور ٹوٹے پھوٹے ستون یہاں دکھائی دے رہے تھے۔ فلک بوس دیوار کے ساتھ ہی دریا میں سے مختلف شاخیں نکالی گئی تھیں۔ کن کیڈ کا خیال تھا کہ یہ آباؤ اجداد کے زمانے کا کوئی زبردست ''منصوبہ'' تھا۔ شام سے کچھ پہلے وہ اس دیوار کے اوپر پہنچ گئے۔ ہیون نے پہلے سے انتظام کر رکھا تھا، دیوار کے شگافوں کے اوپر رسوں کے دو پل بنے ہوئے تھے، تین تین رسے دونوں اطراف کھینچ کر باندھے گئے تھے، دو رسے ہاتھوں کی گرفت کیلئے تھے اور ایک پاؤں رکھنے کیلئے ہیون کا باڈی بلڈر اسسٹنٹ تیسرا پل بنانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ شگاف کے دوسری طرف ہیون کھڑا ہاتھ ہلا رہا تھا۔ آخری پل کے لئے رسہ کم پڑ گیا تھا۔ اس شگاف کے اوپر بمشکل ایک رسہ ہی تانا جا سکا تھا۔ ویسے یہ شگاف اتنا وسیع نہیں تھا۔ کن کیڈ نے ہیون کے اسسٹنٹ اور گلائن کو کہا کہ وہ رسے سے لٹک کر دوسری جانب چلے جائیں۔ گلائن نے کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ شائیں کی آواز سے ایک گولی کن کیڈ کے کان کے قریب سے گزر گئی۔ ''جلدی کرو۔'' وہ گلائن کو دھکیلتا ہوا چیخا۔ ہیون کے اسسٹنٹ نے گلائن کو ساتھ لیا اور رسے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کن کیڈ نے ایک پتھر کی اوٹ میں لیٹ کر رائفل نکالی اور دو تین فائر سامنے کی طرف جھونک دیئے۔ چٹانوں کے درمیان اسے اونی ٹوپیوں کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ اس نے چٹان سے سر نکال کر دائیں بائیں دیکھا اور اس کے سینے سے ایک طویل سانس خارج ہو گئی۔ وہ جان

گیا تھا کہ اس کا مقابلہ چار پانچ یا دس بیس آدمیوں سے نہیں وہ کم از کم ایک سو افراد تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے شیرف نے بستی کی پوری فوج ان کے پیچھے لگا دی تھی۔ کن کیڈ نے مڑ کر دیکھا۔ گلائن اور پائٹ آدھا فاصلہ طے کر چکے تھے۔ اس نے شعاعوں والی رائفل نکالی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، رائفل کا منہ چٹانوں کی طرف کر کے اس نے لبلبی دبا دی، چٹانیں لرزیں، اکھڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضاء میں اچھلنے لگیں۔ وہ آہستہ آہستہ بندوق کا رخ تبدیل کر رہا تھا اور اس کی آنکھیں حیرت انگیز منظر دیکھ رہی تھیں۔ پتھروں کے ساتھ ساتھ بے شمار چیزیں فضاء میں بلند ہو رہی تھیں، بندوقوں کے ٹکڑے، ہیٹ، لباس کے چیتھڑے اور گوشت کے لوتھڑے پھر اچانک سب کچھ ختم ہو گیا۔ بندوق ایک ہچکی لے کر خاموش ہو گئی شاید اس میں کوئی خرابی ہو گئی تھی یا اس کا "ایندھن" ختم ہو گیا تھا۔ کن کیڈ نے بندوق کو ایک دو جھٹکے دیئے اور پھر اسے دریا میں پھینک دیا۔ اب وہ اپنی قسمت آزمانا چاہتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ بچے کھچے دشمنوں کے سنبھلنے سے پیشتر وہ شگاف پار کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس نے دیکھا شگاف کے دوسرے کنارے پر ہیون، گلائن اور ان کے ساتھ ہاتھ ہلا ہلا کر اسے واپس آنے کا کہہ رہے تھے۔ اس نے ایک دفعہ مڑ کر دیکھا اور پھر رسہ پکڑ کر دوسرے کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔

ابھی وہ چند ہی ہاتھ آگے گیا تھا کہ اس نے ہیون اور گلائن وغیرہ کی طرف دیکھ کر محسوس کیا کہ اس کے عقب میں کچھ ہو رہا ہے۔ ہیون اپنی بندوق کا رخ سامنے کی طرف کر رہا تھا لیکن کن کیڈ جانتا تھا کہ یہ بندوق اتنے فاصلے سے اس کے دشمنوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ اس نے اپنا رخ تبدیل کیا۔ ایک چٹان کے پاس ایک عمر رسیدہ شخص کھڑا تھا اس کی سفید نوکدار داڑھی وہ اتنے فاصلے سے بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ گلائن کے بتائے ہوئے حلیئے کے مطابق وہ وین ہی تھا۔ اس کی بندوق کا رخ کن کیڈ کی طرف تھا۔ کن کیڈ اپنی جگہ پر ساکت ہو گیا، نیچے بھی موت تھی اور سامنے بھی۔ اس نے سوچا وہ گرم دوپہروں میں طویل راستوں کی خاک چھانتا رہا، طوفانی موسم میں کھلے

آسمان تلے راتیں گزارتا رہا، بھوک پیاس اور تنہائی برداشت کرتا رہا...... کیا اس لئے کہ ایک دن جب وہ زمین اور آسمان کے درمیان لٹک رہا ہو۔ ایک اجنبی آدمی اسے گولی مار کر ہلاک کر دے۔ پھر فائر کی آواز آئی گولی اس کے شانے میں گھستی چلی گئی۔ اجنبی بندوق کو دوبارہ لوڈ کرنے لگا۔ کن کیڈ نہایت بے دلی سے دوسرے کنارے کی طرف کھسک رہا تھا وہ جانتا تھا کہ اس کے کنارے تک پہنچتے پہنچتے اجنبی دس بار بندوق لوڈ کر سکتا تھا۔ چند لمحے بعد اس نے مڑ کر دیکھا اجنبی پھر اس کا نشانہ لے رہا تھا۔ کن کیڈ نے سوچا شاید یہ اس کی زندگی کا آخری منظر ہے، فائر کی آواز سنائی دی لیکن گولی اس کے جسم میں داخل نہیں ہوئی۔ کن کیڈ نے حیرت سے دیکھا۔ باریش اجنبی بازو پھیلا کر زمین پر گر رہا تھا، کسی نے اسے عقب سے گولی مار دی تھی۔ کن کیڈ نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا تقریباً پچاس قدم کے فاصلے پر ایک شخص پتھر کی اوٹ سے نکل رہا تھا۔ یہ ایک لحیم شحیم شخص تھا اس کے چہرے میں غیر معمولی بات یہ تھی کہ اس کی ایک طرف کی مونچھ تو بہت بھاری تھی جبکہ دوسری طرف چند بال تھے۔ وہ اپنی رائفل لوڈ کرتا ہوا کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی حرکات سے یہ اندازہ لگایا مشکل نہیں تھا کہ اس کا اگلا نشانہ کن کیڈ تھا۔ کن کیڈ نے بیچارگی سے دوسرے کنارے کی طرف دیکھا، گلائن کسی چیز سے الجھ رہی تھی پھر اس کے ہاتھ میں کن کیڈ کو ایک ایسی چیز نظر آئی کہ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ اس چیز کو بالکل فراموش کر چکا تھا۔ یہ مہلک شعاعوں والی دوسری بندوق تھی۔ گلائن کل رات کن کیڈ کو یہ بندوق استعمال کرتے دیکھ چکی تھی وہ شاید اپنے باپ کو اس بارے میں بتا رہی تھی پھر کن کیڈ نے دیکھا کہ ہیون بندوق کا رخ دوسرے کنارے کی طرف کر رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ ایک مونچھ والے کی گولی اس کا کام تمام کر دیتی...... آباؤ اجداد کا فن بول اٹھا۔ دوسرے کنارے پر ایک بار پھر وہی منظر نظر آیا، گرد کے دبیز بادل میں پتھریلی چٹانوں اور انسانی جسموں کے ٹکڑے اچھلے، زوردار دھماکے ہوئے اور سب کچھ ختم ہو گیا۔ ایکا ایکی ہی گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا اور بارش بہت تیز ہو گئی۔ کن کیڈ نے کنارے کی طرف کھسکنا

چاہا تو اسے پتہ چلا کہ اس کا ہاتھ بالکل سن ہو چکا ہے، گولی شانے کو چیرتے ہوئے پسلیوں تک پہنچ گئی تھی۔ اچانک ہی اسے محسوس ہوا کہ اس کی گرفت رسے سے ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اس نے اپنے تندرست ہاتھ کا پورا زور لگا کر گرفت کو قائم کرنا چاہا لیکن ناکامی ہوئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ گلائن چیخ چیخ کر اس سے کچھ کہہ رہی تھی لیکن اس کی سماعت جواب دے چکی تھی، سانس اس کے سینے میں خنجر کی طرح چل رہی تھی اس نے ڈوبتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ گلائن اور ہیون اب خاموش کھڑے تھے ان کے چہرے پر ماتمی مایوسی کا راج تھا...... پھر رسہ اس کے ہاتھوں سے پھسلا۔ وہ چند لمحے فضاء میں معلق رہا پھر تاریک پانی میں اترتا چلا گیا۔ اس کے کانوں نے بپھرے ہوئے پانی کا شور سنا، اس کے جسم نے لہروں کی بے پناہ قوت کو محسوس کیا...... اور پھر سب کچھ ختم ہو گیا۔

نجانے وہ کتنی دیر پانی کے ساتھ بہتا رہا۔ اچھلتا رہا، گھومتا رہا، ڈوبتا اور ابھرتا رہا پھر اس نے خود کو ایک اجنبی ساحل پر پایا۔ جب اس کے حواس بحال ہوئے تو اس نے اٹھ کر ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔ ہیون، گلائن اور ان کے آدمیوں کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ وہ کناروں کے ساتھ ساتھ کئی روز انہیں تلاش کرتا رہا۔ اسے کہیں کشتی نظر نہیں آئی وہ یقیناً واپس روانہ ہو چکے تھے۔ ایک روز اسے دریا کے کنارے اپنے دونوں گھوڑے بمعہ سامان کے مل گئے، وہ کہاں تھا؟ کس سمت میں تھا اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ اس کا نقشہ ضائع ہو چکا تھا۔ ایک صبح ملگجے اندھیرے میں اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ جنوب میں چمکنے والے روشن ستارے کے ایک طرف اس کی واپسی کا راستہ تھا۔ اس کی بستی تھی اس کے عزیز واقارب تھے اور شاید وہ تمام لوگ تھے جنہیں وہ جانتا تھا۔ ہیون تھا، گلائن تھی......
اور دوسری طرف؟ دوسری طرف ریگزاروں اور برفسانوں سے گزرتا ہوا ایک طویل راستہ تھا جس کے آخر میں کوئی ہستی اس کی منتظر تھی۔ اس کی نیم وا آنکھیں بڑی دیر تک افق پر جمی رہیں پھر اس نے آخری بار مڑ کر دیکھا اور آگے چل دیا۔ اس کے شانے کا زخم کافی

حد تک ٹھیک ہو چکا تھا وہ چھوٹی چھوٹی بستیوں سے گزرتا رہا۔ کہیں اسے کتوں نے گھیرا...... کہیں گھات لگا کر اس پر فائر کیے گئے، کہیں لٹیروں سے اس کا واسطہ پڑا لیکن وہ چلتا رہا اس کے ذہن میں صرف ایک جنون تھا۔ وہ آباؤ اجداد کی عظیم بستی شی...... کا...... گو تک پہنچے گا، سورج ڈوبتا رہا ابھرتا رہا اور پھر سال کے سرد ترین دن شروع ہو گئے، دور دور تک برف کی سفید چادر بچھ گئی، گزرنے والا ہر دن اس چادر کو دبیز تر کرتا چلا گیا یہ شاید اس علاقے کا خراب ترین موسم تھا۔ کئی کئی روز بغیر رکے برف باری جاری رہتی۔ کن کیڈ ایک بیکراں برفستانوں میں پھنس چکا تھا۔ اس کے راستے میں "راستے" کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اس کی خوراک کے تھیلے آہستہ آہستہ خالی ہو رہے تھے۔ تیز ہوا کے ساتھ سوئیوں کی طرف برسانے والی برف نے اسے بے حال کر دیا تھا پھر ایک روز اس کا گھوڑا بھی اس کا ساتھ چھوڑ گیا وہ پھسل کر گرا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ کن کیڈ نے بڑے دکھ کے ساتھ اسے گولی ماردی۔ اب اس کا واحد اثاثہ باربرداری کا گھوڑا تھا۔

☆☆☆

کیا کن کیڈ مر گیا؟...... ہاں یہ بھی سوچا جا سکتا ہے، ہو سکتا ہے ایک روز یخ بستہ ہواؤں کے مسلسل تھپیڑوں نے اس سے زندہ رہنے کا عزم چھین لیا ہو۔ وہ تھک ہار کر اپنے گھوڑے کے پاس لیٹ گیا ہو اور پھر کبھی نہ اٹھ سکا ہو......
پھر اگلے موسم بہار میں کچھ راہ گیروں کو ایک بھٹکے ہوئے مسافر اور اس کے گھوڑے کی ہڈیاں ملی ہوں...... لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے سر چھپانے کیلئے کوئی جگہ مل گئی ہو۔ اس نے کوئی برفانی جانور شکار کیا ہو اور پھر طوفان گزر جانے پر وہ دوبارہ آگے چل دیا ہو۔ اسے ایک وسیع وعریض راستہ دکھائی دیا ہو۔ اس راستے پر چلتا ہوا ایک دن وہ فلک بوس عمارتوں کی ایک عظیم الشان بستی میں داخل ہوا ہو۔ اس کے خوابوں کی منزل اسے مل گئی ہو۔ حد نگاہ تک پھیلی ہوئی نیلی جھیل کے کنارے مینار نما عمارتوں کا شہر......
اس نے حیرت واستعجاب میں غرق ہو کر یہ تمام مناظر دیکھے ہوں...... اس نے سوچا ہو کہ

اس کے آباؤ اجداد آرام و آسائش سے بھری ہوئی اس دنیا کو چھوڑ کر اچانک کہاں چلے گئے پھر کسی بلند عمارت کی چوٹی پر کھڑے ہو کر وہ چیختا ہو "کہاں ہو تم؟...... تم پر کیا گزری؟...... کچھ تو بتاؤ۔" اس کی آواز ویران شہر کے گلی کوچوں میں گونجی ہو، کسی نامعلوم چیز کی تلاش میں وہ اس عمارت کے اندر دیوانوں کی طرح گھوما ہو پھر وہ ایک نیم تاریک تہہ خانے میں اترا ہو۔ اس نے آگ جلا کر ایک ٹارچ روشن کی ہو۔ اسے محسوس ہوا ہو یہ کمرہ یہ ساز و سامان سب اس کا جانا پہچانا ہے۔ اپنی متجسس فطرت سے مجبور ہو کر اس نے ایک پتھر کو اپنی جگہ سے ہلایا ہو۔ دیوار میں ایک خانہ کھل گیا ہو۔ وہاں سے اسے ایک گرد آلود کتاب ملی ہو...... سیاہ جلد والی گرد آلود کتاب...... اس نے کتاب پڑھنی شروع کی ہو "جون 27۔ قیامت کا دن، تباہی کا دن، جب انسانی بستیوں پر موت کی پہلی یلغار ہوئی...... جب اچانک انسانی جلد سکڑنے لگی۔ جب ایسے بے آواز دھماکے ہوئے جنہوں نے لوگوں کی سماعت چھین لی......"

☆☆☆

اس نے انگڑائی لی اور آنکھیں کھول دیں۔ لیٹے لیٹے ہاتھ بڑھا کر اس نے کھڑکی سے تھوڑا سا پردہ سرکایا۔ باہر مسلسل بارش ہو رہی تھی بائیں باغ میں صنوبر کے درخت سر جھکائے خاموش کھڑے تھے۔ دھیمی دھیمی مگر لگا تار بارش نے ہر چیز کو ڈھانپ رکھا تھا۔ اس نے لان میں دیکھا، اب وہاں تھوڑا تھوڑا پانی جمع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ مسلسل بارش کو آج پانچواں دن تھا۔ دن میں ایک دو بار بارش ہلکی ضرور ہو جاتی تھی لیکن پانچ روز سے اس کا سلسلہ ٹوٹا نہیں تھا۔ اس نے ایک سرد آہ بھری اور کمبل میں کچھ اور نیچے کی طرف گھس گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا آج دفتر سے چھٹی ہی کر لے لیکن پھر اس نے اس بے ہودہ خیال کو ذہن سے جھٹکا، گھڑی کی طرف نگاہ ڈالی اور جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دفتر پہنچنے کے لئے اس کے پاس صرف 45 منٹ باقی تھے۔ ابھی اسے نہانا بھی تھا اور اپنا ناشتہ بھی تیار کرنا تھا۔ اس نے جلدی جلدی ہاتھ پاؤں چلانے شروع کیے۔ ٹھیک 30 منٹ بعد وہ اپنا بریف کیس سنبھالے گہرے سرخ رنگ کی شیور لیٹ گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔ دفتر میں حاضری حسب معمول کم تھی وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں داخل ہو گیا ذرا دیر بعد اس کی سیکرٹری کمرے میں داخل ہوئی۔ ”گڈ مارننگ مسٹر کین!“ اس نے کہا۔ کین نے سر کے اشارے سے اسے جواب دیا۔ سیکرٹری اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ ذرا توقف کے بعد وہ بولی۔ ”جناب آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہیں۔“ کین نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ آسمان پر سیاہ بادل منڈلا رہے تھے

اور بارش کا سلسلہ جوں کا توں تھا۔ اس نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے کہا۔ ”کچھ نہیں مس یونہی تمہارا خیال ہے۔“ لیکن وہ غلط کہہ رہا تھا۔ فکرمندی کے آثار اس کے چہرے سے عیاں تھے۔ وہ یہاں ”سیٹل“ واشنگٹن میں ماحولیاتی سلامتی کے دفتر کا ریجنل ڈائریکٹر تھا۔ ”کولمبیا“ دریا پر تقریباً تمام امریکن ڈیم اس کی ذمہ داری میں شامل تھے۔ اس کے علاوہ رچ لینڈ میں ایک ایٹمی فضلے کا سٹور اور ری ایکٹر کے معاملات بھی اس کے دائرہ کار میں آتے تھے۔ اس کی عمر کوئی پینتیس سال رہی ہوگی۔ وہ ذہین آنکھوں والا ایک اسمارٹ سا شخص تھا۔ اس عمر میں یہ ذمہ داری کافی بڑی تھی لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ اس کا اہل تھا۔ اب تک اس کے ذمے جو کام بھی لگایا گیا تھا اس نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا تھا وہ اپنے فرض کو پہچانتا تھا اور اس کے اندر کام کرنے کی لگن بھی تھی۔ اس کی موجودہ فکرمندی اس کی فرض شناسی کا ثبوت تھی۔ اس نے کرسی کی پشت سے سر نکال کر سامنے دیوار پر لگے ہوئے نقشے کو دیکھنا شروع کر دیا۔ نقشے میں کولمبیا دریا پر بنائے گئے ڈیم دکھائی دے رہے تھے۔ دریا کا ماخذ کینیڈا میں تھا۔ اس دریا پر کافی بند بنائے گئے تھے۔ تین بند کینیڈا میں تھے اور باقی امریکہ میں۔ کین جانتا تھا کہ کینیڈا کی برفانی چوٹیوں پر برف پگھلنے کا عمل اس دفعہ دیر سے شروع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ علاقے کے طول و عرض میں موسلادھار بارشیں بھی شروع ہوگئی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا تھا کہ کولمبیا دریا پر بنائے گئے تمام امریکن ڈیمز کی جھیلوں میں پانی کی سطح بلند ہو رہی تھی۔ کینیڈا میں واقع ڈیمز کی صورت حال کا اس کو علم نہیں تھا لیکن اس کا اندازہ تھا کہ وہاں بھی حالات مختلف نہیں ہوں گے۔ اس صورت حال میں ایک فرض شناس شخص کا فکرمند ہونا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی لیکن جو غیر معمولی بات تھی وہ یہ تھی کہ کوشش کے باوجود ”کین“ کو کینیڈا کے ڈیمز کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہو رہی تھیں۔
کینیڈین اور امریکن ڈیمز چونکہ ایک ہی دریا پر واقع تھے اس لئے کینیڈا میں دریا کی صورت حال امریکہ میں اثرانداز ہوتی تھی۔ کین سمجھتا تھا کہ اپنا فرض بہتر طور پر ادا

رنے کے لئے اس کو کینیڈا کے ڈیمز کے بارے میں تازہ ترین صورتحال کا علم ہونا ہئے لیکن اس کی تمام کوششیں رائیگاں جا رہی تھیں۔ وہ حیران تھا کہ امریکی ڈیمز کے رے میں معلومات حاصل کرنے میں اسے کبھی دشواری پیش نہیں آئی، ادھر اس نے وال کیا اور ادھر کمپیوٹر نے جواب دے دیا لیکن کینیڈین ڈیمز کے بارے میں اس نے ب بھی کبھی کچھ جاننا چاہا کمپیوٹر نے جواب دیا کہ ”معلومات دستیاب نہیں“ امریکہ کے تعلقہ محکموں کی طرف سے بھی اسے کوئی تسلی بخش جواب نہیں مل سکا تھا۔ سب نے یہی لہا کہ یہ ہمارے دائرہ کار میں نہیں ہے۔ کین جانتا تھا کہ اعلیٰ سطح پر امریکی اور کینیڈین کام کے درمیان معلومات کے تبادلے کا کوئی نہ کوئی انتظام ضرور ہوگا لیکن ابھی تک ے اس بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا تھا۔ وہ کوئی سیاستدان نہیں تھا نہ سیاست کی پیچیدگیوں کو سمجھتا تھا۔ وہ ایک انجینئر تھا اور اپنا فرض احسن طریقے سے ادا کرنے کے لئے طلوبہ معلومات کے لئے تگ و دو کر رہا تھا۔ ابھی تک اسے اپنی کوشش میں مکمل ناکامی وئی تھی اور اس کی پریشانی کی بڑی وجہ بھی یہی تھی۔ وہ دفتر میں بیٹھا سگریٹ پر سگریٹ ھونکتا رہا اور صورتحال پر غور کرتا رہا۔

باہر بارش کچھ اور تیز ہوگئی تھی کمرے کی کھڑکی سے پانی کی بوچھاڑیں ٹکرا رہی ھیں۔ اس کو دفتر کے ٹائم کے گزرنے کا بھی احساس نہیں ہوا۔ اچانک دروازے میں رکت پیدا ہوئی اور اس نے اپنے سامنے چک کو کھڑے دیکھا۔ وہ سرخ رنگ کے رساتی کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑی تھی۔ بارش کے چھوٹے چھوٹے قطرے ل کے خوبصورت بالوں میں اٹکے ہوئے تھے۔ چک کا صحیح نام چارلن ڈیلے تھا۔ وہ ایک امیاب صحافی تھی اور مقامی روزنامہ کے لئے کام کرتی تھی۔ کین سے اس کی ملاقات یک ہوٹل میں ہوئی تھی۔ دونوں بہت جلد ایک دوسرے کو سمجھنے لگے تھے اور اکثر اپنی ریشانیوں کے سلسلے میں ایک دوسرے سے مشورہ لیتے رہتے تھے۔ چک اس کے نزدیک وفے پر بیٹھ گئی اور دلکش انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ ”مسٹر کین، مجھے تو تم نے بتایا

تھا کہ تم آج کل بہت مصروف ہو۔ شاید تم نے کہا تھا کہ کینیڈا اور امریکہ کولمبیا کے منصوبے کی تجدید کرنے والے ہیں اور تمہیں اس سلسلے میں ابتدائی تیاریاں کرنی ہیں لیکن تمہاری ایش ٹرے میں پڑے ہوئے سگریٹ دیکھ کر تو کچھ اور اندازہ ہوتا ہے۔ لگتا ہے کہ تم سگریٹ نوشی کے کسی مقابلے میں حصہ لینے کی تیاری کر رہے ہو۔''

کین بے دلی سے مسکرا دیا اور بولا۔ ''چک! میں ایک الجھن کا شکار ہوں۔''

چک کی آنکھوں میں پیشہ وارانہ تجسس جاگ اٹھا۔ ''کیسی الجھن، کین؟''

کین نے اسے گہری نظروں سے دیکھا پھر بولا۔ ''چک میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن نامعلوم افراد نامعلوم وجوہات کی بناء پر میرے راستے میں حائل ہو رہے ہیں۔''

چک نے کہا۔ ''مجھے بتاؤ شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔''

کین بولا۔ ''چک، دراصل کینیڈا کے ڈیم میرے لئے چیلنج بنے ہوئے ہیں جب سے کولمبیا کا منصوبہ میرے دائرہ کار میں آیا ہے، میں اس کوشش میں ہوں کہ کینیڈین ڈیمز کے بارے میں کچھ بنیادی معلومات حاصل کر سکوں لیکن مجھے ناکامی ہوئی ہے۔''

چک مصنوعی غصے سے بولی۔ ''کین! ایک تو تمہاری نئے نئے بکھیڑے پالنے کی عادت بہت بری لگتی ہے۔ بھئی تم امریکن گورنمنٹ کے ملازم ہو اور یہاں سے تنخواہ لیتے ہو۔ تمہیں کینیڈین ڈیمز کے بارے میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟''

کین نے نیا سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ ''چک تم نہیں سمجھو گی۔ کینیڈا کے ڈیم کولمبیا سسٹم کا ایک اہم حصہ ہیں۔ ان کی سلامتی کا ہماری سلامتی سے گہرا رشتہ ہے۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ کولمبیا پر واقع کینیڈا کے تینوں ڈیم کنکریٹ کی بجائے مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ امریکہ کی طرح کینیڈا کی جھیلوں میں بھی پانی کی سطح عام اندازے سے تین فٹ اوپر ہو چکی ہے اور پھر یہ مسلسل بارش۔''

چک نے چونکتے ہوئے کہا۔ ''تو کیا تمہارا مطلب ہے کینیڈا کے ڈیمز کو کوئی خطرہ

ن ہے؟''

کین کے اندر کا وفادار سرکاری ملازم جاگ اٹھا۔ اس نے سنبھلتے ہوئے کہا ''میں نے یہ کب کہا ہے؟ تم کسی کہانی کی بو سونگھنے کی کوشش مت کرو۔ میں کل کے اخبار میں ینیڈا کے ڈیمز کے بارے میں کوئی چیختی ہوئی سرخی دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔ یہ صرف رے خیالات تھے جن کا میں نے اظہار کیا ہے۔''

چک نے ذرا سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ ''کین! تم غلط سمجھ رہے ہو جب تک میں ارے حقائق اور نتائج سے آگاہ نہیں ہو جاتی، کسی موضوع پر قلم نہیں اٹھایا کرتی۔''

کین نے محسوس کیا کہ وہ کچھ ناراض ہو گئی ہے۔ اس نے چک کا دل بہلانے لے لئے ادھر ادھر کی باتیں کیں لیکن وہ اپنی فطرت سے مجبور گھوم پھر کر پھر کینیڈین ڈیمز طرف آ گئی۔ پھولوں اور پودوں کا ذکر کرتے کرتے وہ مٹی کا ذکر کرنے لگی اور پھر لی۔ ''کین! کیا واقعی مٹی کے بند کنکریٹ کے بندوں کے مقابلے میں بہت کمزور تے ہیں؟''

کین نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ ''نہیں ایسی کوئی بات یں ہوتی۔ ہاں بعض اوقات غیر معمولی حالات میں ایسے ڈیمز کو نقصان پہنچنے کا احتمال تا ہے مثلاً بھری ہوئی جھیل میں اگر کوئی سلائیڈ وغیرہ گر جائے۔''

''یہ سلائیڈ کیا ہوتی ہے؟'' چک نے فوراً سوال کیا۔

کین اسے سمجھاتے ہوئے بولا'' دیکھو! ڈیم کی جھیل کے ارد گرد پہاڑیاں ہوتی ں۔ یہ پہاڑیاں ہی جھیل کی دیواریں بناتی ہیں۔ بعض اوقات جھیل کا پانی ان پہاڑیوں جڑ کی طرف سے کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ پانی کے کٹاؤ کی وجہ سے پہاڑیوں کے نیچے مٹی جھیل میں گھل کر پہاڑیوں کو نیچے سے کھوکھلا کر دیتی ہے۔ اس صورت میں ان اڑیوں کا متاثرہ حصہ جھیل میں جا گرتا ہے۔ اس سے جھیل میں بڑی بڑی لہریں پیدا تی ہیں۔ یہ لہریں اگر بہت زیادہ بڑی ہوں تو ڈیم کو خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔''

چک سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کین کے خاموش ہونے پر وہ بولی۔

''کین! میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تمہیں اس وقت کینیڈین ڈیمز کے بارے میں معلومات کی اشد ضرورت ہے۔ میں تمہیں ایک ایسے آدمی کا پتہ دے سکتی ہوں جو ان ڈیمز کے بارے میں نہایت وسیع معلومات رکھتا ہے۔ اس کا نام ہیلران ہے۔ وہ ایک کینیڈین صحافی ہے اور عرصہ دراز سے اس سلسلے میں کام کر رہا ہے۔ اس سے تمہیں نایاب معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔''

کین کی آنکھوں میں امید کی جھلک نظر آنے لگی۔

☆☆☆

ایک پرائیویٹ طیارے میں دو امریکن محو گفتگو تھے۔ طیارہ کینیڈا کے پہاڑی علاقے پر پرواز کر رہا تھا۔ طیارے میں بیٹھے ہوئے دونوں افراد ادھیڑ عمر تھے۔ ایک شخص کے بالوں کا اسٹائل اور گفتگو کا انداز ظاہر کر رہا تھا کہ وہ سول آدمی نہیں ہے۔ وہ امریکن فوج کا کوئی اعلیٰ افسر دکھائی دیتا تھا۔ دوسرا آدمی درمیانے قد کا تھا اور اس کے بالوں کا رنگ سفید تھا۔ دونوں نے قیمتی سوٹ زیب تن کر رکھے تھے۔ سفید بالوں والے نے کہا۔

''جنرل! میرا خیال ہے کینیڈین ماہرین کے اندازے کافی درست ہیں۔ اس لئے پریشان نظر آ رہے ہیں۔''

لمبے قد والے نے کہا۔ ''ٹھیک کہتے ہو میگا ڈیم دنیا کا سب سے بڑا ڈیم ہے۔ اس کی تباہی نہ صرف کینیڈا بلکہ پورے امریکہ کے لئے نہایت خوفناک ثابت ہو سکتی ہے۔ تمہیں معلوم ہے اس وقت ہم کینیڈا سے کولمبیا کے پانی کے معاہدے کی تجدید کرنے والے ہیں۔ اگر اس وقت ڈیم کی مخدوش صورت حال کا علم لوگوں کو ہو گیا تو ایک طوفان کھڑا ہو جائے گا۔ نہ صرف بی سی ایچ (کینیڈا کے ڈیمز کو کنٹرول کرنے والا ادارہ) بلکہ ہم دونوں بھی برباد ہو جائیں گے۔''

سفید بالوں والے نے پوچھا۔ ''جنرل، تمہارے خیال میں اس مسئلے کا حل کیا

ہے؟''

لمبے قد والا بولا۔ ''مسئلے کے حل کے بارے میں تو تم نے بھی اندازہ لگا لیا ہو گا۔ میگا ڈیم کی جھیل میں پانی کی سطح کافی نیچے لانا پڑے گی لیکن تمہیں معلوم ہے کہ جمع شدہ پانی کو ضائع کرنے سے کس قدر نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے کہ ہم اس وقت لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ڈالر کی بات کر رہے ہیں۔ بی سی ایچ شاید اس کے لئے رضامند نہ ہو۔''

سفید بالوں والے نے کہا۔ ''جنرل کبھی کبھی میں سوچتا ہوں شاید ہمارے خدشے غلط ثابت ہوں۔''

دراز قد والے نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''نہیں دوست! تمام کینیڈین ماہرین اور ان کے کمپیوٹر اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں کہ خدشے غلط نہیں ہیں۔''

سفید بالوں والے نے قدرے نروس ہوتے ہوئے کہا۔ ''جنرل، کینیڈین حکومت اس ڈیم کو ہماری تجویز کردہ جگہ پر تعمیر کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن ہم لوگوں نے اپنے فائدے کے لئے اس ڈیم کو موجودہ جگہ پر تعمیر کروایا۔ پھر ہماری حکومت نے کینیڈا کو ڈیم کی تعمیر کے لئے جو رقوم مہیا کیں وہ بھی نہایت ناکافی تھیں۔ نتیجے میں ڈیم کی تعمیر میں جس قسم کا میٹریل استعمال کیا گیا وہ بھی ہمیں معلوم ہے۔ جغرافیائی دشواریاں بھی ہمارے ہمارے سامنے تھیں۔ اس کے باوجود ہم اپنا منصوبہ کینیڈین حکومت پر ٹھونستے رہے۔ جنرل، اگر اس ڈیم کی وجہ سے کینیڈا اور امریکہ پر کوئی آفت نازل ہوئی تو اس میں تم اور میں دونوں پوری طرح ملوث ہوں گے۔ ہمیں اپنی گردن بچانے کے لئے ابھی سے کوئی لائحہ عمل تیار کر لینا چاہئے۔''

سورج برفانی چوٹیوں کے عقب میں غائب ہو چکا تھا۔ جہاز تاریکی کا سینہ چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ نیچے بہت نیچے تنگ و تاریک گھاٹیوں کے درمیان ایک پتھر اچانک اپنی جگہ سے ہلا اور نشیب میں لڑھکنے لگا۔ وہ اپنے ساتھ کئی چھوٹے چھوٹے پتھر

بھی لیتا چلا گیا۔ یہ چند پتھر میگا ڈیم کی وسیع و عریض جھیل میں گرے، چھوٹی چھوٹی لہریں پیدا ہوئیں اور پھر غائب ہو گئیں۔ بظاہر یہ ایک معمولی سی بات تھی لیکن...... یہ بہت بڑی بات تھی۔ صدیوں سے سوئے ہوئے پہاڑ جاگ رہے تھے، ان میں حرکت پیدا ہو رہی تھی۔

☆☆☆

کین بذریعہ ہوائی جہاز کینیڈا کے لئے روانہ ہو چکا تھا۔ اس کی منزل وینکوور کا جزیرہ تھا۔ وہ چک کے کہنے کے مطابق اس کے صحافی دوست ہیلران سے ملنے جا رہا تھا۔ کینیڈین ڈیمز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے اس نے انتھک کوششیں کی تھیں لیکن تمام کوششیں بیوروکریسی کی آہنی دیوار سے ٹکرا کر دم توڑ گئی تھیں۔ اگر وہ کوئی عام سرکاری ملازم ہوتا تو کبھی یہ دردسر مول نہ لیتا، آرام سے دفتر میں بیٹھا رپورٹیں تیار کرتا رہتا لیکن اس کے سینے میں ایک ہمدرد اور انسان دوست دل دھڑک رہا تھا جو اس کو فرض کی بجا آوری پر اکسا رہا تھا۔

وینکوور کے ہوائی اڈے سے وہ سیدھا چک کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچا۔ کال بیل کا بٹن دبانے پر تیس بتیس سال کا ایک خوبرو شخص برآمد ہوا۔ پہلے تو وہ سرد مہری سے پیش آیا لیکن چک کے حوالے پر اس کا رویہ تبدیل ہو گیا اور اس نے مسکراتے ہوئے کین کو اندر آنے کی دعوت دی۔ کمرہ کاٹھ کباڑ سے بھرا ہوا تھا اور چاروں طرف کتابیں رسالے اور کاغذات بکھرے ہوئے تھے۔ کین کو جلدی اندازہ ہو گیا کہ ہیلران کی معلومات کینیڈین ڈیمز کے بارے میں قابل رشک ہیں شاید وہ کوئی تہلکہ خیز کتاب لکھنے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔

کین نے جب اسے بتایا کہ وہ بھی کینیڈا کے ڈیمز اور خاص طور پر میگا ڈیم کے بارے کچھ جاننے کے لئے اس کے پاس آیا ہے تو وہ زور سے قہقہہ مار کر ہنس دیا۔
”دوست یہ تم کس دیوار سے سر پھوڑنے کا ارادہ کر بیٹھے ہو۔ میری حالت دیکھو اور

نصیحت پکڑو۔“

کین نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ ”ہیلران میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ اس لئے میں تم سے کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے جلد از جلد میگا ڈیم کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کر دو۔“

ہیلران نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔ ”میگا ڈیم دنیا کا بہت بڑا ڈیم ہے۔ کولمبیا دریا پر سب سے پہلا ڈیم ہے، بہت خوبصورت ڈیم ہے......“

کین نے سنجیدگی سے کہا۔ ”ہیلران یہ معلومات تو میں کسی اسکول کے بچے کی کتاب سے بھی حاصل کر سکتا ہوں۔ مجھے فنی سطح کی معلومات چاہئیں اور تفصیل کے ساتھ۔“

ہیلران نے ایک لمحے کے لئے اسے گہری نظروں سے دیکھا اور پھر بولا۔ ”آؤ میرے ساتھ۔“ وہ بے تکلفی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ کھینچنے لگا۔ کین سمجھا وہ شاید اسے کچھ نقشے وغیرہ دکھانے لے جا رہا ہے لیکن ہیلران اسے نیچے اپنی گاڑی تک لے آیا۔ چند لمحے بعد ان کی گاڑی شہر سے باہر بھاگی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بوسیدہ سے پرائیویٹ جہاز میں سوار ہو رہے تھے۔ یہ ہیلران کا ذاتی ہوائی جہاز تھا۔

”ارے بھائی کیا میگا ڈیم جانے کا ارادہ ہے؟“ کین نے حیرانگی سے پوچھا۔

”ہاں دوست۔“ ہیلران نے اسے ایک موٹی سی فائل تھماتے ہوئے کہا۔ ”میں چاہتا ہوں تم پریکٹیکل اور تھیوری دونوں سے استفادہ کر سکو۔ تھیوری تمہیں میری اس فائل سے مل جائے گی اور پریکٹیکل یہ ہو گا کہ تم بہ نفس نفیس اپنی آنکھوں سے ڈیم کا نظارہ کر سکو گے۔“

جہاز فضا میں پہنچ کر جنوب کی طرف پرواز کرنے لگا۔ کین، ہیلران کی مہمان نوازی اور خوش باش طبیعت سے بہت متاثر ہو رہا تھا۔ ہیلران تھوڑی دیر اس سے گپ شپ کرتا رہا پھر جب اس نے دیکھا کہ اب کین کی توجہ فائل کی طرف مرکوز ہو گئی ہے تو

اس نے بھی گفتگو کا سلسلہ منقطع کر کے پوری توجہ سے جہاز اڑانا شروع کر دیا۔ جزیرے سے میگا ڈیم کا فاصلہ کوئی پانچ سو میل کا تھا۔ چوٹیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا یہ ایک دشوار گزار فضائی راستہ تھا۔ ہیلران کا جہاز بھی بس خدا کے بھروسے پر ہی اڑا جا رہا تھا ورنہ اس میں اڑنے والی کوئی بات نہیں تھی۔ ایک لحاظ سے یہ اچھا ہی ہوا تھا کہ کین کی ساری توجہ فائل کی طرف مرکوز ہو گئی تھی ورنہ اس عمر رسیدہ جہاز کی رفاقت میں خطرناک گھاٹیوں کا سفر کوئی ایسا خوشگوار تجربہ نہیں تھا۔

تقریباً تین گھنٹے تک کین نے فائل سے سر نہیں اٹھایا۔ جوں جوں وہ آگے بڑھ رہا تھا اس کی دلچسپی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ باتیں جن کو وہ پہلے صرف پریشان کن سمجھتا تھا اب خوفناک ہو گئیں تھیں۔ اس کے اضطراب میں اضافہ ہو رہا تھا...... اس کو میگا ڈیم کے بارے میں نہایت اہم معلومات حاصل ہوئی تھیں۔

مثلاً اس کو پتہ چلا تھا کہ مالی مشکلات کی وجہ سے ڈیم کو مٹی سے تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ سرمایے کی اتنی کمی تھی کہ مٹی کی تعمیر میں بھی مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ اچھی مٹی کے حصول اور دور دراز مقامات سے اس کو لانے کے لئے مطلوبہ فنڈز مہیا نہیں تھے۔ بچت کے نقطہ نظر سے ڈیم کے قریب و جوار کی ناقص مٹی سے تعمیر جاری رکھی گئی تھی۔ کین جانتا تھا کہ اگر اس قسم کے ڈیم میں خدانخواستہ کوئی سوراخ ہو جائے تو یہ سیاہی چوس کے کاغذ کی طرح پانی جذب کرنے لگتا ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے کروڑوں اربوں ڈالر کا منصوبہ ریت کی دیوار کی طرح بہہ جاتا ہے۔ میگا ڈیم کا خیال آتے ہی اس نے جھرجھری سی لی اور اس کے منہ سے نکلا۔ ”خدا نہ کرے۔“

ہیلران نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ”بہت پریشان نظر آ رہے ہو دوست۔“ اس نے انجنوں کے شور میں زور سے بولتے ہوئے کہا۔

”نہیں تو۔“ کین نے سر ہلا کر مختصر سا جواب دیا۔ اس وقت وہ فائل کے مندرجات میں الجھا ہوا تھا۔ عجیب عجیب خدشے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے۔ ہیلران

نے فائل کے ابتدائی حصے میں بڑی وضاحت سے ایک سلائیڈ کا ذکر کیا تھا۔ میگا ڈیم کی تعمیر سے پہلے یہ سلائیڈ امریکی اور کینیڈین ماہرین کے درمیان موضوع بحث بنی رہی تھی۔ کینیڈین حکام کا خیال تھا کہ ہوسکتا ہے جھیل میں پانی بھرنے کے بعد یہ سلائیڈ گر جائے لیکن امریکی حکام نے اس قسم کے تمام خدشات کو رد کر دیا اور اسی جگہ جھیل بنانے پر اصرار کیا تھا پھر کین کے ذہن میں خیال آیا کہ ہیلران کینیڈین صحافی ہے۔ یقیناً اس نے یہ فائل اپنے ملک کے نقطہ نظر سے مرتب کی ہے۔ اس کی رائے جانبدارانہ بھی ہوسکتی ہے۔ کین نے فی الحال اپنی سوچ بچار منقطع کرنے کا فیصلہ کیا اور فائل سے سر اٹھا کر سامنے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ نیچے لامتناہی پہاڑی سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ پہاڑی ڈھلوان پر سبزے کی چادر چڑھی ہوئی تھی۔ دور بلندیوں پر برفانی چوٹیاں سینہ تانے کھڑی تھیں۔ معاً کین کی نگاہ بائیں طرف گھوم گئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک بلند چٹان بالکل دیوار کی صورت میں دور تک چلی گئی تھی۔ اس دیوار کو انسانی ہاتھوں نے نہیں بنایا تھا بلکہ گزرے زمانے کے ماہ و سال نے تراشا تھا۔ بڑا خوبصورت منظر تھا کین نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ ”یہ کون سی جگہ ہے؟“

ہیلران نے کہا۔ ”ہم میگا ڈیم کے نزدیک پہنچ چکے ہیں۔ اس چٹان کے دوسری طرف کولمبیا بہتا ہے۔ ابھی تم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ اگر یہاں سے سیدھا جائیں تو ڈیم صرف چالیس میل کے فاصلے پر ہے مگر میں تمہیں میگا ڈیم کی جھیل بھی دکھانا چاہتا ہوں، اس لئے ہم چکر کاٹ کر جا رہے ہیں۔“ چند منٹ بعد جہاز گرجتا ہوا ایک پہاڑی درے کے درمیان سے گزرا اور پھر تیزی سے دائیں طرف مڑ گیا۔ اب ان کے نیچے وسیع و عریض جھیل پھیلی ہوئی تھی۔ کین حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا۔ جہاں تک نگاہ جاتی تھی جھیل کا چمکتا ہوا پانی دکھائی دیتا تھا۔ کہیں کہیں پانی کی سطح میں سے پہاڑیوں کی چوٹیاں بلی کے پنجوں کی طرح ابھری ہوئی تھیں۔ اب جہاز 135 میل لمبی جھیل کے اوپر پرواز کرتا ہوا میگا ڈیم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کین پوری توجہ اور دلچسپی

سے جھیل اور اردگرد کی پہاڑیوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس نے کئی بار سنا تھا کہ میگا ڈیم کی جھیل ایک سو پچیس میل لمبی اور کئی جگہوں پر پانچ میل تک چوڑی ہے لیکن اس وقت صحیح معنوں میں اسے احساس ہو رہا تھا کہ پانچ میل کتنے چوڑے اور ایک سو پچیس میل کتنے لمبے ہوتے ہیں۔ اس نے جھیل کے پرسکون پانی کی طرف دیکھا اور پھر اس طاقت کا اندازہ کیا جو یہ پانی اپنے اندر پوشیدہ رکھتا تھا۔ اسے جھرجھری سی آ گئی۔ وہ اردگرد کی پہاڑیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ جھیل کے دونوں اطراف پہاڑیاں دیوار کی صورت میں پانی کے اس عظیم الشان ذخیرے کو گھیرے ہوئے کھڑی تھیں۔ اس نے سوچا انہی پہاڑیوں میں کہیں وہ سلائیڈ پوشیدہ ہے جس کا ذکر ہیلران نے اپنی فائل میں کیا ہے۔ نجانے وہ کتنی دیر خیالوں میں کھویا رہا۔ اچانک ہیلران کی آواز آئی۔ ”دوست تیار ہو جاؤ، ہم میگا ڈیم کے اوپر پہنچنے والے ہیں۔“

کین نے سامنے دیکھا۔ دور جھیل کی سطح پر ایک سیاہ لکیر سی نظر آ رہی تھی۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ لکیر واضح ہوتی جا رہی تھی۔ کین نے تیز نظروں سے پورے ڈیم کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ بائیں طرف ایک چھ سات منزلہ ٹاور نظر آ رہا تھا۔ اس کے مخالف سمت نیچے کی طرف ایک اور عمارت تھی۔ یہاں سے سپل وے میں جانے والے پانی کی مقدار کو کنٹرول کیا جاتا تھا اور سامنے بند نظر آ رہا تھا۔ بند کے اوپر ایک سیاہ لکیر دکھائی دیتی تھی۔ یہ لکیر اس سڑک کی تھی جو بند کے اوپر سے گزرتی تھی۔

ہیلران نے کہا۔ ”میرا خیال ہے تم بند کو نزدیک سے دیکھنا پسند کرو گے۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ میں جہاز کو غوطے میں ڈال رہا ہوں۔“ جہاز تیزی سے نیچے کی طرف جھکنے لگا......اور پھر چند لمحے بعد دنیا کا سب سے بڑا بند کین کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ 850 فٹ اونچا بند جو دو پہاڑی دیواروں کے درمیان پانی کے سامنے کسی دیو کی طرح سینہ تانے کھڑا تھا۔ اچانک کین کی نگاہ بائیں طرف اٹھی۔ اس نے دیکھا کہ میگا ڈیم کا دو ہزار فٹ لمبا ”سپل وے“ بالکل خشک تھا۔ ”کیا یہ لوگ پاگل ہو گئے ہیں؟“ کین نے

حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”کیوں کیا ہوا؟“ ہیلران نے پوچھا۔

”تم خود دیکھ رہے ہو جھیل میں پانی کی سطح کس قدر بلند ہے لیکن ان لوگوں نے سپل وے کو بند کر رکھا ہے۔“ کین کے لہجے سے سخت تشویش جھلک رہی تھی۔

”بھئی! اسی کو تو کہتے ہیں کنجوسی۔ دراصل یہ لوگ زیادہ سے زیادہ بجلی پیدا کرنے کے چکر میں رہتے ہیں۔ ظاہر ہے جتنا پانی سپل وے میں سے نکل جائے گا۔ اس سے یہ بجلی تو پیدا نہیں کر سکیں گے۔“ ہیلران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اب وہ بند کے اوپر سے گزر چکے تھے۔ ہیلران نے جہاز کو ایک ٹرن دیا۔ اب ان کا واپسی کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ اب ڈیم ان کے پیچھے تھا اور سامنے حد نگاہ تک جھیل نظر آ رہی تھی۔ ”کیا تم کچھ اور دیکھنا چاہتے ہو؟“ ہیلران نے پوچھا۔

”ہاں......مجھے ایک شک پیدا ہوا ہے......کیا تمہارے پاس جہاز میں کوئی کپ یا اس قسم کی کوئی اور چیز ہو گی؟“ کین نے پوچھا۔

ہیلران نے ادھر ادھر دیکھا۔ ”نہیں کپ تو نہیں ہے۔ کیا میرے ہیٹ سے کام چل جائے گا؟“ اس نے ہیٹ اتارتے ہوئے کہا۔

”ہاں ٹھیک رہے گا۔“ کین نے ہیٹ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور پھر اپنی سیٹ بیلٹ کھولنے لگا۔

”کیا کرنے لگے ہو؟“ ہیلران نے حیرت سے کہا۔

”ایک منٹ ابھی تمہیں سب کچھ بتاتا ہوں۔“ کین نے بیلٹ اتار کر جہاز کا دروازہ کھولا۔ تیز ہوا سے اس کے بال اڑنے لگے۔ جہاز بالکل جھیل کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ چند فٹ نیچے پانی تیزی سے پیچھے کی طرف بھاگتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ کین نے اپنی ٹانگیں دروازے سے باہر نکال دیں۔ پھر دروازے کو پکڑتے ہوئے وہ نیچے لٹک گیا۔ شاید اس کے پاؤں پائیدان کو تلاش کر رہے تھے۔ چند لمحے بعد اس کا سر بھی ہیلران کی

نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ جہاز بری طرح ہچکولے کھا رہا تھا اور ہیلران بڑی مہارت
سے اسے کنٹرول کئے ہوئے تھا۔ تقریباً ایک منٹ بعد کین دوبارہ نمودار ہوا۔ اس نے
ہیٹ ہیلران کو تھما دیا۔ ہیٹ میں جھیل کا پانی بھرا ہوا تھا۔ پھر وہ خود بھی اوپر چڑھ آیا۔

"کیا معاملہ ہے؟" ہیلران نے پھر پوچھا۔

"ذرا صبر کرو۔" کین نے کسی سوچ میں کھوئے ہوئے کہا پھر اس نے ہیٹ والا
ہاتھ دروازے سے باہر نکال دیا۔ پانی آہستہ آہستہ ہیٹ کے نیچے سے نکل گیا۔ کین نے
ہیٹ اندر کرلیا۔ اس نے ہیٹ کے اندر اپنی انگلی گھمائی۔ اس کے چہرے پر گہری تشویش
نظر آنے لگی۔ اس نے اپنی انگلی ہیلران کے سامنے کی۔ انگلی کے سرے پر سرخی مائل کیچڑ
لگا ہوا تھا۔

"اس کا کیا مطلب ہے؟" ہیلران نے پوچھا۔

کین نے انگلی کو اپنی ہتھیلی پر رگڑا اور غور سے مٹی کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ایک
لمبی سانس لی اور پرتشویش لہجے میں بولا۔ "یہ چوٹی کی مٹی نہیں ہے دوست یہ سلائیڈ کے
نیچے کی مٹی ہے میرا خیال ہے 'وائنٹ' جیسا ایک اور حادثہ رونما ہونے والا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" ہیلران نے پوچھا۔ کین نے آنکھیں سکیڑ کر بائیں
طرف حدنگاہ تک پھیلی ہوئی پہاڑیوں کو دیکھا۔ اس کا چہرہ معمول سے زیادہ فکرمند نظر آ
رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "وائنٹ شمال اٹلی کا ایک ڈیم تھا۔ وہ 1963ء میں مکمل ہوا تھا۔
اس ڈیم کا جغرافیہ بھی میگاڈیم سے ملتا جلتا تھا۔ تنگ درے پر باندھا ہوا بند اور وہ ڈیم بھی
کچا تھا اور اپنے وقت میں دنیا کا سب سے بڑا محرابی ڈیم تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟" ہیلران نے تجسس سے پوچھا۔

"وہ ٹوٹ گیا۔" کین نے عام لہجے میں کہا۔ "ان دنوں بہت زیادہ بارشیں
ہوئیں۔ جھیل کی سطح بلند ہوگئی اور پہاڑی سلسلے کا پورا ایک حصہ جھیل میں جاگرا۔"

"اوہ میرے خدا...... ہاں مجھے یاد آیا اور ڈیم کے نیچے ایک قصبہ بھی تو تھا نا؟ تین

ہزار افراد پلک جھپکتے میں لقمہ اجل بن گئے۔ ہزاروں ایکڑ رقبے پر تباہی پھیل گئی۔"
چانک ہیلران کی آنکھوں میں خوف کے سائے لہرانے لگے۔ اس نے گہری نظروں سے
کین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو کیا تمہارا مطلب ہے میگاڈیم کے ساتھ بھی......"

"نہیں نہیں ایسا مت کہو۔" کین نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ
رشوں کا زور ٹوٹ رہا ہے۔"

ہیلران نے کہا۔ "کیا تم کہنا چاہتے ہو کہ صورت حال جوں کی توں رہے گی؟"

کین نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ "اس کا انحصار چند باتوں پر ہے۔ سب
ے پہلے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ پہاڑیوں کے نیچے کٹاؤ کس حد تک پیدا ہوا ہے۔ اگر تو یہ اتنا
یادہ ہے جتنا پانی کے بدلے ہوئے رنگ سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر کوئی وجہ کسی بھی وقت
ادثے کا سبب بن سکتی ہے مثلاً مزید بارشیں، جھیل میں کسی اور جگہ سلائیڈ کا گرنا وغیرہ
رے خدا اب مجھے پتہ چلا کہ مجھے معلومات حاصل کرنے میں کیوں دشواری ہو رہی
ی۔ یقیناً ہمارے ملک کے متعلقہ حکام اس سلائیڈ کے بارے میں جانتے ہیں۔ وہ
نتے ہیں کہ اگر یہ راز فاش ہوگیا تو ان کے مفادات کو نقصان پہنچے گا۔ اپنے بچاؤ کے
لئے وہ اس قدر سنگین صورت حال پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

ہیلران اب مسئلے کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "دوست ہم دونوں ایک ہی کشتی کے
ار ہیں۔ میگاڈیم میرے اور تمہارے دونوں کے ممالک کا مسئلہ ہے۔ دونوں ممالک
متعلقہ حکام اس خبر کو چھپا رہے ہیں۔ امریکی حکام اس لئے چھپا رہے ہیں کہ انہوں
زیادہ پانی اور بجلی کے حصول کے لئے ایک غیر موزوں جگہ پر ڈیم تعمیر کرنے پر اصرار
اور تعمیر کے لئے کینیڈا کو وافر فنڈز بھی مہیا نہیں کئے۔ کینیڈین حکام کا مسئلہ یہ ہے کہ
ں نے فنڈز کو دوسرے کاموں میں صرف کر دیا اور جب امریکہ کے بڑھتے ہوئے
ؤ کے پیش نظر انہوں نے ڈیم کی تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے پاس رقوم نہیں تھیں۔
ں نے وعدہ نبھانے کے لئے دوسرے شعبوں کے اخراجات کم کر کے تھوڑا بہت

سرمایہ اکٹھا کیا اور جیسے تیسے ڈیم کھڑا کر دیا۔ کیا میرا تجزیہ درست ہے؟''

کین نے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے کہا۔ ''یقین سے تو میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرے خیالات تم سے مختلف نہیں ہیں۔''

ہیلران کے چہرے پر دبا دبا جوش نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''دوست! ہمیں فوراً اس راز کو پریس کے ذریعے آشکار کر دینا چاہئے۔ مالی فائدے کے ساتھ ساتھ ہمیں ایک زبردست قومی خدمت کا موقع بھی نصیب ہو گیا ہے۔''

''نہیں ہیلران۔'' کین نے اس کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ ''تم ایسا نہیں کرو گے۔ تم چک کے دوست ہو اور میرے بھی دوست ہو۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم کوئی غلط قدم نہیں اٹھاؤ گے۔ یہ نہایت گھمبیر مسئلہ ہے۔ ایک سرکاری ملازم ہونے کے ناطے میرا یہ فرض ہے کہ میں پہلے اپنی حکومت کے متعلقہ افراد کو اس بارے میں آگاہ کروں اور ان کو عملی قدم اٹھانے پر مجبور کروں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میں اپنی کوشش میں ناکام ہوا تو پھر تمہارے کہنے کے مطابق عمل کروں گا۔ اس صورت میں ہم دونوں اپنے اپنے ممالک میں اس راز کو آشکار کر دیں گے۔ تم اپنے ملک میں اس خبر کو آؤٹ کر دینا اور میں چک کو تفصیلات بتا دوں گا۔''

ہیلران نے پوچھا۔ ''تم اپنی گورنمنٹ سے کس قسم کے اقدام کی توقع کر رہے ہو؟''

کین نے کہا۔ ''میں انہیں دوٹوک الفاظ میں کہوں گا کہ میگا ڈیم کی جھیل کو جلد از جلد خشک کیا جائے اور سلائیڈ کی صورت حال کا جائزہ لیا جائے، اور بے پناہ جانی و مالی نقصانات سے بچنے کے لئے ان کو ایسا کرنا ہو گا۔''

ہیلران نے کہا۔ ''دوست یہ کام کوئی ایسا آسان نہیں ہے۔ تم اس وقت لاکھوں کروڑوں ڈالر کے نقصان کی بات کر رہے ہو۔ یہ نقصان تمہاری حکومت کو بجلی سے محرومی اور دوسرے مصارف کی صورت میں اٹھانا پڑے گا۔''

کین نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''ہیلران تم ان باتوں کی فکر نہ کرو۔ یہ میرا اور میرے لوگوں کا مسئلہ ہے۔''

ہیلران نے اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھا پھر دوستانہ لہجے میں بولا۔ ''او کے کین...... مجھے منظور ہے۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟'' دونوں تقریباً آدھ گھنٹے تک اپنا لائحہ عمل مرتب کرتے رہے کافی غور و خوض کے بعد انہوں نے یہ پروگرام بنایا کہ کین یہاں سے سیدھا سیاٹل پہنچے گا اور وہاں وہ واشنگٹن میں بی سی ایچ کے ڈائریکٹر جنرل سے ملاقات کرے گا۔ اگر ڈائریکٹر جنرل نے اس کی بات نہ مانتے ہوئے کینیڈین حکام کو اس خطرے سے آگاہ کرنے سے انکار کر دیا تو اتوار کے روز ہیلران اس خبر کو وینکوور پریس میں دے دے گا اور کین چک کو بتا دے گا...... یوں ہزاروں لاکھوں لوگوں کا مسئلہ ہزاروں لاکھوں لوگوں تک پہنچ جائے گا۔

☆☆☆

دراز قد اور سفید بالوں والا دونوں آمنے سامنے صوفوں پر بیٹھے تھے۔ سفید بالوں والے نے کہا ''جنرل اس شخص کین کی وجہ سے حالات خراب ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں جلد از جلد کوئی ایکشن لینا ہو گا۔''

دراز قد والے کے سامنے ایک کاغذ رکھا تھا اور وہ اس پر جھکا ہوا تھا۔ شاید وہ کمپیوٹر کا پرنٹ آؤٹ تھا۔ اس نے سگار کا کش لیتے ہوئے کہا۔ ''جس رفتار سے سلائیڈ اپنی جگہ سے کھسک رہی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر مزید بارش نہ بھی ہوئی تو بھی پانچ چھ جولائی تک بلی تھیلے سے باہر آ جائے گی۔'' سفید بالوں والے نے بے چینی سے اپنی جگہ پر پہلو بدلا۔ دراز قد والا دوبارہ اس سے مخاطب ہوا۔ ''تمہیں فوراً وینکوور پہنچ کر اپنی کارروائی کا آغاز کر دینا چاہئے۔ یہاں کی صورت حال میں خود کنٹرول کر لوں گا۔ میں نے فون کے ذریعے کینیڈا میں متعلقہ افراد کو ہدایات دے دی ہیں۔ وہاں تمہیں کسی قسم کی مشکلات پیش نہیں آئیں گی۔ تنظیم کے پرانے ساتھی پن پریز کو بھی میں نے مطلع

کر دیا ہے۔ وہ بھی کینیڈا پہنچ چکا ہے تم حسب ضرورت اس کو بھی استعمال کر سکتے ہو۔ یاد رہے کہ 4 جولائی سے پہلے پہلے کام ہو جانا چاہئے۔'' دونوں اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے انہوں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا اور پھر ہاتھ ملا کر مختلف دروازوں سے باہر نکل گئے

☆☆☆

ہیلران سے رخصت ہو کر کین نے ایک ٹیکسی پکڑی اور وینکوور کے ہوائی اڈے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ جلد از جلد واپس پہنچنا چاہتا تھا۔ ٹیکسی کھلی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اور کین کا ذہن تیزی سے حالات کا تجزیہ کر رہا تھا۔ ائر پورٹ پہنچ کر اس نے چک کو فون کیا۔ دوسری گھنٹی پر چک کی آواز آئی۔ ''ہیلو کین! تم کینیڈا سے واپس آ گئے ہو؟''

کین نے کہا۔ ''نہیں میں وینکوور ائر پورٹ سے بول رہا ہوں۔ بس روانہ ہونے ہی والا ہوں۔'' چک نے اس سے ہیلران کے بارے میں پوچھا۔ کین نے بتایا۔ ''ہیلران سے میری ملاقات ہوئی ہے۔ ہم میگا ڈیم دیکھنے گئے تھے۔ چک حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ ہمیں جلد از جلد کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔ میں رات دس بجے تک سیاٹل پہنچ جاؤں گا۔ تم گیارہ بجے کے قریب میرے ہاں آ جانا۔ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

''او کے کین!'' چک خوش ہو کر بولی۔ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ کین نے خود اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی ہو۔ وہ اپنے دفتری معاملات میں ہی اس قدر الجھا رہتا تھا کہ اسے کسی اور طرف دیکھنے کی فرصت نہیں ہوتی تھی۔

رات ساڑھے دس بجے کین اپنے کمرے کا دروازہ کھول رہا تھا۔ اس نے کی ہول میں چابی گھمائی اور دروازے کو دھکیل کر اندر داخل ہو گیا۔ بائیں طرف دیوار کے ساتھ اس نے سوئچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن اس سے پہلے کہ وہ روشنی کرتا اس کی گردن پر کسی کا زوردار ہاتھ پڑا اور وہ چکرا کر زمین بوس ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک سایہ سا

اسے اپنے اوپر جھپٹتا ہوا دکھائی دیا۔ کین نے بالکل غیر ارادی طور پر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش میں اپنی ٹانگیں حملہ آور کے سینے پر دے ماریں۔ وہ کراہا اور پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ کین تیزی سے اٹھا اور اس نے ایک بار پھر بلب روشن کرنے کی کوشش کی۔ اتنے میں اسے اپنے عقب سے قدموں کی دھمک سنائی دی۔ اس سے پہلے کہ وہ مڑ کر دیکھتا دو مضبوط بازو اسے اپنی گرفت میں لے چکے تھے۔ سامنے والا شخص بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے کین کے منہ پر دو تین زوردار گھونسے رسید کر دیئے۔ کین کو کبھی اس قسم کی صورت حال سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ لڑائی بھڑائی کو وہ نہایت احمقانہ حرکت خیال کرتا تھا لیکن اس وقت صورتحال مختلف تھی۔ اگر وہ چند لمحے اور اپنے آپ کو حملہ آور کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش نہ کرتا تو سامنے والا مکے مار مار کر اس کے منہ کا بھرتہ بنا دیتا۔ اس نے اپنی پوری طاقت استعمال کرتے ہوئے خود کو پیچھے کی طرف گرا دیا۔ اسے پکڑنے والے کا سر ٹیلی فون کی میز سے ٹکرایا اور اس کی گرفت ختم ہو گئی۔ کین کا بازو بھی کسی چیز سے ٹکرایا تھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا یہ جدید طرز کی ایک لالٹین تھی۔ وہ فرش پر گر گئی تھی لیکن چمنی میں شعلہ ابھی تک بھڑک رہا تھا۔ کین اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس نے سامنے والے شخص کے وار کو تیزی سے نیچے جھک کر بچایا اور پھر شاید زندگی میں پہلی بار اپنا مکہ استعمال کرتے ہوئے ایک بھرپور وار حملہ آور کے منہ پر کیا۔ مکے بہت زوردار تھے شاید اس کے جبڑے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ کراہتا ہوا دور جا گرا۔ اچانک کین نے محسوس کیا کہ مکان میں پٹرول کی بو پھیلی ہوئی ہے ''اوہ میرے خدا!'' اس نے سوچا۔ ''تو یہ مجھے زندہ جلانے کا پروگرام رکھتے تھے۔'' لیکن اس سے پہلے کہ اگلا خیال اس کے ذہن میں آتا۔ اس کے پیچھے سے دوسرے حملہ آور کا ہاتھ بلند ہوا۔ کوئی وزنی چیز اس کے سر سے ٹکرائی اور اس کا ذہن اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا۔ گری ہوئی لالٹین کے شعلے تیزی سے کمرے میں پھیل رہے تھے اور چند فٹ کے فاصلے پر کین فرش پر بے سدھ پڑا تھا۔ دونوں حملہ آور فرار ہو چکے تھے۔

☆☆☆

سفید بالوں والا اڈے پر پہنچ چکا تھا۔ اس وقت رات کے گیارہ بجے تھے۔ وہ ایک پرانے رن وے کے کنارے کھڑا تھا۔ سگریٹ کے کش لیتے ہوئے وہ بار بار ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ شاید اسے کسی کا انتظار تھا۔ آج شام سیاٹل سے دراز قد والے نے اسے اطلاع دی تھی کہ انہوں نے کین کی دوست چک کا فون ٹیپ کیا ہے۔ وہ آج رات واپس پہنچنے والا ہے۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا اور زیرلب مسکرا دیا۔ کین یقیناً سیاٹل میں اپنے عمدہ استقبال سے لطف اندوز ہوا ہوگا۔ اس نے اپنی نگاہیں پھر رن وے پر جما دیں۔ رن وے کے دونوں کنارے چاند کی مدہم روشنی میں دو غیر واضح لکیروں کی طرح نظر آ رہے تھے۔ اچانک ایک آہٹ سنائی دی سفید بالوں والے نے غور سے سامنے دیکھا۔ ملگجے اندھیرے میں لپٹے ہوئے چار سائے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

وہ ان کو صحیح طور پر دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن ان کے لباس اور سازوسامان سے وہ پوری طرح آگاہ تھا۔ چاروں سائے اس سے کوئی 100 گز پرے ہی رک گئے۔ انہوں نے اپنا سامان اتارا اور رن وے پر مصروف ہو گئے۔ سفید بالوں والا جانتا تھا کہ وہ چاروں اپنے اوزاروں کی مدد سے رن وے پر چھوٹے چھوٹے سوراخ کریں گے اور پھر ان سوراخوں میں دھماکہ خیز مواد بھر دیں گے۔ اس کام میں کوئی بیس منٹ لگ جائیں گے۔ اس کا اندازہ درست تھا۔ تقریباً بیس بائیس منٹ بعد چاروں سائے ایک ایک کر کے غائب ہو گئے۔ سفید بالوں والے نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ چند لمحے بعد ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ چاروں سائے پھر نمودار ہوئے۔ سفید بالوں والا جانتا تھا کہ وہ اس وقت گڑھے کی پیمائش کر رہے ہیں۔ پیمائش کرنے کے بعد چاروں میں سے ایک سایہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے منہ پر اونی نقاب چڑھا ہوا تھا۔ قریب آ کر اس نے سفید بالوں والے کو مخاطب کیا۔ ''کام ہو گیا جناب۔ 16 فٹ گہرائی اور چوڑائی تقریباً 18 فٹ۔''

''بہت خوب۔'' سفید بالوں والے نے کہا۔ ''اب تم جاؤ۔ 4 جولائی کو پھر ملاقات ہوگی۔''

''او کے سر!'' نقاب پوش نے فوری طور پر سیلوٹ کیا اور بھاگتا ہوا اپنے دوسرے ساتھی سے جا ملا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چاروں اندھیرے میں چلے گئے۔ سفید بالوں والے نے ایک اور سگریٹ سلگایا اور پھر چلتا ہوا دھماکے والی جگہ پر پہنچا اس نے معائنہ کیا اور مطمئن ہو کر ایک طرف چل دیا۔ وہ ایک چھوٹے جہاز کی آواز سن رہا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور زیرلب مسکرا دیا۔

☆☆☆

کین کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلیں۔ دو تین چہرے اس کو اپنے اوپر جھکے نظر آئے۔ ان کے نقوش واضح نہیں تھے۔ ان کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن آواز اس تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

پھر سب کچھ معمول پر آ گیا۔ چہرے واضح ہو گئے اور آوازیں اس کے کانوں تک پہنچنے لگیں۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے سر میں شدید ٹیسیں اٹھیں اور اس نے سر دوبارہ تکیے پر ڈال دیا۔ ایک مہربان چہرے والے ڈاکٹر نے کہا۔ ''میں ڈاکٹر شلنگٹن ہوں۔ تم ہسپتال میں ہو۔ آج جولائی کی پہلی تاریخ ہے۔''

کین نے محسوس کیا کہ اس کے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں اور اس کا بازو بھی پٹیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ جسم کے مختلف حصوں سے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

''تم کیسا محسوس کر رہے ہو؟'' ڈاکٹر نے پوچھا۔

''بہت تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔'' کین بڑی مشکل سے بولا۔

''شکر ہے تم کچھ محسوس کر رہے ہو ورنہ تمہاری حالت ایسی تھی کہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اب چہرے پر ذرا مسکراہٹ لے آؤ۔ ایک خاتون تم سے ملنے کی منتظر بیٹھی ہے۔''

ذرا دیر بعد چک تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ ''کون لوگ تھے وہ جنہوں

نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا؟'' اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''میرا خیال ہے ڈاکو قسم کے لوگ تھے۔'' کین نے کہا۔

''نہیں کین ایسا نہیں ہے۔'' چک کے چہرے پر گہری تشویش چھائی ہوئی تھی۔ ''ڈاکو لوگوں کے گھروں کو آگ نہیں لگاتے۔''

کین نے کہا۔ ''لیکن آگ تو خود میری وجہ سے لگی تھی۔ میرے گرنے سے ایک لیمپ گر گیا تھا۔''

چک نے کہا۔ ''تو پھر پٹرول وہاں پر کیا کر رہا تھا۔ فائر بریگیڈ کے عملے نے بتایا ہے کہ وہاں پٹرول چھڑکا گیا تھا، اور کچھ لوگوں نے تمہارے گھر کی تلاشی بھی لی ہے۔ اس کو تم کیا کہو گے؟''

اچانک کین کو خیال آیا اور اس نے پوچھا۔ ''مجھے وہاں سے کس نے اٹھایا تھا؟''

چک نے آنسوؤں کے درمیان مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری ایک مخلص دوست نے جس نے اس رات گیارہ بجے تم سے گھر پر ملاقات کرنا تھی۔''

''اوہ ونڈرفل!'' کین نے کہا لیکن اگر چک کا خیال تھا کہ وہ تشکر کے جذبے کا اظہار کرے گا تو اس کی خواہش پوری نہیں ہوئی تھی۔ وہ گہری سوچ میں کھویا ہوا تھا اس نے کہا۔ ''چک ایسا لگتا ہے جیسے ان لوگوں کو پتہ تھا کہ میں رات دس بجے واپس آ رہا ہوں۔ وہ پہلے مجھ سے معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے اور پھر میرے قتل کا پروگرام رکھتے تھے لیکن انہیں میری آمد کا پتہ کیسے چلا؟ میں نے تو کسی کو بتایا بھی نہیں تھا کہ میں کب تک وینکوور میں رکوں گا۔ میرے علاوہ......'' وہ ایک لمحے کے لئے رک گیا اور سر گھما کر چک کی طرف دیکھنے لگا۔

چک نے کہا۔ ''ہاں تمہارے علاوہ صرف مجھے معلوم تھا کہ تم واپس آ رہے ہو'' پھر اچانک وہ بھی خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی ''کہیں تم یہ تو نہیں سمجھ رہے کہ میں نے یہ سب کچھ......''

''نہیں نہیں۔'' کین نے اسے ٹوکا۔ ''میں ایسا نہیں سمجھ سکتا۔ یقیناً ان لوگوں نے تمہارے ٹیلی فون کو ٹیپ کیا ہے۔''

چک نے چونک کر کہا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ وہ مجھے بھی قتل کرنا چاہتے تھے۔''

کین نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''یقیناً ایسا ہی ہے پہلے وہ مجھے قتل کرتے۔ اس کے بعد تمہارے وہاں پہنچنے پر تم کو پکڑ لیتے لیکن لالٹین کی وجہ سے قبل از وقت آگ لگ گئی اور ان کا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔''

چک اٹھ کر کین کے قریب آ بیٹھی۔ اس نے آہستگی سے کین کا ہاتھ تھام کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''پہلا نمبر تمہارا نہیں تھا ہیلران کا تھا۔''

کسی اندرونی ٹیس کے زیر اثر کین نے ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کر لیں...... پھر آہستہ سے بولا۔ ''کیا مطلب؟''

چک نے کہا۔ ''ہیلران ہلاک ہو چکا ہے۔''

کین کی آنکھوں میں ہیلران کا مسکراتا چہرہ گھوم گیا۔ چک کہہ رہی تھی۔ ''یہ واقعہ 27 جون کو پیش آیا۔ رپورٹ کے مطابق اس کا جہاز رن وے پر اترتے ہوئے تباہ ہو گیا۔ مزید تفصیلات نہیں بتائی گئیں۔''

کین نے آنکھیں بھینچ کر سر تکیے سے ٹکا دیا۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا۔ وہ کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا تھا ان کارروائیوں کے پیچھے کوئی ہاتھ دکھائی دیتا تھا آخر ان لوگوں کو اس سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟ اس نے سوچا۔ انہوں نے ہیلران کو قتل کر دیا ہے۔ وہ اسے اور چک دونوں کو قتل کرنے کی کوشش بھی کر چکے ہیں۔ ایک کوشش کی ناکامی کے بعد وہ خاموش ہو کر نہیں بیٹھ جائیں گے۔ اس نے چک کی طرف دیکھا اور پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''ہم اسی وقت یہ ہسپتال چھوڑ رہے ہیں۔'' اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔ چک نے اس کی حالت کے پیش نظر اسے روکنے کی کوشش کی لیکن کین کا ارادہ مصمم تھا۔ ''میرے کپڑے لاؤ اور یہ دیکھو کہ ڈاکٹروں کی نظر سے بچ کر نکلنے کا راستہ کون سا ہو سکتا ہے۔''

چک نے پوچھا۔ ''کہاں جانے کا ارادہ ہے؟''

کین نے پرعزم لہجے میں کہا۔ ''ریاست اولمپیا کے گورنر کے پاس...... میں نے ہیلران سے ایک وعدہ کیا تھا میں اس کو ضرور پورا کروں گا۔''

☆☆☆

10 ملین سال سے سوئے ہوئے پہاڑ جاگ رہے تھے۔ ان میں حرکت پیدا ہو رہی تھی میگا ڈیم کی وسیع و عریض جھیل کے کنارے ایک پہاڑی غیر محسوس طور پر اپنی جگہ سے سرک رہی تھی۔ پہاڑی کے اوپر اگے ہوئے چھوٹے چھوٹے درخت اور جھاڑیاں عجیب انداز سے جھیل کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ مختلف جگہوں پر لمبی لمبی دراڑیں بھی نظر آنے لگی تھیں لیکن میگا ڈیم کی انتظامیہ ان تبدیلیوں سے بے خبر تھی۔ نگرانی کے آلات چار میل کے دائرے کے اندر ہی کام کر سکتے تھے۔ وارننگ سسٹم بھی اس جگہ سے تین میل کے دائرے تک کی ہی خبر دیتا تھا۔ صبح کی دھند غائب ہو چکی تھی اور آہستہ آہستہ سورج نمودار ہو رہا تھا۔ اس وقت بھی جھیل کے کنارے والے پانی میں ایک عجیب قسم کا ارتعاش محسوس کیا جا سکتا تھا۔ بہر حال صاف و شفاف صبح بظاہر ابھی پرسکون تھی...... ہاں کئی سو فٹ کی بلندی پر اڑتا ہوا ایک عقاب بے چین ہو کر چیخ رہا تھا۔ نجانے کیوں؟

☆☆☆

کین اور چک بڑی تیز رفتاری سے اولمپیا کی طرف جا رہے تھے۔ چک اپنی مرسڈیز خود ڈرائیو کر رہی تھی۔ کین اپنا زخمی بازو سنبھالے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ وہ تقریباً دو گھنٹے سے سفر کر رہے تھے۔ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔ آخر چک نے خاموشی کو توڑا۔ ''اگر ڈیم ٹوٹ گیا تو تمہارے خیال میں کیا ہو سکتا ہے؟''

کین نے سیٹ سے نیچے ہو کر کھسکتے ہوئے کہا۔ ''میں یقین کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتا۔ میرا اندازہ ہے کہ اس سے کینیڈا کے بہت سے قصبے تباہ ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے سیلاب امریکی علاقے میں داخل ہو کر واشنگٹن تک پہنچ جائے۔''

چک جانتی تھی کہ کین ان لوگوں میں سے ہے جو تکالیف اور مصائب کی آگ کو اپنے سینوں تک محفوظ رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگوں تک اس آگ کی کوئی چنگاری نہ پہنچ سکے۔ اس نے کہا۔ ''کین یہ تو تم نے بہتر سے بہتر امکانات کا اظہار کیا ہے بدتر خدشات کا اظہار تم نے نہیں کیا۔''

''چک...... بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ تنکوں کا کھیل ہے۔ تھیوری بتاتی ہے کہ اگر کسی بڑے آبی منصوبے میں ایک ڈیم تباہ ہو جائے اور دوسرے ڈیم اترائی میں واقع ہوں تو سب کے سب تباہ ہو جائیں گے۔''

چک کی آنکھوں میں خوف کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''کیا کولمبیا کے منصوبے کے ساتھ بھی ایسا ہو سکتا ہے؟''

کین نے ایک طویل کش لیا اور بولا۔ ''ہاں اس علاقے میں ڈھلوان بہت زیادہ ہے۔ خاص طور پر میگا ڈیم سے بین الاقوامی سرحد تک دریا تیزی سے نیچے اترتا ہے۔ تقریباً دو منٹ فی میل کی رفتار سے۔''

اس سے پہلے کہ چک کچھ کہتی، عقب سے ایک پیلے رنگ کی گاڑی آئی اور ان کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگی۔ کین نے غور سے گاڑی میں بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھا۔ ان کی نیت کچھ ٹھیک دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ریوالور صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''چک اس گاڑی کو آگے مت نکلنے دینا۔''

چک بھی صورت حال کو بھانپ چکی تھی اس نے اچانک ایکسیلیٹر پر پاؤں دبا دیا۔ دوسری گاڑی والوں نے بھی رفتار تیز کر دی۔ دونوں گاڑیاں ساتھ ساتھ پوری رفتار سے بھاگی جا رہی تھیں۔ کین نے دیکھا چک کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔ پیلی گاڑی نے دو دفعہ ان کو سائیڈ مارنے کی کوشش بھی کی لیکن چک نے بڑی ہوشیاری سے سٹیرنگ سنبھال رکھا تھا۔ کین نے اس کی ہمت بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''چک رفتار کم نہ کرنا۔'' ذرا ہی دیر میں مرسڈیز پیلی گاڑی سے آگے نکل گئی۔ وقتی طور پر پیلی گاڑی پیچھے رہ گئی تھی لیکن وہ پوری

رفتار سے تعاقب جاری رکھے ہوئے تھی۔ تقریباً تین میل تک دونوں گاڑیاں اسی طرح بھاگتی رہیں۔ اب پہلی گاڑی پھر آہستہ آہستہ ان کے نزدیک ہو رہی تھی۔ کین تیزی سے اس مسئلے کا کوئی حل ڈھونڈ رہا تھا۔ اس نے چک کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر اسے عجیب قسم کے تاثرات نظر آئے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی خطرناک فیصلہ کر چکی ہے۔ سامنے ایک پل نظر آ رہا تھا پل بہت زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ چک نے پل کے سامنے جا کر بریک لگا دی اور پوری رفتار سے بھاگتی ہوئی گاڑی چند گز دور جا کر رک گئی۔ چک نے گاڑی اس طرح روکی تھی کہ اب پل پر سے کسی دوسری گاڑی کا گزرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ پیچھے آتی ہوئی گاڑی کے ڈرائیور نے حواس باختہ ہو کر اپنی گاڑی پہلے دائیں اور پھر بائیں طرف کاٹی پھر گاڑی ہوا میں اڑتی ہوئی دریا میں جا گری۔ گرنے سے پہلے گاڑی شاید پل کے جنگلے سے بھی ٹکرائی تھی۔ اس تصادم کی آواز ابھی تک کین کے کانوں میں گونج رہی تھی کین اس کی جرات اور حاضر دماغی سے بہت متاثر نظر آ رہا تھا۔ اس نے چک کو دلاسہ دیا لیکن اب چک نے گاڑی چلانے سے انکار کر دیا۔ اس کا جسم بری طرح لرز رہا تھا۔ کین نے اس کی حالت محسوس کرتے ہوئے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

درمیانی رفتار سے چلتے ہوئے وہ سہ پہر کے وقت ریاستی دارالحکومت اولمپیا کی حدود میں داخل ہو گئے۔ ویک اینڈ شروع ہونے کی وجہ سے تمام دفاتر خالی نظر آ رہے تھے۔ اکا دکا اصحاب اپنا کام سمیٹنے میں مصروف تھے۔ کین جہاں کہیں بھی گیا اس کو ایسی نظروں سے دیکھا گیا جیسے وہ کوئی دیوانہ ہے۔ بھلا ہفتے کے آخری دن اور وہ بھی شام ساڑھے چار بجے کوئی ایسے جھنجھٹ میں کب الجھنا پسند کرتا! ہر شخص نے اسے کسی دوسرے شخص کا راستہ دکھایا۔ یہ تو بہتر ہوا اس کے پاس وفاقی حکومت کا شناختی کارڈ موجود تھا ورنہ کوئی اسے دفتر کے اندر بھی نہ گھسنے دیتا۔ آخر ایک گھنٹہ جوتیاں چٹخانے کے بعد کین کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور وہ انتہائی ٹینشن کے عالم میں سیدھا گورنر کے دفتر میں گھس گیا۔

ریاست کی گورنر گلوریا کولن ویک اینڈ گزارنے کے لئے صبح سویرے ہی اپنے آبائی شہر کو پرواز کر چکی تھی بہرحال اس کی اسسٹنٹ سویٹ موجود تھی۔ ''سویٹ'' اپنے نام کے برعکس کرخت چہرے والی ایک سخت گیر عورت تھی اس کی عمر کوئی پینتیس سال رہی ہو گی۔ کین نے تمام خدشات کو بالائے طاق رکھ کر شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی سویٹ کے گوش گزار کر دی۔ اس میں کوئی ایک گھنٹہ صرف ہوا۔ چک کہیں کہیں کین کی مدد کرتی رہی۔ جب وہ اپنی کہانی مکمل کر چکا تو سویٹ نے ایک طویل سانس لی اور بولی۔ ''حیرت انگیز! ناقابل یقین!''

''لیکن بالکل سچی!'' کین نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

سویٹ نے کہا۔ ''اگر تمہارے پاس محکمے کا شناختی کارڈ نہ ہوتا تو شاید میں تمہیں دفتر سے باہر پھینکوا دیتی۔ میں بے تکلفی سے کہہ رہی ہوں کہ تمہاری اس فلمی مناظر سے بھرپور کہانی پر کوئی مشکل سے ہی یقین کرے گا۔ مجھے اس وقت سمجھ نہیں آ رہی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ مسٹر کین کیا تمہارے پاس اپنے بیان کا کوئی ثبوت ہو گا؟''

چک نے کہا۔ ''آپ سیاٹل کے ہسپتال میں فون کر کے دریافت کر لیں۔ اس کے علاوہ ریاستی پولیس سے بھی معلوم کر لیں وہ یقیناً اب تک منسکو لی دریا میں گرنے والی کار کے بارے میں جان چکے ہوں گے۔''

سویٹ نے سرد مہری سے کہا۔ ''اس سے کیا ثابت ہو گا۔ یہی نا کہ تمہارا ساتھی ہسپتال میں زیر علاج رہا ہے اور یہ کہ تم دونوں ہائی وے پر پیش آنے والے ایک حادثے کے چشم دید گواہ ہو۔''

کین غصے سے بولا۔ ''خدا کے لئے بیوقوفانہ باتیں مت کریں آپ۔'' اس نے دیکھا کہ سویٹ کے چہرے پر روشنی کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ ذرا سنبھلتے ہوئے اس نے نسبتاً دھیمے لہجے میں کہا۔ ''مس سویٹ! ذرا سوچیں ہم آپ کو غلط کہانی کیوں سنائیں گے۔ ہمیں اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر آپ تسلیم کرتی ہیں کہ میں وہی ہوں جو کہ

میں بتا رہا ہوں تو پھر آپ کو ایک لمحہ ضائع کئے بغیر میری کہانی کی تصدیق کرنی چاہئے اور جتنی جلد ہو سکے گورنر صاحب سے رابطہ قائم کرنا چاہئے۔ اگر کوئی قدم نہ اٹھایا گیا اور جلدی نہ اٹھایا گیا تو یاد رکھیں ہم سب لوگ نہایت خوفناک حالات کا شکار ہو جائیں گے۔"

سویٹ ٹٹولنے والی نظروں سے کین کو دیکھ رہی تھی۔ چک نے فیصلہ کن لہجے میں سویٹ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "آپ گورنر سے رابطہ قائم کرتی ہیں یا ہم کہیں اور جائیں؟"

سویٹ نے پوچھا۔ "اور کہاں جاؤ گے تم؟"

"نیویارک ٹائمز یا کہیں بھی" کین نے کہا۔ "مس سویٹ ہمارے پاس پھر یہ آخری حربہ ہوگا۔ اگر یہ خبر پریس میں چلی گئی تو صورت حال قابو سے باہر ہو جائے گی۔ لوگ پریشان ہو کر گھر بار چھوڑنا شروع کر دیں گے...... ہو سکتا ہے گنجان علاقوں میں بھگدڑ مچ جائے۔ اس سے بہت سا جانی اور مالی نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ دیکھئے مس سویٹ اس کہانی کا ایک کردار پہلے ہی قتل کیا جا چکا ہے۔ نامعلوم لوگ ہم دونوں پر بھی دوبارہ قاتلانہ حملہ کر چکے ہیں۔ اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے، اس معاملے کو کسی انجام تک پہنچنا چاہئے۔"

سویٹ نے گہری سانس لی۔ "ٹھیک ہے مسٹر کین ہم ایک سمجھوتے پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ تمہاری کہانی درست ہے تو پھر تم دونوں کی زندگی کو سخت خطرہ لاحق ہے۔ اس صورت میں تمہارا تحفظ ضروری ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارے بیان کئے ہوئے واقعات سرے سے من گھڑت ہوں۔ بہر حال تمہاری کہانی کی تصدیق کے لئے مجھے کچھ وقت چاہئے۔ تصدیق کے بعد ہی میں گورنر سے رابطہ قائم کرسکوں گی۔"

"ہمیں منظور ہے۔" کین اور چک دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ سویٹ اٹھ کر

ٹیلی فون کی طرف بڑھی۔ اس نے کہا۔ "میں تم دونوں کو ہوٹل میں ٹھہرانے کا انتظام کر رہی ہوں۔ اگر تمہاری کہانی کی تصدیق ہوگئی تو میں فوراً گورنر سے رابطہ قائم کروں گی۔ دوسری صورت میں تمہارا ٹھکانہ جیل ہوگا۔ سمجھ گئے؟"

چک اور کین دونوں نے پھر اثبات میں سر ہلایا...... تھوڑی دیر بعد دونوں ایک ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے تھے ہوٹل کافی سنسان معلوم ہوتا تھا۔ کین نے سڑک کی طرف کھلنے والی کھڑکی کا پردہ ہٹا کر جھانکا۔ نیچے سڑک پر ایک پولیس کار کھڑی تھی۔ دو محافظ کار سے باہر ٹہل رہے تھے۔

☆☆☆

ڈینس پن پریز کی عمر تیس سال کے لگ بھگ تھی۔ وہ ایک سابق فوجی تھا۔ ملازمت کے دوران اس کو دو دفعہ ویت نام بھیجا گیا۔ اپنے ویت نام کے قیام کے دوران وہ اپنے ایک سیاہ فام ساتھی کے قتل میں ملوث ہو گیا۔ اس کے خلاف واضح ثبوت نہ مل سکے اور وہ کورٹ مارشل سے بچ گیا۔ بہر حال اسے واپس امریکہ بھیج دیا گیا۔ یہاں اس نے کئی سال بیروزگاری میں گزارے' پھر ایک نیم سرکاری ادارے کی طرف سے پن پریز کو معقول ملازمت کی پیش کش کی گئی۔ اس نے یہ ملازمت قبول کر لی۔ یہ پراسرار سی ملازمت تھی۔ پن پریز کو بس خطوط کے ذریعے ہی احکامات موصول ہوتے تھے اور ماہ بہ ماہ تنخواہ کے چیک ملتے تھے۔ زیادہ تر پن پریز فارغ ہی رہتا تھا۔ سال میں صرف چار پانچ مرتبہ اسے مختلف لوگوں سے ملنے کے لئے کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ زیادہ تر سیاستدان ہوتے تھے یا اعلیٰ عہدوں پر فائز سرکاری ملازم۔ جون کی اس دوپہر کو بھی اسے خاص احکامات موصول ہوئے تھے اسے فوری طور پر وینکوور پہنچنے کے لئے کہا گیا تھا۔

یہاں کے بلیو اسٹار ہوٹل میں رہ کر پن پریز کو کسی کا انتظار کرنا تھا۔ احکامات کے مطابق اس نے ایک ٹرک حاصل کر لیا تھا۔ ٹرک اس وقت ہوٹل کی پارکنگ میں تھا اور پن پریز خود ڈائننگ ہال میں بیٹھا تھا۔ پن پریز سے کہا گیا تھا کہ وہ ہر روز سات سے نو

بجے تک ہوٹل میں رہے اور احکامات کا انتظار کرے۔

ٹھیک نو بجے پن پریز ہوٹل سے نکلا اور ٹرک تک پہنچا۔ اس نے ٹرک کا دروازہ کھولا تو اس کا دھیان اگلی سیٹ پر گیا۔ سیٹ پر لال رنگ کا مخصوص لفافہ موجود تھا۔ پن پریز نے جلدی سے ٹرک میں گھس کر لفافہ کھولا۔ اس نے خط کی تحریر کو غور سے پڑھا اور پھر احکامات پر عمل درآمد کے لئے تیار ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کا ٹرک شہر سے نکل کر مضافاتی علاقے میں بگ بینڈ ہائی وے پر دوڑ رہا تھا۔ 27 ویں میل پر پہنچ کر اس نے بائیں طرف دیکھا ایک چھوٹی سی خالی سڑک دور تک چلی گئی تھی۔ اس نے ٹرک اس سڑک پر ڈال دیا۔ تقریباً پانچ میل کے بعد اس نے ایک جگہ ٹرک کو روک دیا۔ ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ دائیں طرف نشیب میں ایک خالی جگہ دکھائی دی۔ وہاں پر پلائی وڈ کا بنا ہوا ایک کیبن نظر آ رہا تھا۔ وہ ٹرک سے اتر کر کیبن کی طرف بڑھا۔ دروازہ کیلوں سے بند تھا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے اندر جھانکا۔ وہاں آتش گیر مادے کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ڈائنامیٹ سٹکس بموں کے فیوز اور بے شمار تھیلے نظر آ رہے تھے وہ ان تمام چیزوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ جب وہ ویت نام میں تھا تو ہر وقت ان ہی چیزوں سے اس کا واسطہ رہتا تھا۔ اس نے ہدایت کے مطابق جلدی جلدی یہ چیزیں کیبن سے ٹرک میں منتقل کرنا شروع کر دیں۔ کیبن کو خالی کرنے کے بعد وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا اور ٹرک کو موڑ کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شہر پہنچ کر وہ ایک بازار میں رکا۔ وہاں اس نے کچھ ضروری سامان خرید کر تھیلے میں ڈالا اور واپس ہوٹل پہنچ گیا۔ ٹرک کو پارکنگ میں کھڑا کر کے اس نے خریدے ہوئے سامان کا تھیلا اٹھایا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔

جولائی کی تین تاریخ تھی اور سہ پہر کے تین بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔

☆☆☆

کین ہوٹل کے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا چک بھی اسی کے کمرے میں موجود تھی۔ وہ کرسی پر بیٹھی ہوئی ایک گھنٹے سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ آخر اس نے ہمت کر کے پوچھا۔ ''کین مجھے بتاؤ آخر کیا سوچ رہے ہو؟''

کین نے صوفے پر گرتے ہوئے کہا۔ ''چک میں ان حالات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جو پچھلے چند دن میں مجھے پیش آئے ہیں۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا اندازہ درست تھا۔ میگا ڈیم جھیل کی سلائیڈ سے نہ صرف میگا ڈیم بلکہ کولمبیا دریا کے پورے منصوبے کو خطرہ لاحق ہے اور حکومت کے اندر کچھ لوگ اس خوفناک حقیقت کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں ہیلران کو قتل کیا کیونکہ وہ میرے ساتھ تعاون کر رہا تھا۔ اس کے بعد جب ہم نے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرنے کا سوچا تو انہوں نے ہمیں راستے میں ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ ہم متعلقہ لوگوں سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے باوجود ہماری بات پر یقین نہیں کیا گیا اور ''حفاظت'' کے بہانے ہمیں اس الگ تھلگ جگہ پر قید کر دیا گیا ہے۔''

چک نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''لگتا ہے وہ لوگ چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہو جائے۔ بعد میں وہ اسے قدرتی عمل قرار دے کر جان چھڑا لیں گے۔''

کین نے چک سے اتفاق نہیں کیا۔ اس نے کہا۔ ''میرے خیال میں ایسا نہیں ہے۔ اگر سلائیڈ گرتی ہے تو ان پر الزام ضرور آتا ہے کیونکہ ڈیم کی تعمیر سے پہلے سروے کے دوران کینیڈین ماہرین نے سلائیڈ کی موجودگی کا وضاحت سے ذکر کیا تھا۔ میرا

اندازہ ہے ڈیم کی تعمیر کے وقت حکام کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ کسی وقت سلائیڈ گرنے سے ایسی صورت حال پیدا ہوسکتی ہے کہ کولمبیا دریا کے تمام ڈیمز کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ ہونے والی تحقیق کے دوران یہ بات بھی سامنے آئی کہ اگر کسی وقت میگا ڈیم جھیل میں کوئی سلائیڈ گر گئی تو اس سے ایسی لہر پیدا ہوسکتی ہے۔ جس سے تمام ڈیمز کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے لیکن اب بہت دیر ہوچکی تھی۔ کم از کم کولمبیا سسٹم کے سلسلے میں تو کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ماہرین نے مکمل خاموشی سادھ لی۔'' چک پوری توجہ سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ کین نے سگریٹ کا ایک طویل کش لیا اور دھوئیں کو فضا میں بکھیرتے ہوئے بولا۔'' میرے خیال میں اب ان لوگوں کے پاس دو راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ سلائیڈ کو آہستگی سے اس طریقے سے گرائیں کہ جھیل میں کوئی بڑی لہر پیدا نہ ہو۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ سپل وے اور نکاسی کی تمام سرنگوں کو کھول دیں اور جتنی جلدی ہوسکے جھیل میں پانی کی سطح کم کرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح ممکن ہے کہ سلائیڈ کو گرنے سے روکا جاسکے، لیکن اگر وہ جھیل کو خالی کریں گے تو اس سے بھی ان کا راز چھپا نہیں رہ سکے گا۔ لوگ یہ سوچیں گے کہ پانی کے اتنے قیمتی ذخیرے کو ضائع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور میرے خیال میں یوں بھی اب اس کام کے لئے بہت دیر ہوچکی ہے۔ مجھے یاد ہے جب ''وائنٹ'' ڈیم کا حادثہ پیش آیا تھا اس وقت سلائیڈ گرنے سے دو ہفتے قبل ہی پانی کے اخراج کے تمام راستے کھول دیئے گئے تھے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ ہیلران کی فائل کے مطابق میگا ڈیم سے پانی کے اخراج کی زیادہ سے زیادہ رفتار 246000 کیوبک فٹ فی سیکنڈ ہے لیکن ڈیم کو بچانے کے لئے اس سے کم از کم پانچ گنا اخراج کی ضرورت ہے اور دنیا میں کوئی ایسا طریقہ نہیں جس سے وہ اتنے اخراج کو ممکن بنا سکیں۔ یہ ناممکن ہے.....'' پھر اچانک کین کی آنکھوں میں دہشت کے آثار نظر آنے لگے اور اس کا چہرہ یکدم زرد ہوگیا۔ اس کے تصور کی آنکھوں نے اس کو جو منظر دکھایا وہ اس کے ہوش اڑانے کے لئے کافی تھا...... ہاں، یہی طریقہ ہوسکتا ہے جس سے

میگا ڈیم کی جھیل میں کوئی بڑی لہر پیدا ہونے سے روکی جاسکتی ہے۔ یہی طریقہ ہے جس سے کولمبیا منصوبے کے دوسرے ڈیمز کو محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ ایک بڑی تباہی سے بچنے کے لئے چھوٹی تباہی کا منصوبہ۔

چک نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔'' کین کیا سوچ رہے ہو تم کیا اندازہ لگایا ہے تم نے؟''

کین نے سرگوشی میں کہا۔'' چک، وہ لوگ میگا ڈیم کو بم سے اڑانے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔''

☆☆☆

پن پریز کمرے میں داخل ہوا تو فرش پر سرخ رنگ کا ایک اور لفافہ پڑا ہوا تھا اس نے نئی ہدایات کو غور سے پڑھا اور پھر تھیلا کھول کر تیزی سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ وہ اپنے ساتھ چھ عدد ٹائم پیس لے کر آیا تھا۔ اب وہ ان میں اس طرح تبدیلی کر رہا تھا کہ ان کو ڈائنامیٹ سٹکس کے ساتھ منسلک کر کے ٹائم بم تیار کئے جاسکیں۔ وہ رات گئے تک مصروف رہا۔ اس کے بعد اس نے تمام سامان تھیلے میں ڈالا اور واپس ٹرک میں آ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا ٹرک تیز رفتاری سے شہر سے باہر جانے والی سڑک پر دوڑ رہا تھا۔ رات پچھلے پہر چار بجے وہ بورڈ کے قصبے میں پہنچ چکا تھا۔ یہاں سے وہ ساحل سمندر کی طرف جانے والی سڑک پر مڑ گیا۔ دس منٹ کے سفر کے بعد وہ ساحل پر پہنچ چکا تھا۔ دن کے وقت ساحل کے اس حصے پر پکنک منانے والوں کا کافی رش ہوتا تھا لیکن اس وقت ساحل سنسان تھا۔ پن پریز نے ٹرک کو پارکنگ میں کھڑا کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی ڈیوٹی ختم ہوگئی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تھوڑی دور ایک لائٹ ہاؤس نظر آ رہا تھا۔ لائٹ ہاؤس کے دونوں اطراف دو گن ٹاور تھے۔ یہ گن ٹاور شاید دوسری جنگ عظیم کے دوران تعمیر کئے گئے تھے۔ پن پریز کو اب ان میں سے ایک گن ٹاور کے اوپر قیام کرنا تھا۔ پروگرام کے مطابق اگلے روز یعنی پانچ جولائی کو ایک کشتی نے اس کو یہاں سے لے

کر جانا تھا......لیکن پانچ جولائی ابھی بہت دور تھی۔ ابھی تو چار جولائی کی قیامت خیز صبح کا سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔

پن پریز سیڑھیاں چڑھ کر ٹاور کی اوپری منزل پر پہنچ گیا وہاں اس نے ساحل کی طرف نگاہ دوڑائی۔ دور کسی گاڑی کی روشنی نظر آ رہی تھی۔ گاڑی سیدھی پن پریز کے ٹرک کے پاس پہنچی پھر اس میں سے دو سائے برآمد ہوئے اور تیزی سے ٹرک کا سامان گاڑی میں منتقل کرنے لگے۔

اچانک پن پریز کے ذہن میں ایک عجیب خواہش پیدا ہوئی۔ اس نے آج تک یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کن لوگوں کے لئے کام کر رہا ہے؟ وہ کیسے ہیں؟ ان کے مقاصد کیا ہیں۔ اس وقت نجانے کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ان لوگوں کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کی جائے۔ ان کو قریب سے دیکھا جائے۔ اس خیال کے تحت وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آ گیا۔ ٹاور کے ٹوٹے ہوئے دروازے کے سوراخ سے اس نے اردگرد کا جائزہ لیا پھر بڑی احتیاط سے باہر نکل آیا۔ پارکنگ شیڈ کی دیوار کوئی سو گز کے فاصلے پر تھی۔ ابھی کافی اندھیرا تھا۔ وہ مختلف چیزوں کی آڑ لیتا ہوا پارکنگ شیڈ کے عقب میں پہنچ گیا۔ وہاں سے ٹرک صرف دس فٹ کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ ٹرک سے سامان اتارنے والوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھی۔ پن پریز نے احتیاط سے سر نکال کر دیکھا۔ پک اپ گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ سفید بالوں والا ایک شخص بیٹھا ہوا تھا دروازے کے قریب ایک دوسرا شخص کھڑا تھا اور وہ دونوں گاڑی کی روشنی میں ایک کاغذ پر جھکے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔

پن پریز نے غیر ارادی طور پر ان کی گفتگو کی طرف کان لگا دیئے۔ گفتگو میں بار بار ڈیم اور آتش گیر مادے کا ذکر آ رہا تھا۔ چند منٹ بعد پن پریز اس خوفناک حقیقت سے آگاہ ہو چکا تھا کہ کچھ لوگ میگا ڈیم کو دھماکے سے اڑانے جا رہے تھے۔ وہ سانس روکے اپنی جگہ کھڑا رہا۔ جب تھوڑی دیر بعد پک اپ اسٹارٹ ہو کر جنوب کی طرف روانہ

ا تو پن پریز اپنی جگہ سے نکلا اور ساحل کے ساتھ ساتھ سڑک پر بھاگنے لگا۔ تھوڑی دیر
ہ ایک پٹرول پمپ سے کسی کا ٹیلی فون نمبر ملا رہا تھا۔

☆☆☆

صبح ابھی بہت دور تھی لیکن مشرق کی طرف افق پر ہلکی سی سفیدی نمودار ہو رہی تھی۔
ڈیم جھیل کے کنارے متاثرہ پہاڑی کی دراڑیں اب خوفناک حد تک پھیل گئی تھیں۔
جگہوں سے زمین اندر کی طرف دھنس گئی تھی۔ درخت اور پودے عجیب انداز سے
ن کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ تمام چرند پرند پہاڑی کو چھوڑ چکے تھے......شاید وقت
ب آ چکا تھا۔ پہاڑی سے دو میل ڈیم کی طرف ایک جدید قسم کی الیکٹرک بوٹ جھیل
یم تاریک سطح پر خاموشی سے محوسفر تھی۔ بوٹ میں سیاہ کپڑوں میں ملبوس چار نقاب
تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے رن وے پر سوراخ کیا تھا۔ اب ان کی منزل میگا
ی۔ جو جہاز ان کو یہاں لے کر آیا تھا وہ چند میل دور ان کی واپسی کا انتظار کر رہا
پروگرام کے مطابق یہاں سے فارغ ہو کر ان کو سیدھا میکسیکو سٹی پہنچنا تھا۔ وہاں
ان کے معاوضے کا بقایا نصف ادا کیا جانا تھا۔ اس کے بعد پائلٹ سمیت ان پانچوں
ف علاقوں میں روپوش ہو جانا تھا لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ جہاز کے اندر
آلہ چھپا دیا گیا ہے۔ جوں ہی جہاز کا انجن دوسری مرتبہ اسٹارٹ ہو گا پائلٹ سمیت
چاروں کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ یوں وہ روپوش تو ہو جائیں گے لیکن اس انداز
یں جس سے وہ چاہتے ہیں۔

☆☆☆

وہ 4 جولائی کی خنک صبح تھی۔ 8 بجکر 55 منٹ ہوئے تھے دنیا کا سب سے بڑا
یگا، اس کی جھیل اور اردگرد کا تمام علاقہ حسب معمول دھند کی چادر میں چھپا ہوا تھا
ل طرف خاموشی تھی۔ صرف ڈیم کا منتظم اعلیٰ انجینئر ٹیلر بند کے اوپر چہل قدمی کر رہا
یہ اس کا دستور تھا۔ وہ ہر صبح دفتر سنبھالنے سے پہلے بند کے اوپر گھوم پھر کر حالات کا

جائزہ لیا کرتا تھا۔ دور سے دیکھنے پر وہ اس دیوہیکل بند کے اوپر ایک چیونٹی کی طرح نظر آ رہا تھا۔ جھیل اس کے بائیں طرف تھی اور دائیں طرف نشیب میں نئے تعمیر شدہ پاور ہاؤسز تھے۔ یہ پاور ہاؤسز بھی دنیا میں سب سے بڑے شمار کئے جاتے تھے۔ بند کے درمیان پہنچ کر اچانک اسے سامنے سڑک پر ایک ابھار سا دکھائی دیا۔ پہلے تو اس نے خاص غور نہیں کیا لیکن جب اس نے قریب سے دیکھا تو اسے ابھار بالکل گولائی میں نظر آیا۔ وہ اس جگہ سڑک پر ہاتھ پھیر کر دیکھنے لگا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی سوراخ میں مٹی بھری ہوئی ہے۔ اس نے جیکٹ سے چھوٹا چاقو نکالا اور اس کے پھل سے اس جگہ چھیڑا۔ چاقو بڑی آسانی سے اندر گھس گیا۔ اس نے مٹی نما چیز کو ہٹایا تو اندر سے سیاہ رنگ کا پاؤڈر سا نکلنے لگا۔ تب اس کی نظر بائیں جانب اٹھی اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سوراخ اکیلا نہیں تھا۔ اس قسم کے کم از کم دو درجن سوراخ اور بھی موجود تھے۔ یہ سوراخ بند کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک چار چار فٹ کے فاصلے پر دو قطاروں میں کھدے ہوئے تھے۔

اچانک اس کے چاقو کا پھل کسی سخت چیز سے ٹکرایا۔ اس نے جلدی سے اپنی انگلیاں سوراخ میں داخل کیں...... اور پھر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ جھٹکے کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو گیا اس کی انگلیوں نے جس چیز کو چھوا تھا وہ کسی بم کا فیوز تھا۔ وہ ان سینکڑوں بار دیکھ چکا تھا، استعمال کر چکا تھا۔ وہ اس سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ مڑا پوری قوت سے بھاگنے لگا...... جس وقت دھماکہ ہوا وہ زیادہ سے زیادہ دس فٹ دور ہو گا۔ وہ ایک انتہائی خوفناک دھماکہ تھا۔ اس سے پہلے کہ چیف انجینئر محسوس کرتا کہ دھماکہ ہوا ہے، اس کا جسم اور دماغ ہزار ہا ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔

ایک پرہول گونج سے اردگرد کا علاقہ لرز اٹھا۔ بند میں ایک گہرا شگاف نمودار ہو چکا تھا۔ میگا ڈیم کی وسیع و عریض جھیل حرکت میں آ چکی تھی۔ جھیل کا پانی حیرت انگیز رفتاری سے شگاف میں سے گزر رہا تھا۔ ٹھہرے ہوئے پرسکون پانی کی خاموشی طا

ہیبت شور کو جنم دے رہی تھی۔ دھماکے کے وقت شگاف 24 فٹ چوڑا اور تقریباً ڈیڑھے سترہ فٹ گہرا تھا۔ پانی کے زبردست دباؤ نے اس شگاف کو دس سیکنڈ کے اندر 45 فٹ چوڑا اور 30 فٹ گہرا کر دیا۔ گزرنے والا ہر لمحہ اس شگاف کو وسیع تر کر رہا تھا، دنیا کا سب سے بڑا ڈیم ٹوٹ رہا تھا...... رکاوٹیں دور ہو رہی تھیں۔ پابندیاں اٹھ رہی تھیں۔ کوئی لمحہ جاتا تھا کہ ''پانی کا دیو'' آزاد ہونے کو تھا۔ سپل وے کے کنٹرول روم میں کام کرتے ہوئے کارکن چیختے چلاتے باہر نکلے۔ ان کے قدموں کے نیچے زمین بری طرح لرز رہی تھی۔ ان کے سامنے بند کے اوپر تک جاتی ہوئی سیاہ سڑک تھی وہ پھٹی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ سڑک ٹوٹ رہی تھی۔ جھاگ اڑاتے ہوئے پانی کا ریلا لمحہ لمحہ سڑک کو کھا رہا تھا۔ وہ اس ہیبت ناک منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے واپس کنٹرول روم کی طرف دوڑے۔ وہ جان چکے تھے کہ کیا ہونے والا ہے۔ بدترین صورتحال سے بچنے کا واحد راستہ یہی تھا کہ پانی کے اخراج کے تمام راستے کھول کر ڈیم کو بہنے سے بچایا جاتا...... لیکن بدترین واقعہ ابھی پیش آنا باقی تھا۔

ڈیم تباہ کرنے والوں نے یہ سوچ کر کارروائی کی تھی کہ اس سے جھیل خالی ہو جائے گی اور سلائیڈ کو گرنے سے روکا جا سکے گا لیکن ان کے اندازے غلط تھے۔ انہوں نے اپنے بدترین خدشات کو اپنے ہاتھوں حقیقت کا روپ دے دیا تھا...... سلائیڈ دھماکے والی جگہ سے بہت قریب واقع تھی۔ 100 پونڈ دھماکہ خیز مواد نے نہ صرف ڈیم میں شگاف پیدا کر دیا تھا بلکہ اس دھماکے سے جھیل میں ایک طاقتور لہر بھی پیدا ہوئی تھی۔ چند لمحے بعد یہ لہر جھیل میں اوپر کی طرف سفر کرتی ہوئی آٹھ میل دور سلائیڈ والی جگہ پر پہنچ چکی تھی۔ یہ لہر متاثرہ پہاڑی کے نچلے حصے سے ٹکرائی اگرچہ لہر میں بہت طاقت نہیں تھی لیکن سلائیڈ کے لئے اتنی ہلچل ہی کافی تھی۔ ایک خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ پہاڑی حرکت میں آ گئی۔ پہاڑی کا متاثرہ حصہ سوا دو میل لمبا، پونے دو میل اونچا اور تقریباً 800 فٹ گہرا تھا۔ پتھر اور مٹی کی یہ 900 ملین ٹن وزنی دیوار یک لخت پہاڑی سے علیحدہ ہو کر

میگا ڈیم جھیل میں جا گری۔

سلائیڈ کے گرنے سے جھیل میں پانی 745 فٹ اوپر تک اچھلا۔ جھیل کی چوڑائی کے برابر ایک خوفناک لہر پیدا ہوئی اور انتہائی تیزی کے ساتھ ڈیم کی طرف بڑھی۔ لہر کا ایک حصہ مغربی کنارے کی پہاڑی سے ٹکرا کر اچھلا۔ جب یہ پانی دوبارہ جھیل میں گرا تو اس سے ایک اور لہر پیدا ہوئی اور پہلے والی بڑی لہر کے پیچھے چل دی۔ بڑی لہر 150 میل فی گھنٹہ کی طوفانی رفتار سے ڈیم کی طرف بڑھ رہی تھی جس وقت یہ لہر ڈیم سے ٹکرائی دھماکہ ہوئے چار منٹ ہو چکے تھے۔ لہر کے سامنے ڈیم نہایت کمزور مزاحمت پیش کر سکا۔ لہر کا سامنے کا حصہ ڈیم سے 500 فٹ بلند تھا۔ ڈیم کی اوپری سطح کنکریٹ کی تھی اس وقت سطح پر 20 ٹن فی مربع فٹ کے حساب سے دباؤ پڑ رہا تھا۔ چند لمحوں میں بند کی مدافعت ختم ہو گئی۔ پورے کا پورا بند اپنی بنیادوں سے اکھڑ کر آگے کی طرف جھک گیا۔ جب لہر کا اوپری حصہ ڈیم کو 500 فٹ کی بلندی سے عبور کرتا ہوا سپل وے سے ٹکرایا تو آدھ میل لمبا سپل وے گتے کے بوسیدہ ٹکڑے کی طرح اپنے بائیں کنارے سے علیحدہ ہو گیا۔ ڈیم بتدریج آگے کی طرف جھک رہا تھا......

اور پھر دوسری لہر ڈیم پر پہنچ گئی۔ جونہی یہ لہر ڈیم سے ٹکرائی ایک اور بڑا شگاف نمودار ہوا۔ پانی کا وحشت ناک دیو چنگھاڑتا ہوا ڈیم کے قلب میں گھس گیا۔ چند لمحے بعد میگا ڈیم کا پورا ڈھانچہ مٹی اور پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ تمام مصنوعی بندشیں کھل چکی تھیں۔ فطرت آزاد تھی۔ وہ پانی تھا یا کوئی بلا تھی، لہر تھی یا کوئی فلک بوس دیوار تھی۔ اس کی اونچائی 620 فٹ تھی اس کی رفتار 96 میل فی گھنٹہ تھی اور اس کے پیچھے ایک وسیع و عریض جھیل چلی آ رہی تھی۔ اس نے کولمبیا سے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا اور اس کی منزل 1000 میل دور بحرالکاہل تھی۔ اس وقت نو بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔

☆☆☆

صبح ٹھیک پونے سات بجے وینکوور میں رائل کینیڈین پولیس سٹیشن پر موجود ڈیوٹی آفیسر نے ایک ٹیلی فون کال سنی۔ یہ کال اس کی غیر موجودگی میں خود بخود ریکارڈ ہو گئی تھی۔ کال اس طرح تھی۔ "گڈ مارننگ میرا نام ڈینس پن پریز ہے۔ آج صبح نو بجے ڈیم پر ایک طاقتور بارودی دھماکہ ہو گا۔ ڈیم مکمل طور پر تباہ ہو جائے گا۔ میں یہ بات پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کیونکہ میں اس سازش کا ایک شریک ہوں۔ اس منصوبے کا ابتدائی کام میں نے اپنے ہاتھوں انجام دیا ہے۔ میں اس کارروائی کے خوفناک نتائج سے آگاہ ہوں لیکن میں اس وقت کچھ نہیں کر سکتا۔ میرے بس میں یہ ٹیلی فون کال تھی جو میں نے کر دی ہے۔ خدا کے لئے اپنا وقت مت ضائع کریں۔ اگر آپ کو میرے بیان کا ثبوت چاہئے تو وریک کے ساحلی پارکنگ میں آ جائیں۔ میں وہاں بائیں طرف والے گن ٹاور میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔" یہاں تک پہنچ کر کال کرنے والا شخص رک گیا۔ چند لمحے بعد اس کی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اب اس کے لہجے میں ایک عجیب طرح کا ٹھہراؤ اور سکون تھا۔ "ہیلو میرا خیال ہے میں آپ کو گن ٹاور پر نہیں مل سکوں گا...... شاید میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ کچھ لوگ مجھے دائیں بائیں سے گھیر رہے ہیں۔ بہت جلد میں قتل کر دیا جاؤں گا...... لیکن میں مطمئن ہوں میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔" اس کی آواز خوفناک ہو رہی تھی۔ "میرے ملک کو میرا سلام...... میری مٹی کو میرا پیار...... خدا کرے......" اس کے بعد خودکار رائفل کی تڑتڑ سنائی دی اور کال کرنے والے کی زندھی ہوئی آواز ایک گھٹی ہوئی چیخ میں بدل گئی۔

ڈیوٹی آفسر نے پہلے تو اس کال پر یقین نہیں کیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ کسی شرارتی شخص کی ڈرامہ نگاری ہے لیکن جب اس نے ٹیپ کو واپس گھما کر دوبارہ سنا تو اسے بولنے والے کے لہجے اور اس کی باتوں سے الجھن سی محسوس ہونے لگی۔ کچھ دیر بعد اس نے ایک پٹرول کار کو وریک کے ساحل کی طرف روانہ کیا۔ پھر اس نے ریول سٹاک میں پی سی ایم پی کے دفتر ٹیلی فون کیا اور ان سے صورتحال کی تصدیق کرنے کے لئے کہا۔

انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت ان کے پاس کوئی کار موجود نہیں؟ انہوں نے وعدہ کیا کہ جونہی کوئی کار واپس آئے گی وہ اسے اس کام پر بھیج دیں گے۔ ڈیوٹی آفیسر نے ان کو ہیلی کاپٹر استعمال کرنے کا مشورہ دیا لیکن انہوں نے بتایا کہ ہیلی کاپٹر محکمے کا کوئی اعلیٰ افسر اپنے کام کے لئے لے کر گیا ہوا ہے۔

سوا سات بجے ساحل پر بھیجی جانے والی کار کے آفیسر نے رپورٹ دی کہ یہاں ایک قریبی پٹرول پمپ میں نامعلوم افراد نے ایک شخص کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا ہے اور بعدازاں بم پھینک کر پٹرول پمپ کو اڑا دیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے بتایا کہ ساحل کی پارکنگ میں ایک ٹرک بھی کھڑا پایا گیا ہے اس ٹرک کے معائنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کو دھماکہ خیز مواد کی نقل وحرکت میں استعمال کیا گیا ہے۔ ڈیوٹی آفیسر نے اس رپورٹ کے موصول ہوتے ہی ریول سٹاک فون کیا اور ان کو بدلی ہوئی صورت حال کے بارے میں بتایا۔ ریول سٹاک والوں نے فوراً ایک کار میگا ڈیم کی طرف روانہ کر دی......لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔

☆☆☆

ایک طرف تو یہ بھاگ دوڑ جاری تھی اور دوسری طرف سفید بالوں والا ہوٹل کے اس کمرے میں اپنی آخری کارروائی میں مصروف تھا جہاں پن پریز کی رہائش تھی۔ وہ کمرے میں سے کچھ چیزیں اٹھا کر ان کی جگہ دوسری چیزیں رکھ رہا تھا۔ اس نے وہاں پر سے وہ نشان مٹا دیا تھا جس سے پن پریز کی اصلیت پر روشنی پڑ سکتی تھی۔ پھر اس نے کمرے میں یہاں وہاں کچھ ایسی چیزیں رکھ دیں جن کا پن پریز سے دور کا تعلق بھی نہیں تھا۔ اب پن پریز کے کمرے کو غور سے دیکھنے والے کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ یہ بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے کسی میکسیکن دہشت پسند کا کمرہ ہے۔ تمام کام مکمل کرنے کے بعد سفید بالوں والے نے دروازے کے قریب کھڑے ہو کر تنقیدی نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا پھر مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے اس نے باریک

سرجیکل دستانے اتارے اور باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ قریبی بس سٹاپ پر کھڑا ہوٹل کے مین گیٹ سے پولیس کی دو کاروں کو اندر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

میگا ڈیم کے ٹوٹنے کے ٹھیک چار منٹ بعد یعنی 9 بجکر 9 منٹ پر لہر ''میگا ٹاؤن شپ'' تک پہنچ گئی۔ وہ پانی کی ایک سیدھی دیوار تھی جو برق رفتاری سے ہر چیز کو ہڑپ کر رہی تھی۔ رہائشی مکانات' سیاحوں کے ہوٹل' تفریح گاہیں اور چرچ' ہر چیز آناً فاناً نگاہوں سے ۔ل ہو گئی۔ بجلی اور ٹیلی فون کے تار اور بلند و بالا کھمبے ایک لمحے کے لئے فضا میں لہرائے اور پانی میں روپوش ہو گئے۔ ہزاروں کی آبادی والے اس قصبے پر ذرا دیر میں ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ لہر تنگ وادی میں سفر کرتی پوری رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی۔ وادی کے دونوں کناروں سے بڑی بڑی سلائیڈز تیز رفتار پانی میں گر رہی تھیں۔ لہر کے راستے میں آنے والی ہر چیز اس کا حصہ بنتی جا رہی تھی۔ بڑے بڑے مکانوں جیسے تودے لہر میں کنکروں کی طرح بہہ رہے تھے۔ تناور درخت حقیر تنکوں کی طرح لہر کے ساتھ چل رہے تھے۔ ٹھیک 23 منٹ بعد نیا تعمیر شدہ ریول سٹاک ڈیم لہر کی زد میں آ چکا تھا۔ کنکریٹ اور مٹی کی بنی ہوئی اس پانچ سو فٹ اونچی دیوار نے اس وحشی لہر کو چند سیکنڈ کے لئے روکا۔ لہر پیچ و تاب کھا کر اچھلی اور بلند ہوتی چلی گئی اس جگہ لہر سے پیدا ہونے والا ارتعاش اور اس کی آمد کا نظارہ اس قدر ہیبت ناک تھا کہ کئی افراد خوف سے ہی مر گئے۔ صرف چودہ سیکنڈ بعد یہ ڈیم بھی گھٹنے ٹیک گیا۔ کروڑوں ڈالر کی مالیت کا پراجیکٹ ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ ملبے کا یہ ڈھیر لہر کے ساتھ شامل تھا اور لہر کی اونچائی برقرار تھی۔

☆☆☆

ریول سٹاک کے جس باشندے نے سب سے پہلے اس لہر کو دیکھا۔ اس کا نام ڈیان کٹلر تھا وہ ٹرانس کینیڈا ہائی وے پر ایسو پٹرول پمپ کا مالک تھا۔ اس کا پٹرول پمپ

شہر کے مغربی کنارے پر واقع تھا۔ وہاں سے دریائے کولمبیا پر بنا ہوا پل صاف نظر آتا تھا۔ پل کے پیچھے کافی دور تک دریا کا پاٹ بھی دکھائی دیتا تھا۔ کٹلر نے ابھی ایک سیاح کی گاڑی میں پٹرول ڈالا تھا۔ اب وہ ایک کپڑے سے ہاتھ صاف کر رہا تھا اور بے خیالی میں شمال کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اسے محسوس ہوا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اس کے قدموں کے نیچے زمین ہل رہی تھی۔ پہلے تو اس نے سمجھا شاید کوئی بڑا ٹریلر سڑک پر سے گزر رہا ہے لیکن جب اس نے سڑک پر نگاہ ڈالی تو کوئی گاڑی نظر نہیں آئی۔ تب اس نے محسوس کیا کہ زمین کی تھرتھراہٹ بڑھ گئی ہے۔ اس کے علاوہ دریا کی سمت سے ایک عجیب قسم کی گونج بھی سنائی دے رہی تھی۔ اس نے پھر شمال کی طرف دیکھا اور حیرت سے پلکیں جھپکانے لگا۔ دھند کا ایک بہت بڑا بادل قصبے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں فوری طور پر آیا کہ یہ کسی اچانک موسمی تبدیلی کی وجہ سے ہے۔ پھر گڑگڑاہٹ میں مزید اضافہ ہوگیا۔ تب اس نے دور دریا کے پل کو ٹوٹتے اور پانی کی ایک فلک بوس دیوار کو قریب آتے دیکھا...... آنکھیں دیکھ رہی تھیں لیکن ذہن یقین نہیں کر رہا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ بھاگتا لہر اس کے سر پر پہنچ چکی تھی......

چند سیکنڈ کے اندر لہر پورے شہر کے اوپر سے گزر گئی۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ چند لمحے پہلے یہاں ایک شہر آباد تھا۔ جہاں لوگ تھے۔ بلند و بالا عمارتیں تھیں۔ کارخانے تھے اور ایک ریلوے سٹیشن تھا جہاں دو گاڑیاں مسافروں سے بھری ہوئی کھڑی تھیں۔

لہر کا خوفناک سفر جاری تھا۔ ریول سٹاک کے شہر کو ہڑپ کرنے کے بعد لہر آگے بڑھ رہی تھی۔ دریا کی وادی یہاں پر کچھ کشادہ ہوگئی تھی اس لئے لہر کی بلندی نسبتاً کم ہوگئی لیکن ایسا صرف تھوڑی دیر کے لئے ہوا۔ آگے جا کر جب وادی تنگ ہوئی تو لہر پھر اپنی سابقہ بلندی پر پہنچ گئی۔ ریول سٹاک سے گزرنے کے چھ منٹ بعد لہر ''اپر ایرو'' جھیل پر پہنچ چکی تھی جھیل کے خاموش پانی میں ہلچل پیدا ہوئی اور لہر کی طاقت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

لہر کسی دیوہیکل مچھلی کی طرح اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کو ہڑپ کر رہی تھی۔ فارم، درخت، گرمائی جھونپڑیاں، چھوٹی کشتیاں، لوگ جانور اور پھر بارونق قصبے ماؤنٹ کارٹر، شلیڈ لے، گیلین، ناکپ، خوبصورت بستیوں کا نام و نشان مٹ رہا تھا اور کوئی وارننگ نہیں تھی...... کسی قسم کی اطلاع نہیں تھی۔ انسانی آبادیوں پر یہ لہر بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہو رہی تھی۔ بالائی جھیل کے بعد لہر کینلی سائیڈ ڈیم کی زیریں جھیل میں پہنچی اور پھر وہاں سے ایک نئے جوش کے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔ اب اس کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ حائل تھی۔ یہ رکاوٹ تھی کینلی سائیڈ ڈیم۔ کینلی سائیڈ ڈیم کولمبیا پر کینیڈا کا سب سے وزنی ڈیم تھا۔ اس ڈیم کی تعمیر میں دو طرح کا میٹریل استعمال کیا گیا تھا اس کا دو تہائی حصہ میگا ڈیم کی طرح کچا تھا۔ جب کہ ایک تہائی کنکریٹ کا تھا۔ میگا ڈیم کے مقابلے میں یہ ایک چھوٹا ڈیم تھا۔ اس کی اونچائی 250 فٹ تھی۔

لہر اب بالائی اور زیریں جھیل سمیت چار جھیلوں کی مشترکہ طاقت لئے ہوئے تھی...... بے پناہ قوت کے ساتھ لہر ڈیم سے ٹکرائی۔ پانی کئی سوفٹ اوپر اچھلا...... اور چند سیکنڈ بعد وہاں ''کینلی سائیڈ ڈیم'' نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ پلک جھپکتے میں ڈیم کا پختہ حصہ دوسرے حصے سے علیحدہ ہوگیا۔ پانی پوری رفتار سے اس وسیع شگاف کے اندر سے گزرا اور ڈیم ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ کینلی سائیڈ ڈیم سے گزرنے کے بعد دریا کی گزرگاہ پھر تنگ ہوگئی۔ گزرگاہ تنگ ہونے سے لہر کی اونچائی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ اب پانی فلک بوس دیوار کی صورت میں پوری حشر سامانیوں کے ساتھ امریکہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''کاسٹ لیگر'' نامی قصبے کے اوپر سے گزرتی ہوئی لہر ٹھیک دس منٹ بعد ''ٹریل'' کے شہر میں پہنچ گئی۔ خوش قسمتی سے اس شہر میں چند افراد لقمہ اجل بننے سے بچ گئے ''ٹریل'' کا ہوائی اڈہ وادی سے ہٹ کر ایک نسبتاً بلند سطح مرتفع پر واقع تھا۔ یہ ہوائی اڈہ لہر کی زد میں آنے سے محفوظ رہا۔ اس سے پہلے کہ لہر مکمل طور پر شہر کو ہڑپ کر جاتی اور برقی رو معطل ہو جاتی، ہوائی اڈے کے کنٹرول ٹاور پر موجود ایک اہلکار نے دہشت سے پھٹی

ہوئی آواز میں حادثے کی اطلاع دی۔ اس نے کہا ''میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ یہ بادل تو نہیں...... یہ تو پانی ہے۔ میرے خدا یہ کیا ہو رہا ہے...... پورا شہر برباد ہو گیا ہے کچھ باقی نہیں رہا۔ کچھ بھی نہیں بچا ہوگا۔'' اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اس کے یہ الفاظ ائرکینیڈا کے ایک جیٹ طیارے نے دوران پرواز سنے اور اس کے پائلٹ نے فوراً اس بارے میں وینکوور کے بین الاقوامی ہوائی اڈے کو آگاہ کیا جس وقت 640 فٹ بلند یہ خونی لہر کولمبیا کے چھوٹے سے سرحدی قصبے کو روندتی ہوئی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے اندر داخل ہوئی۔ کینیڈا اور امریکہ کے اعلیٰ حکام اس صدی کی سب سے تہلکہ خیز خبر سے آگاہ ہو چکے تھے۔

☆☆☆

اچانک ''کین'' اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے چہرے پر سخت بے چینی نظر آ رہی تھی۔ وہ ٹیلی فون کے قریب پہنچا پھر اس کی انگلی تیزی سے ڈائل پر گردش کرنے لگی۔ تھوڑی دیر پہلے وہ گورنر کے دفتر میں تیسری بار رنگ کر چکا تھا۔ وہاں سے کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا تھا۔ اس نے سویٹ سے بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا تھا۔ اب اس نے واشنگٹن میں مرکزی حکام سے رابطہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ریسیور کان سے لگائے گھنٹی کی آواز سنتا رہا پھر جھنجھلا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ ہفتہ واری چھٹی نے پورے ملک کو جام کر کے رکھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر وہ کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''چک، ہم یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتے۔ حالات بہت تشویش ناک ہیں۔ اگر ہمیں کچھ کرنا ہے تو ابھی کرنا ہوگا۔''

چک نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''کیا تمہارا ارادہ فرار ہونے کا ہے؟''

''ہاں۔'' کین نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اس کی نگاہیں تیزی سے کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ چک کھڑکی کے قریب کھڑی تھی۔ اس نے آگے جھک کر نیچے

سڑک پر دیکھا اور بولی۔ ''اوہ میرا خیال ہے وہ ادھر ہی آ رہے ہیں۔''

''کون ہیں وہ؟'' کین نے پوچھا اور پھر تیزی سے چلتا ہوا چک کے پاس پہنچ گیا۔ نیچے پارکنگ میں ایک کیڈلک نظر آ رہی تھی۔ پھر چند لمحے بعد گورنر کی اسسٹنٹ سویٹ گاڑی سے برآمد ہوئی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی عمارت میں داخل ہو گئی۔ چند لمحے بعد وہ دروازے پر اس کی دستک کی آواز سن رہے تھے۔ کین نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ سویٹ کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ اس نے اندر آتے ہی کہا۔ ''مسٹر کین آپ اپنا سامان لے لیجئے آپ کو اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہے۔ آپ کی ساتھی چک یہیں رہے گی۔''

چک نے تنک کر کہا۔ ''کیوں! میں کیوں یہاں رہنے لگی۔ میں اب تک کین کے ساتھ رہی ہوں، اب بھی اس کے ساتھ جاؤں گی۔''

سویٹ نے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے مس چک، میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔ مسٹر کین کو گورنر کے ساتھ ایک اہم میٹنگ میں شریک ہونا ہے۔ آپ یہاں مسلح محافظوں کی زیرنگرانی رہیں گی۔''

اچانک چک کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس نے چونک کر سویٹ کو گھورا۔ ''ہوں...... میں سمجھ گئی ہوں مس سویٹ، میگا ڈیم ٹوٹ گیا ہے...... خیر کچھ بھی ہو میں ایک صحافی اور اخبار کی نمائندہ ہوں۔ یہ میرا فرض اور میرا حق بھی ہے کہ میں اپنے ملک کو پیش آنے والے اہم ترین واقعات کے بارے میں جاننے کی کوشش کروں۔ تم مجھے اس حق سے محروم نہیں کر سکتیں۔'' وہ کین کی طرف مڑی۔ ''کین اسے بتاؤ کہ میں بھی ساتھ جاؤں گی۔''

سویٹ نے خشک لہجے میں کہا۔ ''مسٹر کین کو یہ فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ یہ قومی رازداری کا معاملہ ہے تم بہرصورت یہیں رہو گی۔'' کین نے نرمی سے چک کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ''چک جیسے یہ کہتی ہے ویسے ہی کرو۔ تم بہرحال یہاں زیادہ محفوظ

رہو گی۔" تھوڑی دیر بعد ان کی گاڑی برق رفتاری سے گورنر ہاؤس کی طرف جا رہی تھی۔

☆☆☆

صدر امریکہ وائٹ ہاؤس میں اپنے وسیع و عریض دفتر کے اندر بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔ نجانے اس دفتر میں رچرڈ نکسن اور جمی کارٹر سمیت کتنے صدر اس انداز میں ٹہلتے ہوئے عالمگیر مسائل پر غور کر چکے تھے لیکن اس وقت صدر امریکہ کو اپنی نوعیت کے عجیب و غریب مسئلے کا سامنا تھا۔ وہ بار بار رک کر اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ گورنر گلوریا کولن کی بہت عزت کرتے تھے۔ اپنی ذہانت اور سیاسی سوجھ بوجھ کی وجہ سے وہ صدر کی نظر میں خاص مقام رکھتی تھی لیکن اس وقت اس نے ایک عجیب خبر سنائی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے صدر کو بذریعہ فون ریاست واشنگٹن کے بارے میں اپنی تشویش سے آگاہ کیا تھا اور حفاظتی اقدامات کا مشورہ دیا تھا۔ اس وقت صدر عجیب مخمصے میں پھنسے ہوئے تھے......اور اب چند لمحے پہلے ان کو بحری نگرانی اور موسمیات کے قومی ادارے کی طرف سے یہ پیغام موصول ہوا تھا۔ صدر نے ایک بار پھر رک کر کاغذ کی تحریر کو پڑھنا شروع کیا۔

"مواصلاتی سیارے کی رپورٹ کے مطابق مرکزی برطانوی کولمبیا شدید ترین سیلاب کی زد میں ہے۔ ایف ڈی آر جھیل کے علاقے تک زبردست نقصانات کے آثار پائے جاتے ہیں۔ سیلاب "گرینڈ کولی" کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس معاملہ میں صدر امریکہ کی فوری توجہ کی ضرورت ہے۔" (این او اے اے ہوسٹن)

صدر کی پیشانی پر سوچ کی لکیریں پھیل گئیں۔ انہیں معلوم تھا ابھی ایک گھنٹے کے اندر اندر ذرائع ابلاغ کے نمائندے سرکاری بیان حاصل کرنے کے لئے وائٹ ہاؤس کے دروازے پر دھاوا بول دیں گے۔ انہوں نے کلائی کی گھڑی کی طرف دیکھا۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ وہ پرسوچ انداز میں چلتے ہوئے بلٹ پروف شیشے والی بیرونی کھڑکی کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ یہاں سے وہ مغربی لان کا سبزہ زار صاف دیکھ

سکتے تھے۔ جب انہوں نے رچ لینڈ کے ری ایکٹر کے بارے میں گلوریا کولن کے خدشات یاد کئے تو ان کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ صدر اچھی طرح جانتے تھے کہ وہاں پر ایٹمی فضلے کا بہت بڑا اسٹور ہے۔ یہ ایٹمی فضلہ اگر سیلاب کی زد میں آ گیا تو بہت سے خطرات کا پیش خیمہ ثابت ہو گا۔ اس کے علاوہ ری ایکٹر میں بھی یورینیم کی کچھ نہ کچھ مقدار موجود ہو گی۔ ری ایکٹر کو محفوظ کرنا بھی ضروری تھا۔ صدر کھڑکی میں سے لان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے۔ خوبصورت تتلیاں پھولوں پر رقص کر رہی تھیں۔ صدر کے خیالات کہیں اور پہنچ گئے۔ ان کے دل سے بے ساختہ دعا نکلی خدا کرے گرینڈ کولی ڈیم لہر کو روکنے میں کامیاب ہو جائے۔

☆☆☆

جب لہر ایف ڈی آر جھیل میں داخل ہوئی تو اس کی شکل قدرے تبدیل ہو گئی۔ براہ راست جھیل میں گرنے کے بجائے لہر اپنے شمالی کنارے کی طرف اچھل گئی۔ جب لہر کے پچھلے حصے میں پانی کا دباؤ زیادہ بڑھ گیا تو اگلے حصے میں ایک لہریہ سا پیدا ہو گیا۔ اس لہریے کی اونچائی کم از کم 200 فٹ تھی اور یہ اصل موج کے آگے آگے پوری رفتار سے سفر کر رہا تھا۔ یہ لہریہ ایک قوس کی شکل میں تھا۔ اس کے پچھلی طرف زبردست گرداب بن رہے تھے۔ یہ گرداب اور بھنور تیزی سے سفر کرتے ہوئے میلوں پیچھے تک جاتے تھے۔ دریا کی گزرگاہ کے دونوں کناروں سے باہر چوتھائی میل کے اندر آنے والی ہر چیز نیست و نابود ہو رہی تھی۔ جس وقت لہر ایف ڈی آر جھیل میں داخل ہوئی، سینکڑوں چھوٹی بڑی کشتیاں اور تفریحی بجرے پانی میں تیر رہے تھے۔ جھیل کے کنارے چھٹی منانے والوں کا ہجوم تھا۔ گرمائی جھونپڑیاں آباد تھیں اور ہر طرف میلے کا سماں تھا۔

اور پھر قیامت کی گھڑی آن پہنچی۔ پہلے دھند سی نظر آئی اور پھر ایک گونج سنائی دی۔ لوگ ابھی صورت حال کا جائزہ ہی لے رہے تھے کہ لہر ان کے سروں پر پہنچ گئی۔ بھاگنا تو دور کی بات ہے، بہت سے لوگوں کو چیخنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ اس سے پہلے کہ

وہ سمجھ سکتے کیا ہوا ہے، ہزاروں لاکھوں ٹن پانی ان کے سروں پر سے گزر گیا۔ پانچ ہزار افراد پلک جھپکنے میں لقمہ اجل بن گئے۔ صرف ایک تفریحی بجرہ غرقاب ہونے سے بچ گیا۔ اس بجرے پر سکول کے چار سو بچے سوار تھے۔ یہ بجرہ ڈوبنے کے بجائے ہراول موج کے اوپر سوار ہو گیا اور اس کے ساتھ ساتھ سفر کرنے لگا لیکن جلد ہی بجرہ موج کی پچھلی ڈھلوان پر پہنچ گیا۔ اس کا اگلا حصہ 80 کے زاویے پر جھک گیا۔ معصوم بچوں کی چیخیں فضا میں بلند ہوئیں اور پھر اصل لہر نے جہاز کو آ لیا۔ بجرے نے بیسوں قلابازیاں کھائیں۔

اور خوفزدہ بچے ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔

لہر اب جھیل کے درمیان پہنچ گئی تھی اس کی بلندی ایک بار پھر 328 فٹ تک پہنچ چکی تھی اور اس میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ 82 میل فی گھنٹہ کی طوفانی رفتار سے ڈیم کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس ڈیم کا نام گرنیڈ کولی تھا۔ دن کے گیارہ بجکر اٹھارہ منٹ ہوئے تھے۔

☆☆☆

کین گورنر ہاؤس میں انتظامیہ کا مخصوص سوٹ پہنے وسیع وعریض میز کے ایک سرے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس سوٹ کا انتظام سویٹ نے ہنگامی طور پر کیا تھا۔ کین نے کن انکھیوں سے میز کے دونوں طرف بیٹھے ہوئے انتظامیہ کے اعلیٰ عہدیداروں کی طرف دیکھا۔ یہ ایک نہایت اعلیٰ سطحی میٹنگ تھی۔ ایک لمحے کے لئے کین نے سوچا ہو سکتا ہے انہی افراد میں سے کوئی شخص ان کارروائیوں کا ذمے دار ہو جو اسے اور چک کو قتل کرنے کے لئے کی گئی تھیں اور جن کے نتیجے میں ہیلران ہلاک ہو چکا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے گھبراہٹ محسوس کی لیکن پھر نارمل ہو گیا۔ اس نے ایک بار پھر چور نظروں سے میٹنگ کے شرکاء کا جائزہ لینا شروع کیا۔ مختلف چہروں پر پھسلتی ہوئی اس کی نگاہ ایک سخت گیر چہرے پر آ کر رک گئی۔ کین نے ذہن پر زور دیا۔ ہاں، تھوڑی دیر قبل سویٹ نے اس

شخص کا تعارف جنرل کرٹس ہیمنڈ کے نام سے کروایا تھا۔ وہ زمینی فوج کی ایک انجینئرنگ پلاٹون کا ریجنل کمانڈر تھا۔ اس پلاٹون کا تعلق بیورو آف ریکلے میشن سے بھی تھا۔ ایک لحاظ سے یہ پلاٹون امریکہ کے ہر بڑے ڈیم پر ہونے والے بنیادی کام کی براہ راست ذمہ دار تھی۔ اس کے علاوہ کولمبیا کے تمام ڈیمز کی ذمہ داری بھی اس پر تھی۔ اگر کوئی شخص معاہدہ کولمبیا اور کینیڈین ڈیمز میں سب سے زیادہ ملوث سمجھا جا سکتا تھا تو وہ جنرل ہیمنڈ ہی تھا۔ کین نے سوچا تو کیا جنرل ہیمنڈ ہی اس سازش کا کرتا دھرتا ہے۔ اگر ہیمنڈ اس سازش میں شریک ہے تو پھر بیورو بھی شریک ہے۔ یوں تو پھر نجانے کون کون سے لوگ اس میں شریک ہو جاتے تھے۔ اس طرح تو گورنر گلوریا پر بھی شک کیا جا سکتا تھا۔ اس نے گورنر گلوریا کے ماضی پر اک نگاہ ڈالی......نہیں......نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس کے ذہن نے گواہی دی۔ اس کی سوچ بہت دور تک نکل گئی تھی۔ اس نے اپنے خیالات کی باگیں کھینچیں اور سامنے بیٹھی ہوئی گورنر کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ سویٹ کے ساتھ ایک طویل سرگوشی میں مصروف تھی۔ میٹنگ میں شامل تمام ممبران اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر چکے تھے اور اب گورنر کو حتمی اعلان کرنا تھا۔ گورنر نے سلسلہ کلام منقطع کیا اور ممبران کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کے دلکش چہرے پر فکر و تردد کی لکیریں کھنچی ہوئی تھیں۔ جب وہ بولی تو اس کی آواز سے گہری پریشانی کا اظہار ہو رہا تھا۔ ''معزز حضرات!'' اس نے اپنی انگلیوں کے سروں کو جوڑتے ہوئے کہا۔ ''مس سویٹ نے مجھے ابھی بتایا ہے کہ لہر گرنیڈ کولی سے پچاس میل کے فاصلے پر پہنچ چکی ہے۔ ہمارے پاس کچھ کرنے کے لئے بہت تھوڑا وقت ہے اور حادثے کی وجوہات جاننے کے لئے بالکل وقت نہیں۔ بونی وائل پاور اتھارٹی کے ڈپٹی چیئرمین مسٹر فریڈی نے ابھی کہا ہے کہ گرنیڈ کولی ڈیم اس لہر کو روکنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اندازہ ہے کہ اس سے لہر کا زور ریاست کے شمالی علاقے کی طرف ہو جائے گا لیکن اس سے کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں ہے۔ بہر حال مسٹر کین نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا اور میں بے تکلفانہ یہ عرض

کرنا چاہتی ہوں کہ ان کے دلائل میں وزن ہے۔ مسٹر فریڈی کی ماہرانہ رائے کو اگر کچھ دیر کے لئے پس منظر میں رکھ کر سوچا جائے تو ہمیں کہنا ہوگا کہ گرینڈ کولی کا چانس ففٹی ففٹی ہے۔'' گورنر گلوریا نے بحرالکاہل کی ہنگامی منصوبہ بندی کونسل کے ڈائریکٹر ولسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ڈاکٹر میرا مشورہ ہے کہ آپ جلد از جلد چھوٹے قصبوں سے آبادی کے انخلاء کے پروگرام پر عمل شروع کر دیں۔ مسٹر کین کے پیش کردہ اعداد وشمار کے مطابق فی الحال پورٹ لینڈ کی آبادی کو کوئی شدید خطرہ لاحق نہیں۔ بہرحال میں تھوڑی دیر بعد گورنر بلیک سے ملاقات کرنے والی ہوں۔ اس ملاقات کے دوران وہاں کی آبادی کا مسئلہ زیر بحث آئے گا۔

''ایک بات اور۔ گورنر بلیک کے مشورے پر میں نے اپنے تمام ہیڈ کوارٹرز پورٹ لینڈ میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہاں ہم کو اطلاعات ونشریات اور توانائی کی بہتر سہولتیں میسر آ سکیں گی۔ آپ لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں؟'' تمام ممبران نے اس فیصلے کی تائید کی۔ گورنر نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ ''میرا خیال ہے، ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ اگر گرینڈ کولی ڈیم گر جاتا ہے تو ہم کو سب سے زیادہ اہمیت رچ لینڈ کے ایٹمی ذخیرے کو دینی ہوگی۔'' گورنر گلوریا کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ اتنے میں ایمرجنسی فون کی گھنٹی بھی بجنے لگی۔ گورنر شیشے کے کیبن میں جا کر فون سننے لگی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ باہر نکلی۔ اس کے چہرے پر تشویش کے سائے کچھ اور گہرے ہو گئے تھے۔ کرسی پر بیٹھ کر اس نے حسب عادت اپنی انگلیوں کے سروں کو جوڑا اور گلا صاف کرتے ہوئے بولی۔ ''حضرات صورتحال کچھ اور بگڑ گئی ہے۔ میرے پاس مصدقہ اطلاعات نہیں تھیں ورنہ میں آپ کو پہلے ہی بتا دیتی۔ رچ لینڈ سے یہ خبر آئی ہے کہ کل رات سے ایک نیم پاگل مسلح شخص ری ایکٹر کے فاسٹ بریڈر میں گھسا ہوا ہے۔ اس نے وہاں سے نکلنے کے لئے کچھ احمقانہ مطالبات کئے ہیں۔ مقامی حکام اس سے نبٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

اس اطلاع پر ایک نئی بحث شروع ہوگئی۔ گورنر نے اس موقع پر بے حد فہم و فراست اور چابکدستی کا ثبوت دیا۔ صرف دس منٹ کے اندر وہ بحث سمیٹنے میں کامیاب ہوگئی۔ اختتامی اعلان کرتے ہوئے اس نے کہا۔ ''اس صورتحال میں ہمیں پہلے سے زیادہ تیزی سے کام کرنا ہوگا۔ مسٹر کین نہ صرف ایک انجینئر ہیں بلکہ رچ لینڈ کے معاملات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس حوالے سے میں چاہوں گی کہ وہ رچ لینڈ آپریشن کی نگرانی کریں۔ میرا خیال ہے ان کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں چاہتی ہوں کہ کرنل کرافورڈ جلد از جلد مسٹر کین کے لئے روانگی کا بندوبست کریں۔''

کرنل کرافورڈ نے کہا۔ ''میں فضائیہ کے ایف 11 طیارے میں آیا ہوں۔ طیارہ بیرونی ہوائی اڈے پر کھڑا ہے۔ میں اس وقت امریکن فضائیہ کا بہترین پائلٹ مسٹر کین کے ساتھ بھیج سکتا ہوں۔ اگر آپ کا ہیلی کاپٹر یہاں موجود ہے تو میں دس منٹ کے اندر مسٹر کین کو جہاز پر سوار کرا سکتا ہوں۔ اتنی دیر میں آپ رچ لینڈ میں ہائی وے کا ایک حصہ طیارے کے لئے خالی کروائیں۔ اگر ایک میل تک بھی سڑک خالی مل گئی تو طیارہ باآسانی اتر جائے گا۔''

''ویری گڈ!'' گورنر گلوریا نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ''اگر کسی کو کوئی اور سوال نہیں پوچھنا تو میرا خیال، ہمیں فوراً یہاں سے اٹھ جانا چاہئے۔'' گورنر اور سویٹ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس کے ساتھ ہی اس ہنگامی نشست کا خاتمہ ہوگیا۔

☆☆☆

کافی شاپ میں لگے ہوئے وال کلاک نے دوپہر کے بارہ بجنے کا اعلان کیا۔ بگ ہاب نے چونک کر کلاک کی طرف دیکھا اور پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ کچھ سوچ کر اس نے بے یقینی کے عالم میں اپنا سر ہلایا۔ گرینڈ کولی میں رہتے ہوئے اسے پینتالیس سال ہو گئے تھے۔ اس طویل مدت میں اس نے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ پورے کا پورا قصبہ خالی ہو چکا تھا۔ سڑکیں اور گلیاں بھائیں بھائیں کر رہی تھیں۔ حتیٰ کہ اس بارونق

رہنے والی کافی شاپ میں بھی اس کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ اس نے کافی کی خودکار مشین میں سے اپنے لئے کافی کا کپ نکالا اور اس کی چسکیاں لیتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ یہاں سے اسے گرنیڈ کولی ڈیم کا ڈھانچہ صاف نظر آ رہا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ اس ڈیم کے نشیب و فراز پر گھومتے ہوئے گزارا تھا۔ وہ ڈیم کے ایک ایک انچ سے واقف تھا۔ یہ ڈیم 4000 فٹ لمبا اور 550 فٹ اونچا تھا۔ بنیادوں سے اس کی موٹائی 500 فٹ تھی جو اوپر کی طرف کم ہوتی ہوئی آخر میں 30 فٹ رہ جاتی تھی۔ لوہے اور کنکریٹ کا یہ عظیم الشان بند نہایت مضبوط بنیادوں پر تعمیر کیا گیا تھا۔ بگ باب نے سوچا دنیا کی کوئی طاقت اس بند کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکے گی۔ اس کا ذہن ماضی کے ورق الٹنے لگا۔ وہ 1933ء میں روزگار کی تلاش میں بھٹکتا ہوا یہاں آیا تھا۔ جس وقت اس نے اس ڈیم پر مزدوری شروع کی اس کی عمر سترہ سال تھی۔ بیشمار دوسرے مزدوروں کی طرح وہ کنکریٹ پلانٹ کے لئے پانی بھر بھر کر لاتا تھا۔ جب نو سال بعد 1942ء میں یہ ڈیم مکمل ہوا تو اس کے ہر انچ پر بگ باب کے پیروں کے نشانات ثبت ہو چکے تھے۔ کبھی کبھی بگ باب کو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ ڈیم کوئی بچہ ہے جسے اس نے پال پوس کر جوان کیا ہے۔ وہ اب اس ماحول سے جدائی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ یہیں پر ملازمت کرتا رہا اور آہستہ آہستہ پلانٹ فورمین کے درجے تک پہنچ گیا...... اب یہ ڈیم اول تا آخر اس کے ذہن میں محفوظ تھا اور وہ اس کی ہر اینٹ سے واقف تھا۔

''وہ کہتے ہیں گرنیڈ کولی ٹوٹ جائے گا۔'' اس نے بڑے درد سے سوچا۔ ''نہیں ٹوٹے گا گرنیڈ کولی۔ کوئی بھی لہر، چاہے وہ کینیڈا سے آئے یا کہیں اور سے، گرنیڈ کولی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ چٹانوں کا یہ بیٹا ہر لہر کی کمر توڑ دے گا...... اگر سارا قصبہ بھاگ گیا تو کیا ہوا میں تو یہاں ہوں۔ میں دیکھوں گا کون سا سیلاب گرنیڈ کولی کو پھلانگ کر یہاں پہنچتا ہے۔''

☆☆☆

ڈیم سے دو میل اوپر لہر نشیبی راستے پر سفر کرتی ہوئی پوری رفتار سے ڈیم کی طرف بڑھ رہی تھی۔ لہر کو دیکھنے سے بہت پہلے بگ باب نے اس کو محسوس کر لیا پوری وادی اچانک بری طرح لرزنے لگی تھی۔ کافی شاپ کے اندر الماریوں میں رکھی ہوئی پلیٹیں پہلے زور زور سے ہلیں اور پھر لڑھک لڑھک کر فرش پر گرنے لگیں۔ بگ باب کو محسوس ہوا جیسے فرش اس کے پاؤں تلے سے نکلتا جا رہا ہے۔ اس نے سوچا وہ تو کسی سیلاب کا ذکر کر رہے تھے لیکن یہ تو زلزلہ محسوس ہوتا ہے۔ وہ پریشانی سے اپنی جگہ پر کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا کرے اور پھر اس نے کھڑکی سے لہر کی آمد کا منظر دیکھا۔

خدا کی پناہ! وہ لہر تھی یا پانی کا پہاڑ تھا۔ ایک خوفناک گونج سے لہر کا سامنے کا حصہ سپل وے سے ٹکرایا۔ سپل وے کے گیٹ ٹوٹ گئے پانی کا ایک تند ریلا سپل وے سے نکل کر نشیب کی طرف بڑھا۔ اس کے بعد اصل لہر پوری طاقت کے ساتھ ڈیم سے ٹکرائی۔ بگ باب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں اور اس کے ہونٹ دائرے کی شکل میں ساکت ہو گئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ڈیم سے ٹکرا کر لہر بلند ہونے لگی ہے۔ پھر وہ بلند سے بلند ہوتی گئی اور ڈیم سے سات سو فٹ اوپر چلی گئی۔ یوں لگا جیسے زمین سے آسمان تک پانی کی دیوار فضا میں معلق ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر یہ دیوار حرکت میں آئی۔ آہستہ آہستہ پردہ گرنے لگا۔ بگ باب نے دہشت زدہ نگاہوں سے دیکھا...... گرنیڈ کولی ار چکا تھا۔ ہزاروں لاکھوں ٹن پانی خوفناک رفتار سے گرنیڈ کولی کے قصبے پر چڑھ دوڑا۔ جھاگ اڑاتے ہوئے پانی کی بوچھاڑوں نے آناً فاناً ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ کافی شاپ کی چھت ہزاروں ٹن وزن کو ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہ کر سکی۔ بگ باب نے اپنی زندگی کی جو آخری آواز سنی وہ چھت ٹوٹنے کی تھی۔ لہر کے ٹکرانے کے صرف تین سیکنڈ بعد ڈیم اپنی بنیادوں سمیت اکھڑ گیا۔ پھر اس کے دو ٹکڑے باقی ڈیم سے علیحدہ ہو گئے۔ یہ دونوں ٹکڑے تقریباً ایک ایک ہزار فٹ لمبے تھے۔ پانی کے مسلسل دباؤ کی وجہ سے یہ دونوں ٹکڑے مکمل طور پر گھوم گئے، پھر ایک دوسرے سے ٹکرائے اور پاش پاش ہو

گئے۔ لہر کو بحرالکاہل تک پہنچنے سے روکنے والی سب سے بڑی رکاوٹ دور ہو چکی تھی۔ گرنیڈ کولی ٹوٹ گیا تھا۔

☆☆☆

جب کین کرنل کرافورڈ کے پیچھے چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا تو اس نے ایک کونے میں جنرل ہیمنڈ کو مسٹر فریڈی کے ساتھ مصروف گفتگو پایا۔ جنرل ہیمنڈ کے سامنے مسٹر فریڈی بالکل ٹھگنے لگ رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھیں ہیمنڈ سے ملیں اور اسے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سردی کی لہر دوڑتی محسوس ہوئی...... ایسے ہی جیسے ایک دفعہ نوجوانی میں اس نے ایک رسالے میں خونی ریچھ کی آنکھیں دیکھنے پر محسوس کی تھی۔ ایک تصویر میں اس ریچھ کا کلوز اپ تھا۔ اس قاتل ریچھ کی آنکھیں کین کو ابھی تک یاد تھیں۔ اس کی آنکھیں بالکل ہیمنڈ کی آنکھوں جیسی تھیں۔ کین کا دل چاہا کہ وہ جلد از جلد ان آنکھوں کی پہنچ سے دور نکل جائے تب اچانک اس کو چک کا خیال آیا اور اس نے سوچا اسے چک کو ہوٹل میں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔

☆☆☆

دو آدمی گلی کے سرے پر نمودار ہوئے۔ پھر وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر سڑک کے مختلف کناروں پر چلنے لگے ان کا رخ اس ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف تھا جہاں چک ٹھہری ہوئی تھی۔ بائیں کنارے پر چلنے والا آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھا۔ پولیس کار میں موجود گارڈ نے رسالے پر سے سر اٹھا کر اس آدمی کی طرف دیکھا۔ شاید وہ اس کی نیت بھانپنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اس شخص کو نہ تو دیکھ سکا اور نہ اس کی نیت بھانپ سکا جو عقب سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا۔ اس کا ہاتھ اپنی قمیض کے اندر گیا اور ایک سائلینسر لگا ہوا آٹومیٹک پستول، اس کے ہاتھ میں نظر آنے لگا۔ گارڈ نے گھوم کر اس کی طرف دیکھا لیکن بہت دیر ہو چکی تھی اس آدمی نے چار دفعہ ٹریگر دبایا۔ ٹھک ٹھک کی آواز آئی اور چار

گولیاں گارڈ کے سر، گردن اور سینے میں پیوست ہو گئیں۔ دوسرا آدمی تیزی سے کار کی طرف لپکا۔ اس نے اگلا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ تھوڑی دیر بعد پولیس کی گاڑی لاش سمیت ایک جانب غائب ہو گئی۔ تقریباً بیس سیکنڈ بعد ایک دوسری کار نمودار ہوئی۔ یہ کار ہوٹل کے دروازے کے سامنے پہنچ کر رکی۔ اس میں سے تین خوش پوش افراد برآمد ہوئے اور ہوٹل میں داخل ہو گئے۔ چند لمحے بعد وہ چک کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔

چک نے دروازہ کھولا۔ اس کے بال پریشان تھے اور آنکھیں سرخ نظر آ رہی تھیں۔ تین افراد میں سے ایک نے اپنا شناختی کارڈ دکھاتے ہوئے خود کو اعلیٰ افسر ظاہر کیا اور چک کو بتایا کہ وہ اسے لینے آئے ہیں۔ کین گورنر ہاؤس میں ان کا انتظار کر رہا ہے۔ چک کے اداس چہرے پر رونق نظر آنے لگی۔ ''پلیز آپ ایک منٹ بیٹھیں۔ میں اپنا سامان لے لوں۔''

''سامان کی ضرورت نہیں۔'' ایک شخص نے کہا۔ ''سامان بعد میں آ جائے گا۔''

چک نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر ان کے ساتھ چل دی۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار برق رفتاری سے ایک جانب اڑی جا رہی تھی۔ ایک شخص ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا تھا اور دو اس کے دائیں بائیں براجمان تھے۔ نجانے کیوں چک کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے اردگرد کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ''آپ لوگ تو شہر سے باہر جا رہے ہیں۔''

''ہاں خاموش بیٹھی رہو۔'' ایک شخص نے پھنکار کر کہا اور تب چک نے محسوس کیا کہ کوئی سخت سی چیز اس کے پہلو میں چبھ رہی ہے۔ وہ ریوالور کی نال کی گولائی پہچان چکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بیچارگی کے ساتھ ساتھ گہرا خوف کروٹیں لینے لگا۔ اس وقت گیارہ بجکر تیس منٹ ہوئے تھے۔

☆☆☆

کین گورنر ہاؤس سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے اولمپیا ائر پورٹ پہنچا۔ سامنے رن وے پر فضائیہ کا ایف ۔ 11 طیارہ تیار کھڑا تھا۔ کین نے پہلے کبھی کسی تیز رفتار طیارے میں سفر نہیں کیا تھا۔ اس کے دل میں خوف سا کروٹیں لینے لگا اور پھر اس کو کرنل کی بات یاد آئی اس نے کہا تھا میں امریکن فضائیہ کا بہترین پائلٹ تمہیں دوں گا۔ کین نے سوچا وہ یقیناً کوئی تجربہ کار شخص ہوگا اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں۔ جب اس نے طیارے میں جھانک کر دیکھا تو پائلٹ نام کی کوئی چیز وہاں موجود نہیں تھی اور تب اس کو دور سے ایک شخص بھاگتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ اسی طرف آ رہا تھا۔ اس نے پریشر سوٹ پہن رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ہیلمٹ تھا۔ جوگنگ کے انداز میں بھاگتا ہوا وہ کین کے پاس پہنچا اور جلدی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ ''میرا نام بل کنٹیرا ہے۔ کرنل بل کنٹیرا۔ لوگ پیار سے مجھے وائلڈ بل کہتے ہیں۔'' کین نے تنقیدی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی عمر کوئی اٹھائیس برس رہی ہوگی؟ اس کے منہ میں بیف برگر کا کچھ حصہ ٹھنسا ہوا تھا اور وہ جلد از جلد اس کو نگلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب کین کو پتہ چلا کہ یہ حضرت طیارے کو اڑا کر لے جائیں گے تو اس کی سٹی گم ہوگئی۔ بہرحال اب تو تکرار کا موقع نہیں تھا۔ کین نے آنکھیں گھما کر آسمان کی طرف دیکھا اور جہاز میں داخل ہوگیا۔ ''وائلڈ بل!'' پائلٹ کا نام اس کے ذہن میں گونج رہا تھا۔ اس نام سے اسے مزید وحشت ہو رہی تھی۔ کہیں یہ نام اس کی طبیعت کے جنگلی پن اور لاپرواہی کی طرف تو اشارہ نہیں کرتا۔ وائلڈ بل نے بیف برگر کا آخری ٹکڑا حلق سے نیچے اتارتے ہوئے ایک جانب اشارہ کیا۔ ''جناب اس طرف آپ کا پریشر سوٹ پڑا ہے۔ فوراً پہن لیجئے۔ ہم پرواز کے لئے بالکل تیار ہیں۔''

تھوڑی دیر کین پریشر سوٹ پہنے وائلڈ بل کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ جہاز تیزی سے رن وے پر دوڑ رہا تھا۔ کین نے دیکھا وائلڈ بل کے ہاتھ بڑی لاپرواہی لیکن مہارت سے جہاز کے کنٹرول پینل پر چل رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ جہاز نہ اڑا رہا ہو بلکہ ویڈیو گیم کھیل رہا ہو۔

کین کے تمام خدشات درست ثابت ہوئے تھے۔ ''وائلڈ بل'' اپنے نام کے عین مطابق ایک طوفانی پائلٹ تھا۔ طیارہ اس وقت 16 ہزار فٹ کی بلندی پر گیارہ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کر رہا تھا۔ کین کا خیال تھا کہ وہ ابھی طیارے کو مزید بلندی پر لے جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس نے وائلڈ بل کو باتوں میں لگانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر وائلڈ کیا تم شادی شدہ ہو؟''

''نہیں!'' وائلڈ نے مختصر سا جواب دیا۔ طیارہ مزید دو سو فٹ اوپر چلا گیا۔

''تمہارے والدین حیات ہیں؟'' کین نے دوسرا سوال کیا۔

''خبر نہیں!'' طیارہ اب ساڑھے سولہ ہزار فٹ کی بلندی پر تھا۔

کین نے یہ داؤ بیکار جاتے دیکھ کر کہا۔ ''مسٹر وائلڈ، اتنی جلدی بلندی پر پرواز کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہاں سے تو نیچے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔'' وائلڈ نے گھوم کر اس کی طرف دیکھا۔ آکسیجن ماسک کے اوپر سے اس کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔ اس کے لب ہلے اور اس کی آواز کین کو اپنے ہیلمٹ میں نصب ہیڈ فون سے سنائی دی۔ ''میرا خیال ہے آپ بلندی سے ڈرنے کے مرض میں مبتلا ہیں۔ عجیب بات ہے لوگوں کو بلندی پر خوف آتا ہے جبکہ مجھے زمین پر گھبراہٹ ہوتی ہے...... لیجئے جناب کچھ نیچے آ جاتے ہیں۔'' اس نے رفتار کم کئے بغیر جیٹ جہاز کو غوطہ دیا۔ کین نے مضبوطی سے اپنی نشست کو تھاما ہوا تھا۔ اسے لگا جیسے اس کا معدہ اچھل کر حلق میں آ گیا ہو۔ اس نے کچھ دیر کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی وہ تقریباً تین سو فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے جہاز ابھی درختوں سے ٹکرا جائے گا۔ کین نے وائلڈ بل کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ کین کو اس کی ان بے وقت اٹھکیلیوں پر سخت غصہ آ رہا تھا لیکن اس سے پیشتر کہ وہ کچھ کہتا، وائلڈ بل خود ہی بول پڑا۔ ''سوری جناب میں بھول گیا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہیں۔ دراصل میری عادتیں بہت پختہ ہو چکی ہیں۔'' پھر اس نے جہاز کو ایک تنگ پہاڑی

درے کی طرف موڑتے موڑتے اچانک اوپر اٹھالیا۔شاید وہ جہاز کو درے کے اندر سے گزارنے لگا تھا لیکن کین کا خیال کر کے اس نے ارادہ بدل دیا تھا۔ ویسے نجانے کیوں آہستہ آہستہ کین کا خوف کم ہو رہا تھا۔ نہایت تیز رفتاری کے باوجود وائلڈ بل جہاز کو حیرت انگیز چابکدستی سے اڑا رہا تھا۔

کین نے پوچھا۔''گرینڈ کولی کتنی دور ہے؟''

وائلڈ بل نے سامنے ڈائل پر نگاہ دوڑائی اور بولا۔''دو منٹ میں ہم اڈا ہو پہنچ جائیں گے۔ وہاں سے گرینڈ کولی نزدیک ہی ہے۔''

چند لمحے بعد وہ 16000 فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے ہوئے 800 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سپوکین کے شہر سے گزرے اور اب وہ دریائے کولمبیا پر پہنچنے والے تھے۔ کین کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ کولمبیا کا جائزہ لیتا۔ طیارہ ایک بار پھر تیزی سے غوطہ کھا رہا تھا۔ کین نے نیچے دیکھنے کے بجائے اپنی آنکھیں ڈائل پر مرکوز کر دیں۔ سوئی 500 فٹ کی بلندی پر آ کر رک گئی۔ تب اس نے وائلڈ بل کی آواز سنی۔''میرے خدا یہ کیا قیامت گزر گئی ہے!''

کین نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں۔ جہاز کے پر کے نیچے اسے کولمبیا نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک انتہائی لرزہ خیز منظر تھا۔ حد نگاہ دریا کا پاٹ پھیلا ہوا تھا۔ اطراف کی مٹی گرنے سے دریا کا پانی گہرا براؤن ہو رہا تھا۔ پانی میں لاشیں تیر رہی تھیں۔ سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں مردوں' عورتوں معصوم بچوں کی لاشیں، مسخ شدہ کچلی ہوئی لاشیں اور پھر مویشی' مکانوں کا ملبہ' درخت، چھوٹی بڑی کشتیاں اور نجانے کیا کچھ۔ ہر شے تیز رفتاری سے دریا کے بہاؤ کے ساتھ بہہ رہی تھی۔

وائلڈ بل نے جہاز کی رفتار کو آخری حد تک کم کر دیا تھا۔ اس نے لیور پر دباؤ ڈالا اور جہاز آہستگی کے ساتھ دائیں رخ مڑ گیا۔ اب وہ ڈیم کی طرف جا رہے تھے۔ گرینڈ کولی ڈیم کی طرف جسے لوگ دنیا کا آٹھواں عجوبہ کہتے تھے لیکن ان کو دیر ہو چکی تھی۔ لہر

ان سے پہلے یہاں پہنچ چکی تھی۔ جب وہ نیچی پرواز کرتے ہوئے وہاں سے گزرے تو کوئی ایسی نشانی نظر نہیں آئی جس کو دیکھ کر کہا جا سکے کہ کبھی یہاں پر ایک بند تھا جو پانی کو اس قدیم درے میں روکتا تھا۔ سیلاب شور مچاتا ہوا طوفانی رفتار سے درے میں سے گزر رہا تھا۔ پانی کی سطح معمول سے کم از کم 110 فٹ زیادہ تھی۔ وائلڈ بل نے پوچھا۔''کیا آپ ایک اور چکر لگانا چاہتے ہیں؟''

کین نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کے چہرے پر گہری مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ اس کا ذہن اس طاقت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا جس نے گرینڈ کولی جیسے آہنی ڈیم کو صفحہ ہستی سے نابود کر دیا تھا۔ اس نے کمزور سی آواز میں کہا''اب یہاں رکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تم مجھے رچ لینڈ پہنچانے کی کوشش کرو...... جلد از جلد!''

☆☆☆

گاڑی ایک ویران جگہ پر رکی۔ سامنے پرانی طرز کی ایک عمارت نظر آ رہی تھی۔ تینوں آدمی چک کو لے کر گاڑی سے نکلے۔ انہوں نے اسے اپنے آگے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ چک کو ان کے تیور انتہائی خطرناک نظر آ رہے تھے۔ اس نے سوچا اگر اس نے کسی قسم کی مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے وہ اسے گولی ہی مار دیں۔ وہ ان کے کہنے کے مطابق ان کے ساتھ چل دی۔ عمارت کے عقب میں ایک بہت بڑی گراؤنڈ نظر آ رہی تھی۔ گراؤنڈ میں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ دو آدمی اس کو لے کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ تیزی سے پرواز کرتے ہوئے کسی نامعلوم مقام کی طرف جا رہے تھے۔

ایک طویل سفر کے بعد ہیلی کاپٹر ایک ہیلی پیڈ پر اترا۔ ایک سیاہ رنگ کی شیورلیٹ ان کو لے جانے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ دونوں آدمی مسلح ہو کر پھر اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اس کو کوئی خطرناک شے سمجھ رہے ہوں۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ افراد انہی حملہ آوروں کے ساتھی تھے جنہوں نے کاسٹ ہائی وے پر ان کا

تعاقب کیا تھا اور چک نے بڑی جرات کا ثبوت دیتے ہوئے گاڑی کو عین پل کے درمیان کھڑا کر دیا تھا۔ نتیجے میں تعاقب کرنے والی گاڑی دریا میں جا گری تھی۔ نجانے اس جرات کے صلے میں اس سے کیا سلوک ہونے والا تھا۔ چک نے سوچا اور اسے جھرجھری سی آ گئی۔

اسے ایک وسیع وعریض بنگلے کے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا اور کوئی شخص دروازے پر پہرہ دے رہا تھا۔ وہ اس کے قدموں کی آواز کمرے کے اندر بخوبی سن سکتی تھی۔ ایک لوہے کے پلنگ کے سوا کمرے میں فرنیچر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ دروازے کے علاوہ کمرے میں صرف کھڑکی تھی لیکن اس کھڑکی کو بھی پلائی وڈ کے تختوں سے بند کر دیا گیا تھا۔ چک نے دروازے کے پاس جھک کر ہول سے باہر جھانکا۔ اس کو کوئی خاص چیز تو نظر نہیں آئی لیکن اس نے نزدیک ہی کہیں ریڈیو بجنے کی آواز ضرور سنی۔ شاید دو یا تین آدمی باتیں بھی کر رہے تھے۔ ریڈیو سے موسیقی نشر کی جا رہی تھی۔ چک پلنگ پر آ کر بیٹھ گئی اور خود کو پیش آنے والے واقعات پر غور کرنے لگی۔ اس کو اغواء کر لیا گیا تھا۔ اغواء کرنے والوں کا مقصد کیا ہو سکتا تھا۔ اس نے غور کیا تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ لوگ اس کو کین کے خلاف ایک حربے کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ کین اس کی زندگی بچانے کے لئے اپنا منہ بند رکھے۔ کین خود چونکہ گورنر سے رابطہ قائم کر چکا تھا اس لئے اس کی اپنی زندگی محفوظ ہو چکی تھی۔ وہ لوگ اب کین پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے تھے۔ طاقت کے مظاہرے کے لئے انہوں نے چک کو یرغمال بنا لیا تھا اور کین سے سودا بازی کرنا چاہتے تھے...... وہ کین کی مشکلات میں اضافہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے سوچا اسے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس نے کمرے کا بغور جائزہ لیا پھر نیچے بیٹھ گئی اور فرش سے کان لگا کر باہر کی سن گن لینے لگی۔ ریڈیو بج رہا تھا اور اس کی آواز اب بالکل صاف سنائی دے رہی تھی۔ شاید خبریں نشر کی جا رہی تھیں۔ اس نے اپنی توجہ خبروں کی طرف مبذول کر دی۔ نیوز ریڈر کہہ رہا تھا۔ ''دوپہر کا ڈیڑھ بجا ہے۔ کیون

بل کے وی اے این کی خبروں کے ساتھ حاضر ہے''۔ چک نے سوچا اس کا مطلب ہے وہ پورٹ لینڈ میں ہے۔ نیوز ریڈر کہہ رہا تھا۔ ''میگا ڈیم کے ٹوٹنے کی خبر جو آج صبح آئی تھی ہمارے وینکوور کے نامہ نگاروں نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ آج صبح 9 بجے کے قریب کولمبیا سسٹم کے سب سے بڑے ڈیم میگا کی جھیل میں ایک بہت بڑی سلائیڈ گری جس سے ڈیم ٹوٹ گیا۔ ڈیم ٹوٹنے سے علاقے میں زبردست سیلاب آ گیا۔ اب تک پہنچنے والی خبروں کے مطابق سیلاب سے کینیڈا کے شہروں ریول سٹاک' ٹریل اور برٹش کولمبیا کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔ سیلاب کا بڑا ریلا اب یونائٹڈ سٹیٹس کے علاقے میں داخل ہو گیا ہے اور ریاست واشنگٹن میں ایف ڈی آر جھیل کے گردونواح میں زبردست نقصانات کی خبریں موصول ہوئی ہیں۔ امریکی علاقے میں سیلاب کی صحیح صورت حال کا علم ابھی تک نہیں ہو سکا۔ تھوڑی دیر بعد ہم خاص بلیٹن نشر کریں گے جس میں تازہ ترین صورت حال پر روشنی ڈالی جائے گی''۔

چک کے چہرے پر ہیجان کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ وہ خبروں کے آئینے میں حالات کا چہرہ دیکھ چکی تھی۔ وہ اب جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتی تھی...... لیکن کیسے؟

☆☆☆

ٹھیک ایک بج کر 35 منٹ پر طیارہ وائلڈ بل اور لین کو لے کر ہائی وے کے ایک خاص ٹکڑے پر اترا۔ یہ جگہ ''رچ لینڈ'' ری ایکٹر سے کوئی 7 میل کے فاصلے پر تھی۔ تقریباً 15 منٹ بعد کین رچ لینڈ ری ایکٹر کے منتظم اعلیٰ کیلرمین کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ رچ لینڈ ری ایکٹر اور فضلے کا سٹور ایک بہت بڑے علاقے میں پھیلا ہوا تھا۔ کسی وقت یہ ری ایکٹر بہت فعال تھا۔ دنیا کے چوٹی کے سائنس دان ری ایکٹر میں چلتے پھرتے دیکھے جا سکتے تھے۔ ہر وقت ایک پراسرار قسم کی چہل پہل جاری رہتی تھی۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرائے جانے والے دونوں بم اسی ری ایکٹر میں پروان چڑھ کر تیار ہوئے تھے لیکن یہ تو بہت پرانی بات تھی۔ 1960ء کی دہائی میں بعض وجوہ کی بناء پر حکومت نے اس ری

ایکٹر کی سرگرمیوں کو بتدریج محدود کرنا شروع کیا اور ہوتے ہوتے اب یہ ری ایکٹر تقریباً بند ہو چکا تھا۔ اعلیٰ حکام کے فیصلے کے مطابق ان عمارات سے کچھ ہٹ کر ایک نئی عمارت بنائی گئی تھی اور اس میں ایک نیا ری ایکٹر لایا گیا تھا۔ یہ جدید طرز کا ''فاسٹ بریڈر'' تھا اور حکومت نے اس کی حفاظت کے سخت انتظامات کر رکھے تھے لیکن وہ جو کہتے ہیں کہ تمام راستے بند ہونے کے باوجود ایک راستہ کھلا رہتا ہے، اس ری ایکٹر کا بھی کوئی راستہ کھلا رہ گیا تھا۔ نتیجے میں ایک روز پہلے کوئی نیم پاگل شخص اس ری ایکٹر میں گھسنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ دستی بم اور خودکار رائفل سے مسلح تھا۔ اس نے کچھ فضول قسم کے مطالبات کئے تھے جن میں ایک مطالبہ یہ بھی شامل تھا کہ اس کی محبوبہ کو ظالموں کے چنگل سے چھڑا کر اس کے حوالے کیا جائے۔ تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی تھی کہ اپنی محبوبہ کو کچھ عرصہ پہلے اس نے خود اپنے ہاتھوں ہلاک کر دیا تھا۔

کین ری ایکٹر کے منتظم اعلیٰ کیلر مین اور ذخیرے کے منتظم ہلٹس کے ساتھ عمارت کی ایک بالکونی میں کھڑا تھا۔ سامنے ایک وسیع و عریض میدان نظر آ رہا تھا۔ یہ میدان ایٹمی فضلے کا قبرستان تھا۔ ری ایکٹر کے بند ہو جانے کے بعد اب اس جگہ کو ایٹمی فضلہ دبانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ دور دراز کے ری ایکٹروں سے بھی ایٹمی فضلہ بند گاڑیوں میں لاد کر یہاں لایا جاتا تھا اور پھر اسے اس میدان میں دفن کر دیا جاتا تھا۔

کین نے پرتشویش نگاہوں سے اس قبرستان کو دیکھا۔ اس نے سوچا ان کی چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے یہ قبرستان پوری دنیا میں پھیل سکتا ہے۔ اس کے بدن میں سردی کی لہر سی دوڑ گئی۔ اس نے سٹور منیجر ہلٹس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''قوانین کے مطابق آپ کو تمام فضلہ 4 فٹ کی گہرائی میں دفن کرنا تھا کیا آپ نے اس ضابطے پر عمل کیا ہے؟''

ہلٹس نے منتظم اعلیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جی ہاں گہرائی تقریباً اتنی ہی ہے۔''

منتظم اعلیٰ کیلر مین نے کھانستے ہوئے کہا۔ ''مسٹر کین! بات دراصل یہ ہے کہ

ہمیں اس جگہ بہت زیادہ مواد دفن کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے ہم ایک شیڈول بنانے پر مجبور ہیں۔''

کین سمجھ گیا کہ گہرائی 4 فٹ نہیں ہے۔ اس نے اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر ہلٹس مواد کتنے رقبے میں دفن ہے؟''

ہلٹس نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''ری ایکٹر سے کوئی ایک میل کے فاصلے تک۔ میرا خیال ہے چند ہزار ایکڑ رقبہ ہو گا۔ یہاں ہم نے اے بی سی اور ڈی رقبے بنا رکھے ہیں۔ زیادہ مہلک مواد کو قریبی رقبوں میں دفن کیا جاتا ہے۔ دور کے رقبوں میں زیادہ تر ایسی اشیاء دفن کی جاتی ہیں جو براہ راست تابکاری سے متاثر نہیں ہوتیں مثلاً ری ایکٹر میں کام کرنے والوں کے پرانے کپڑے' استعمال کی اشیاء اور آلات و اوزار وغیرہ۔ تمام قسم کا مواد 50 گیلن کے ڈرموں میں بھر کر دفن کیا جاتا ہے۔''

کین نے کیلر مین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے کچھ ضروری چیزوں کی ضرورت ہے۔ آپ جتنی جلدی ہو سکتا ہے کچھ ہیوی ڈیوٹی بلڈوزر اور لوڈرز اور تربیت یافتہ عملہ مہیا کریں۔ سیلاب کے پہنچنے سے پہلے ہمیں سٹوریج کو محفوظ کرنا ہے۔''

کیلر مین ایک قدم آگے آیا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''مسٹر کین! یہاں کا منتظم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سٹوریج کی بجائے ہمیں نئے ری ایکٹر کو زیادہ اہمیت دینی چاہئے۔''

کین نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''دیکھئے! مسٹر کیلر مین۔ ٹھیک ہے آپ یہاں کے کرتا دھرتا ہیں لیکن اس وقت مجھے جو ذمہ داری سونپ کر یہاں بھیجا گیا ہے وہ میں بہتر طور پر سمجھتا ہوں۔ ری ایکٹر کنکریٹ اور لوہے کی چاردیواری میں سٹوریج ایریا سے کہیں زیادہ محفوظ ہے۔ آپ کوئی نئی بحث چھیڑنے کی کوشش نہ کریں ہمارے پاس وقت بہت کم ہے''۔ ہلٹس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا۔ کین تیزی سے بولا۔ ''میرے پاس موجود اعداد و شمار کے مطابق آپ کے سٹوریج میں اس وقت 4 ملین گیلن مواد موجود ہے۔ اس

کے علاوہ ایک کارپوریشن نے بھی کئی سوٹن زہریلا مواد یہاں دفن کر رکھا ہے۔ آپ کو اپنے آدھ بلین ڈالر کے ری ایکٹر کی پڑی ہوئی ہے۔ آپ یہ نہیں سوچتے کہ سٹوریج میں دفن زہریلے مادے سیلاب کے پانی میں گھل کر امریکہ بلکہ پوری نسل انسانی کے لئے کس قدر مہلک ثابت ہو سکتے ہیں۔''

کیلرمین کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ اس کا تمام جسم جذبات کی شدت سے لرز رہا تھا۔

''مسٹر کین تم بے وقوف ہو، تمہیں کچھ پتہ نہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے اس وقت نئے ری ایکٹر میں کیا کچھ ہے۔ اس میں موت ہے...... پوری دنیا کے لئے۔ وہاں قیامت چھپی ہوئی ہے۔ شاید تم اس بات سے بے خبر ہو کہ ری ایکٹر مسلسل 8 مہینے سے کام کر رہا ہے۔ وہاں کم از کم 67 ہزار کلوگرام ایندھن جمع ہو چکا ہے۔ اس میں 10 فیصد بارشدہ پلوٹونیم 239 ہے...... غور کرو مسٹر کین 10 فیصد۔ کیا تمہیں اندازہ ہے کہ اگر یہی مقدار ہوا یا پانی میں شامل ہو گئی تو کیا نتیجہ نکلے گا۔''

کین کی پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمکنے لگے۔ وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے یہ تو خبر تھی کہ ری ایکٹر پچھلے 8 مہینے سے چل رہا ہے لیکن اس کو یہ پتہ نہیں تھا کہ وہاں پلوٹونیم کی اتنی بڑی مقدار جمع ہو چکی ہے۔ پلوٹونیم کی یہ قسم سب سے زیادہ زہریلی شمار ہوتی تھی۔ اس سے زیادہ مہلک عنصر ابھی تک انسانی حیطہ علم میں نہیں آیا تھا۔ اس کا ایک اونس پورے نیو یارک کو ابدی نیند سلانے کے لئے کافی تھا۔ ایک نہایت مشکل فیصلہ کین کے سامنے تھا۔ گرینڈ کولی ڈیم ٹوٹ چکا تھا۔ سیلاب تیزی سے اس جانب بڑھ رہا تھا۔ اگر ایٹمی فضلہ 4 فٹ سے کم گہرائی پر دفن کیا گیا تھا تو اس کو فوراً باہر آ جانا تھا۔ دوسری طرف ری ایکٹر تھا اور اس میں موجود پلوٹونیم تھا۔ پانی تھا اور ہوا تھی اور پوری دنیا تھی۔ اس کی آنکھوں نے اس کو ایک دلدوز منظر دکھایا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''ٹھیک ہے۔ کیلرمین پہلے ری ایکٹر۔'' وہ ہلٹس کی طرف مڑا۔ ''آپ میرے ساتھ آئیں۔'' پھر وہ دونوں تقریباً بھاگتے ہوئے باہر نکل گئے۔

☆☆☆

لہر کا سفر جاری تھا۔ پانی کا لشکر جرار گرینڈ کولی ڈیم کا مضبوط قلعہ سر کر چکا تھا اور اب وہ بقیہ علاقے پر تسلط جمانے کے لئے تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ لہر اور رچ لینڈ ری ایکٹر کے درمیان اب 3 ڈیم باقی تھے لیکن یہ ڈیم بہت بڑے نہیں تھے۔ ان کے سرے سیدھے سادے طریقے سے اطراف کی پہاڑیوں میں پیوست کئے گئے تھے۔ پھر بھی امید کی ایک کرن باقی تھی۔ شاید ان میں سے کوئی ڈیم سیلاب کو روکنے میں کامیاب ہو جائے۔ ایمرجنسی پلاننگ کونسل کی عمارتوں میں ہر شخص مصروف نظر آ رہا تھا۔ انجانے خدشات کے سائے ہر چہرے پر لہرا رہے تھے۔ ٹھیک ایک بج کر دس منٹ پر یہ خبر پہنچی کہ جوزف ڈیم ٹوٹ گیا ہے۔ اب تمام تر امیدیں ویلز ڈیم کے ساتھ وابستہ ہو گئیں۔ ہر شخص مہر بہ لب تھا۔ نہایت لادین قسم کے افراد بھی دست بدعا نظر آ رہے تھے...... لیکن اگلی خبر ویلز ڈیم کے ٹوٹنے کی تھی۔ چہروں پر ہراس نمایاں ہو چکا تھا۔ ایمرجنسی پلاننگ کے اہل کار اس کوشش میں مصروف تھے کہ لہروں کی زد میں آنے والے علاقوں کو ایک اطلاعاتی نظام کے ساتھ مربوط کر دیا جائے لیکن ایسی تمام کوششیں ناکام ہو گئی تھیں۔ مربوط نظام ٹیلی فون لائنوں کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا لیکن ہزاروں لائنیں اور درجنوں ایکسچینج لہر کی زد میں آ کر نیست و نابود ہو چکے تھے۔ شہروں میں زبردست گڑبڑ کی وجہ سے ریڈیائی نظام بھی غیر موثر ہو چکا تھا۔ صرف چند بڑے مراکز جیسے ویناچی وغیرہ کے شہروں نے سیلاب کی وارننگ کا کچھ فائدہ اٹھایا۔ یہاں جزوی طور پر آبادی کا انخلاء عمل میں آیا۔ پھر بھی جب لہر اس شہر میں پہنچی تو سینکڑوں مرد، عورتیں اپنے بچوں کو انگلیوں سے لگائے ادھر ادھر گلیوں میں بھٹک رہے تھے۔ لہر فاتحانہ انداز میں شہر کے اندر داخل ہوئی اور پورٹ لینڈ ایمرجنسی پلاننگ کونسل کے دفتر میں دیوار گیر الیکٹرانک نقشے سے ''ویناچی'' کا لفظ غائب ہو گیا۔ اس وقت لہر کی اونچائی 85 فٹ تھی۔ اس کی رفتار 70 میل سے زائد تھی اور وہ مسلسل آگے بڑھ رہی تھی۔ ٹھیک 8 بجکر 45 منٹ پر لہر راک آئی لینڈ ڈیم

کے سامنے پہنچ چکی تھی۔ یہ جگہ رچ لینڈ سے صرف 70 میل دور تھی۔

☆☆☆

کین اور سٹوریج مینجر ہلٹس ایک بلند جگہ پر کھڑے تھے ری ایکٹر کے چاروں طرف مٹی کا ایک دس فٹ اونچا حصار قائم کر دیا گیا تھا۔ اس حصار کے باہر کی طرف ایک اور حصار بنایا گیا تھا۔ یہ حصار کوئی 15 فٹ اونچا اور پہلے سے زیادہ موٹا تھا ان دونوں حصاروں کے درمیان کوئی 50 فٹ جگہ خالی چھوڑ دی گئی تھی۔ کین کا خیال تھا کہ مٹی کی بیرونی دیوار سیلاب کو روکنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ اگر کچھ پانی اندر آ بھی گیا تو دوسری دیوار اس کو ری ایکٹر تک پہنچنے سے روکے گی۔ حصار مکمل کرنے سے پہلے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے ری ایکٹر کے اندر موجود دہشت پسند کو بار بار وارننگ دی گئی تھی لیکن اس نے باہر آنے سے انکار کر دیا تھا۔ شاید وہ اسے بھی کوئی چال سمجھ رہا تھا۔ کین نے مزید وقت ضائع نہیں کیا تھا اور حصار مکمل کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اب ایک لحاظ سے وہ شخص ری ایکٹر کے اندر زندہ درگور ہو چکا تھا۔ کین نے سٹوریج ایریا کی طرف نگاہ دوڑائی' بے شمار کھدائی کی مشینیں اور بار برداری کی گاڑیاں تندہی سے مصروف تھیں۔ سٹوریج ایریا کو بھی مٹی کی ایک بلند دیوار میں محصور کر دیا گیا تھا۔ کین نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ پھر تنقیدی نظروں سے کام کا جائزہ لیا۔ ''میرا خیال ہے اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کر سکتے''۔

ہلٹس نے اس سے اتفاق کیا۔ وہ بھی دیکھ رہا تھا کہ کھدائی کی مشینیں اب مٹی کی دیوار کو مزید اونچا کرنے سے قاصر تھیں اور اگر کین کا اندازہ صحیح تھا تو سیلاب ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں یہاں پہنچنے والا تھا۔ کین بولا۔ ''اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ دس منٹ اور کام کریں اور اس کے بعد اوزار سمیٹ لیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وقت سے کافی پہلے ہر شخص یہاں سے روانہ ہو جائے''۔ ہلٹس نے اطمینان کی سانس لی۔ کین مڑا اور تیزی سے ایڈمنسٹریشن بلڈنگ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ چند قدم ہی گیا ہو گا کہ ریاستی

پولیس کے ایک جوان نے اس کو روکا ''سر! آپ کے لئے کال ہے۔'' کین اس کے پیچھے چل دیا۔ ایک جیپ میں وائرلیس سیٹ رکھا تھا۔ پورٹ لینڈ کے ڈاکٹر ولسن نے اس کے لئے پیغام ریکارڈ کرایا تھا۔ پیغام میں کہا گیا تھا کہ لہر راک آئی لینڈ ڈیم تک پہنچ چکی ہے۔ 75 منٹ کے اندر اندر لہر رچ لینڈ پہنچ جائے گی۔ (یہ کال کچھ دیر پہلے ریکارڈ کرائی گئی تھی) کمپیوٹرز کے مطابق جس وقت لہر رچ لینڈ پہنچے گی اس کی اونچائی 84.4 فٹ ہو گی اور اس کا سامنے کا حصہ ایک ہزار گز چوڑا ہو گا۔ آپ اس علاقے کو فوراً خالی کرا لیں اور جلد از جلد پورٹ لینڈ پہنچنے کی کوشش کریں۔''

کین نے سپاہی کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ ''لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اعلان کر دو کہ تمام کارکن کام چھوڑ دیں اور جلد از جلد یہاں سے نکل جائیں۔ میں آدھ گھنٹے کے اندر اندر یہ جگہ خالی دیکھنا چاہتا ہوں۔'' سپاہی حکم کی تعمیل کے لئے فوراً ہی ایک دوسری جیپ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اتنے میں حفاظتی دستے کا ایک آدمی بھاگتا ہوا کین کے پاس پہنچا۔ اس نے بڑی گھبراہٹ کے عالم میں یہ خبر سنائی کہ منتظم اعلیٰ کیلر مین نے اپنے سر میں گولی مار کر خودکشی کر لی ہے۔ اس کی لاش اس کے دفتر میں فرش پر پڑی ہے۔ اوہ مائی گاڈ! کین نے سوچا اب تمام لوگوں کے باحفاظت انخلاء کی ساری ذمہ داری اس پر آ پڑی تھی۔ وہ بھاگتا ہوا لاؤڈ سپیکر والی جیپ پر پہنچا۔ اس نے مائیک تھامتے ہوئے کہا۔ ''میں اس وقت منتظم اعلیٰ کی حیثیت سے آپ سے مخاطب ہوں۔ تازہ اطلاعات کے مطابق سیلاب آدھ گھنٹے تک یہاں پہنچنے والا ہے۔ آپ سب لوگ بڑے نظم و ضبط کے ساتھ یہاں سے نکلنا شروع کر دیں''۔ جلد ہی کین کی ہدایات کے مطابق انخلاء شروع ہو گیا۔ وہ ایک بلند جگہ پر کھڑا ری ایکٹر کمپاؤنڈ کے بڑے دروازوں سے گاڑیوں کی قطاریں نکلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ان گاڑیوں پر ریاستی سپاہی' نیشنل گارڈ کے جوان اور کیلر مین کے عملے کے آدمی تھے۔ 2 بج کر 45 منٹ پر ری ایکٹر کمپاؤنڈ بالکل خالی ہو چکا تھا۔ اب وہاں کین اور ہیلی کاپٹر کا ایک پائلٹ بے چینی سے ہیلی کاپٹر کے ارد گرد ٹہل

رہا تھا اور بار بار کین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کین ری ایکٹر کے گرد بنائے گئے بیرونی حصار کے پاس کھڑا تھا اور اپنے اطمینان کے لئے آخری بار اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ شمال کی جانب سے ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے آ رہے تھے۔ اس کے قدموں کے قریب مٹی چھوٹے چھوٹے دائروں میں گھوم رہی تھی۔ سورج مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ اس نے دور افق کی طرف دیکھا۔ آسمان نیلا نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک آخری نظر ری ایکٹر پر ڈالی اور بھاگتا ہوا ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچا...... تب اسے ایک ہلکی سی آواز آئی۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ دور ری ایکٹر کی دوسری منزل پر ایک کھڑکی میں کوئی شخص کھڑا تھا۔ وہ بندوق لہرا لہرا کر قہقہے لگا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کین ہیلی کاپٹر میں بیٹھا مغرب کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ کوئی دس منٹ بعد ان کا ہیلی کاپٹر 11 ۔ ایف طیارے کے پہلو میں اترا۔ وائلڈ بل پہلے کی طرح ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ اس نے کین کو طیارے میں خوش آمدید کہا۔ طیارے کے انجن پہلے سے سٹارٹ تھے۔ اس میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ سڑک پر تیزی سے بھاگنے لگا۔ چند لمحے بعد وہ فضا میں پہنچ چکے تھے۔ ان کا رخ پورٹ لینڈ کی طرف تھا۔ وائلڈ بل نے اشارے سے کین کو انٹر کام آن کرنے کے لئے کہا۔ ہیلمٹ میں اسے بل کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ای پی سی پورٹ لینڈ کو کسی شخص نے تمہارے لئے پیغام دیا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ چک نامی لڑکی ان کے قبضے میں ہے۔ جو قدم اٹھانا سوچ سمجھ کر اٹھانا''۔

وائلڈ بل کی اس اطلاع پر کین سن ہو کر رہ گیا۔

☆☆☆

راک آئی لینڈ ڈیم نے لہر کا راستہ روکا۔ پانی اور پتھر آپس میں ٹکرائے۔ ایک پر ہول گونج پیدا ہوئی۔ چند لمحے کے لئے کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ لہر کی اونچائی اور رفتار قدرے کم ہو گئی تھی لیکن پانی کی مجموعی مقدار میں اضافہ ہو گیا۔ اس وقت پانی کے پہلے ریلے

کے پیچھے 500 بلین ٹن وزن کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا تھا۔ 65 میل فی گھنٹہ کی رفتار نے اس پانی کو بے پناہ قوت بخش دی تھی۔ راک آئی لینڈ ڈیم اس قوت کا مقابلہ نہ کر سکا۔ سیلاب میں بہتی ہوئی بڑی بڑی چٹانیں دھماکوں کے ساتھ ڈیم سے ٹکرائیں، پانی کی مخفی قوت نے جوش مارا اور ڈیم جیسے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی جگہ سے اکھڑ گیا۔ پانی کی سرکش لہر ڈیم کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کے اوپر سے گزرتی ہوئی پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئی۔ لہر اب تقریباً ایک میل کے علاقے میں پھیل چکی تھی لیکن اس کے باوجود اس کے منتشر ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ دراصل دریائے کولمبیا کی گزرگاہ اس طرح کی تھی کہ پانی مختلف اطراف میں پھیلنے کے بجائے دریا کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اس کے بعد لہر کے راستے میں دو چھوٹے چھوٹے ڈیم اور آئے۔ ان کے نام ''واناپم'' اور ''پرائسٹ ریپڈ'' تھے۔ یہ دونوں ڈیم لہر کے سامنے کوئی مزاحمت نہ کر سکے اور ٹوٹ گئے۔ لہر کی رفتار اب پچاس میل فی گھنٹہ تھی لیکن اس کے پیچھے پانی کا ایک لشکر عظیم تھا۔ سیلاب اور رچ لینڈ کے درمیان اب کوئی چیز حائل نہیں تھی۔

☆☆☆

کین، گورنر کی اسسٹنٹ سویٹ کے دفتر میں کھڑا تھا۔ وہ سخت طیش میں نظر آ رہا تھا۔ اس نے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔ ''میں پوچھتا ہوں گورنر اور اس کا سارا عملہ ایک فرد کو اغوا ہونے سے کیوں نہ بچا سکے۔ اس کی حفاظت آپ کی ذمہ داری تھی۔ میں اس کو آپ کے رحم و کرم پر چھوڑ کر گیا تھا''۔

سویٹ اس کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''مسٹر کین! آپ ایک منٹ بیٹھ کر میری بات تو سن لیجئے''۔

کین نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ سویٹ نے کہا۔ ''کین! ہمارے محافظوں نے حملہ آوروں کو روکنے کی پوری کوشش کی۔ اس کوشش میں ایک محافظ کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ ہم نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اب تک ہم اس کو تلاش

کرنے کے لئے تمام ذرائع استعمال کرتے رہے ہیں۔ ہم کوئی چین سے نہیں بیٹھے لیکن اب......'' سویٹ کہتے کہتے خاموش ہوگئی۔

''اب کیا؟'' کین نے بے چینی سے پوچھا۔

سویٹ تھکے ہوئے انداز میں بولی۔ ''دیکھئے مسٹر کین! صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ہمارے مواصلاتی سیارے اور کمپیوٹرز اس بات کی اطلاع دے رہے ہیں کہ شام سات اور پونے آٹھ کے درمیان سیلاب یہاں پورٹ لینڈ تک پہنچ جائے گا۔ پورٹ لینڈ کی آبادی کوئی کم نہیں ہے۔ ہمارے پاس تقریباً چار گھنٹے کا وقت ہے اس وقت میں ہمیں اس لہر کو یہاں پہنچنے سے روکنا ہے یا شہر کو خالی کرانا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ شہر میں پہلے ہی کتنی افراتفری مچی ہوئی ہے۔ تم ہی مجھے بتاؤ پانچ لاکھ افراد کے اس ہجوم میں مس چک کے ملنے کے امکانات کتنے فیصد ہیں؟''

کین ایک طویل سانس لے کر واپس بیٹھ گیا۔ سویٹ کا کہنا کافی حد تک درست تھا۔ وہ خود بھی بذریعہ ہیلی کاپٹر شہر کے اوپر سے پرواز کرتا ہوا یہاں پہنچا تھا۔ اس نے شہر کے اندر افراتفری کے زبردست اثرات دیکھے تھے۔ تقریباً تین لاکھ افراد سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے تھے۔ وہ نواحی پہاڑیوں پر پہنچنے کے لئے شہر سے نکلنے کا راستہ تلاش کر رہے تھے۔ مختلف شاہراہوں پر ٹریفک بالکل جام ہوگئی تھی اور انتظام درہم برہم ہو کر رہ گئے تھے۔ ایک جانب سے مایوس ہو کر لوگ کسی دوسری طرف کا رخ کرتے تو بھگدڑ مچ جاتی تھی۔ کئی کمزور افراد پاؤں کے نیچے کچلے جاتے تھے۔ کچھ اس قدر افراتفری میں گھروں سے نکلے تھے کہ ہیٹر چولہے اور اس قسم کی دوسری چیزیں جلتی ہوئی چھوڑ آئے تھے۔ اس قسم کی چیزوں کی وجہ سے شہر کے اندر مختلف مقامات پر آگ بھڑک اٹھی تھی جو لمحہ بہ لمحہ پھیلتی جا رہی تھی۔ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو جان بچانے کیلئے ادھر سے ادھر بھاگ رہا تھا۔

کین کی آنکھوں کے سامنے چک کا ہنستا مسکراتا چہرہ گھوم گیا۔ وہ کبھی اس کے

ساتھ گرمجوشی کے ساتھ پیش نہیں آیا تھا لیکن اس وقت اس کی گمشدگی پر وہ سخت ملول ہو رہا تھا۔ ''نادان لڑکی نجانے کہاں پھنس گئی ہے!'' اس نے بڑے درد سے سوچا اور پھر اچانک اس کا خیال جنرل ہیمنڈ کی طرف چلا گیا۔ اس کی ریچھ جیسی آنکھیں اس کے تصور میں آئیں اور اس نے سویٹ سے پوچھا۔ ''جنرل ہیمنڈ اس وقت کہاں ہیں؟''

سویٹ نے اس کی طرف چونک کر دیکھا پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''کیا تم اس پر شک کر رہے ہو؟''

کین دانت پیس کر بولا۔ ''مجھے شک ہی نہیں یقین ہے کہ اس معاملے میں جنرل ہیمنڈ کوئی اہم کردار ادا کر رہا ہے۔'' وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور انگلی اٹھا کر بولا۔ ''دیکھئے مس سویٹ اگر چک کو کسی قسم کا نقصان پہنچا تو جنرل ہیمنڈ اس کا ذمہ دار ہو گا...... جنرل ہیمنڈ...... میں آپ کو گواہ بنا رہا ہوں۔'' پھر وہ تیزی سے دروازہ بند کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

☆☆☆

چک کا دھیان اس کھڑکی کی طرف گیا جسے پلائی وڈ کے تختے سے بند کر دیا گیا تھا۔ تختے کو کیلوں سے جوڑا گیا تھا۔ چک نے سوچا کہ وہ کوشش کرے تو ہو سکتا ہے کیل اکھاڑنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ کمرے میں ہتھیار کے طور پر استعمال ہونے والی کوئی شے نہیں تھی۔ آخر وہ خالی ہاتھ ہی کیلوں سے الجھنے لگی۔ ایک گھنٹے کی کوشش میں وہ بس دو عدد کیل اکھاڑ سکی۔ اس کی انگلیاں بری طرح زخمی ہو گئیں اور چھ ناخن ٹوٹ گئے تھے۔ اس نے سوچا اس طرح وہ بس ایک دو تختے اکھاڑنے میں کامیاب ہو سکے گی پھر اس کا دھیان کین کی طرف چلا گیا۔ نجانے وہ کہاں ہے، کن حالات میں ہے؟ اس کو تو ویسے بھی اس کا خیال کم ہی آتا تھا۔ اس کے سینے میں دکھ کی ایک لہر سی اٹھی اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ سب کچھ اس کے لئے کر رہی تھی اور وہ اس کو یہاں اکیلا چھوڑ کر گورنر سے ملنے چلا گیا تھا۔ اس نے خود پر ضبط کیا اور اور تیسرے

کیل کو اکھاڑنے میں مصروف ہوگئی۔ اچانک دروازے آہٹ ہوئی۔ وہ جلدی سے پلنگ پر آکر بیٹھ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ بغلوں میں دے لئے تھے۔ دروازہ کھلا اور پہرہ دینے والا شخص اندر داخل ہوا۔ اس نے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر اس کی نگاہ کھڑکی کے تختے پر پڑی۔ تختے کا ایک کونہ اکھڑا ہوا تھا۔ وہ کرخت میں بولا۔ ''بڑی مصروفیت کا وقت گزار رہی ہو۔''

چک نے چلا کر کہا۔ ''تو گولی ماردو مجھے۔ کیا کرسکتے ہو تم۔ کچھ نہیں کرسکتے۔ مجھے مارنے سے تمہارا الو سیدھا نہیں ہوسکتا۔''

اس شخص نے گہری نظر سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہم بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ مس چک...... لیکن فی الحال تم چلنے کی تیاری کرو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں افراد اس کو گاڑی میں بٹھا کے روانہ ہوگئے۔ ان کا رخ مشرق کی طرف تھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد انہوں نے سڑک پر رکاوٹ دیکھی۔ قریباً نصف درجن پولیس والے بھی اطراف میں موجود تھے۔ چک کے دونوں طرف بیٹھے آدمیوں نے ریوالور نکال کر اس کی پسلیوں سے لگا دیئے۔ انہوں نے یہ احتیاط رکھی تھی کہ ریوالور باہر سے محسوس نہ کیا جاسکے۔ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے گاڑی آہستہ کرنے کا حکم دیا۔ ڈرائیور نے رکاوٹ کے قریب جا کر گاڑی روک دی۔ ایک پولیس آفیسر نے آگے بڑھ کر گاڑی کے اندر جھانکا پھر ان سے بولا۔ ''آپ مشرق کی طرف جارہے ہیں لیکن اس طرف جانے کی اجازت نہیں۔ آپ صرف مغربی سمت جاسکتے ہیں اور وہ بھی پیدل۔ آپ گاڑی کو یہاں لاک کردیجئے اور چابیاں ساتھ لے جایئے۔''

ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔ ''جناب ہمیں پورٹ پر پہنچنا ہے۔ ہم سیاٹل جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔''

آفیسر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''آپ صرف مغرب کی طرف جاسکتے ہیں اور وہ بھی پیدل!'' اس نے گاڑی کا دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن اس وقت چک

کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کے ریوالور سے دو گولیاں نکلیں اور آفیسر کی عینک کے دونوں شیشوں میں سوراخ ہوگئے۔ گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور رکاوٹ کو توڑتی ہوئی نکل گئی۔ چک دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے سسکیاں لے رہی تھی۔ دور کہیں پولیس کاروں کے سائرن چیخ رہے تھے۔

☆☆☆

نیم پاگل شخص ری ایکٹر کی نچلی منزل میں تھا۔ ری ایکٹر کا یہ حصہ ہر وقت تابکاری کی زد میں رہتا تھا اور اس جگہ کوئی شخص بھی حفاظتی لباس کے بغیر داخل نہیں ہوسکتا تھا لیکن وہ شخص اس حقیقت سے بے خبر بڑی آزادی سے ادھر ادھر گھوم رہا تھا۔ اس کا تمام جسم تابکاری سے متاثر ہوچکا تھا۔

فی الحال وہ بالکل نارمل تھا لیکن اگلے چوبیس گھنٹوں میں اسے بہرصورت مرجانا تھا۔ اس وقت وہ فرش پر پاؤں پسارے بیٹھا تھا اور فرج سے نکالے ہوئے سیب کھا رہا تھا اچانک اس نے عجیب قسم کا ارتعاش محسوس کیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کئی ریل گاڑیاں ایک ساتھ بھاگی چلی آرہی ہوں۔ وہ رائفل تھام کر بھاگتا ہوا اوپر کی منزل پر پہنچا اور پھر اس نے ایک حیران کن منظر دیکھا۔ پانی کی ایک بلند و بالا لہر تیز رفتاری سے اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اتنی بلند و بالا اور تیز رفتار لہر اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

جس وقت لہر رچ لینڈ سے ٹکرائی اس کی رفتار گھٹ کر 49 میل فی گھنٹہ رہ گئی اور اس کی اونچائی بھی خاصی کم ہوچکی تھی لیکن اس کی مجموعی طاقت میں پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ ہوچکا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانی کا ریلا سٹوریج ایریا کے بیرونی حصار کو پار کرگیا سرکش موجیں سٹوریج ایریا پر چڑھ دوڑیں۔ ایٹمی فضلے اور زہریلے کیمیائی مادوں کے ہزاروں ڈرم اپنی قبروں سے باہر نکل آئے۔ ان کے ڈھکنے کھلے پیندے پھٹے اور غیر مرئی ہلاکت خیز مواد پانی اور ہوا میں گھل گیا۔ اس کے بعد لہر نے ری ایکٹر کے بیرونی حصار کو توڑا مٹی کی دیوار دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ فضلے کے دیو ہیکل ٹینکر لہر کی

زد میں آئے۔ لہر نے ان کو دبوچا، جھنجھوڑا اور پاش پاش کر دیا۔ قریباً پانچ لاکھ گیلن فضلہ ہوا اور پانی میں شامل ہو گیا۔ اندرونی دیوار نے قریباً پندرہ سیکنڈ تک پانی کو روکا اور پھر یہ دیوار بھی بہہ گئی۔ لہر پیچ و تاب کھا کر ری ایکٹر کی اصل عمارت سے ٹکرائی۔ پوری عمارت ایک دفعہ پتے کی طرح لرزی لیکن بنیادوں پر کھڑی رہی۔ پانی جیسے سینکڑوں ہتھوڑوں کے ساتھ عمارت پر پل پڑا۔ کھڑکیاں ٹوٹیں، دروازے اکھڑے اور موجوں کے سفاک لشکری اودھم مچاتے ہوئے عمارت میں داخل ہو گئے۔ وہ نیم پاگل شخص حیرت سے منہ کھولے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ پانی تیزی سے اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کی پنڈلیاں پانی میں ڈوب چکی تھیں۔ اچانک وہ زور زور سے قہقہے لگانے لگا۔ ''مارگریٹ کہاں ہو۔ کہاں ہو...... میرے سامنے آؤ۔ ورنہ...... ورنہ میں پورے امریکہ کو آگ لگا دوں گا۔ ساری دنیا کو تباہ کر دوں گا۔ میں مریخ سے کمک لے کر آؤں گا۔'' اس نے خود کار رائفل اٹھائی اور چاروں طرف گولیاں برسانے لگا۔

☆☆☆

کین کے سامنے اب دو راستے تھے۔ یا تو وہ سب کام چھوڑ کر چک کو ڈھونڈتا اور اسے چھڑانے کی کوشش کرتا یا پھر اسے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر آگے بڑھ جاتا اور ان کوششوں میں شریک ہو جاتا جو سیلاب کو روکنے کے لئے کی جا رہی تھیں۔ فیصلہ مشکل تھا لیکن اس کو کرنا تھا اور جلد کرنا تھا۔ چک کی بے چارگی کا تصور اس کو بری طرح ستا رہا تھا لیکن دوسری طرف لہر تھی جو بلائے درماں کی طرح اس کے ذہن میں گھسی چلی آ رہی تھی۔ آخر اس نے اجتماعی مسئلے کو ذاتی مسئلے پر ترجیح دی اور سیدھا کمانڈ سنٹر کی طرف روانہ ہو گیا۔

کمانڈ سنٹر (EPC) بلڈنگ کے سب سے اوپر والے فلور میں قائم کیا گیا تھا۔
ایک بڑے ہال میں دیواروں پر بڑے بڑے نقشے آویزاں تھے اور امریکہ کے سرکردہ ماہرین اور اعلیٰ عہدے دار یہاں جمع ہو چکے تھے۔ اولمپیا کی گورنر گلوریا اور پورٹ لینڈ

کے گورنر مسٹر بلیک بھی موجود تھے۔ کین بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ گورنر بلیک کا اسسٹنٹ شہر میں زبردست افراتفری اور آتشزدگی کے واقعات کے بارے میں بتا رہا تھا۔ کین نے تجویز پیش کی کہ آگ پر قابو پانے کے لئے محکمہ جنگلات کے پانی پھینکنے والے بمبار طیارے استعمال کئے جائیں۔ وہ آسانی سے دریا سے پانی بھی لے سکیں گے۔ تھوڑے سے تبادلہ خیال کے بعد اس تجویز کو قبول کر لیا گیا اور گورنر بلیک نے فوراً اس سلسلے میں احکامات جاری کر دیئے۔ گورنر گلوریا نے کین سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ ''آپ اس بحران کو حل کرنے میں بڑا فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔ آئندہ صورت حال کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

کین نے حاضرین کی طرف نگاہ دوڑائی پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''میرا اندازہ ہے کہ جو کچھ میرے ذہن میں ہے، وہ آپ لوگوں کو پسند نہیں آئے گا۔''

گورنر بلیک نے کہا۔ ''مسٹر کین! آپ ہمارے بارے میں اپنے طور پر فیصلہ کس طرح کر سکتے ہیں؟ آپ اپنی رائے دیجئے۔''

کین نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔ ''معزز حضرات اور گورنرز! سیلاب اس وقت رچ لینڈ تک پہنچ چکا ہو گا اور مجھے اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ تابکار مادے کی کچھ نہ کچھ مقدار ضرور پانی میں شامل ہوئی ہو گی۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے گرینڈ کولی سے لے کر رچ لینڈ تک ہمارے آٹھ ڈیم تباہ ہو چکے ہیں۔ ذرا تصور کریں آٹھ ڈیم اور آٹھ جھیلوں کا پانی۔ ان جھیلوں میں جو پانی تھا وہ سات مختلف پہاڑی علاقوں سے اکٹھا ہوا تھا۔ یہ رقبہ فرانس سے بھی بڑا ہے یعنی کوئی 250000 مربع میل۔ ان جھیلوں میں موجود پانی کا آپ بخوبی تصور کر سکتے ہیں یہ تمام پانی سیلاب میں شامل ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کولمبیا سسٹم کے صرف چار ڈیم باقی رہ گئے ہیں اور میں بڑے ادب کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی غلط فہمی ہے تو دور کر لیجئے۔ ان میں سے کوئی ڈیم بھی لہر کو روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔''

ڈاکٹر ولسن نے پوچھا۔ ''کیا تم پورے یقین سے یہ بات کہہ رہے ہو؟''

''جی ہاں!'' کین ٹھوس لہجے میں بولا۔ ''ٹھیک ہے کہ لہر کی رفتار اور بلندی کم ہو چکی ہے لیکن آپ ذرا یہ نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔'' وہ اٹھ کر ایک بڑے نقشے کے پاس جا کھڑا ہوا۔ ''یہ دیکھئے، اس جگہ دریا مغرب کی طرف مڑ جاتا ہے۔ یہاں دریا کی گزرگاہ پھر تنگ ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جوں جوں دریا مغرب کی طرف بڑھتا ہے گزرگاہ تنگ ہوتی جاتی ہے۔ جب دریا کولمبیا میں داخل ہوتا ہے تو اس کا پاٹ صرف 500 فٹ رہ جاتا ہے۔ اب آپ دیکھیں دریا کی گزرگاہ جتنی تنگ ہو گی لہر کی اونچائی اتنا ہی بڑھتی جائے گی اور اس لحاظ سے اس کی رفتار میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ یہاں پر ویسے بھی دریا کی ڈھلوان زیادہ ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ چاروں ڈیم ٹوٹ جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ تابکار لہر نہ صرف پورٹ لینڈ بلکہ آگے تک جائے گی۔''

گورنر گلوریا نے کہا۔ ''تمہارا مطلب ہے بحرالکاہل تک!''

''جی ہاں!'' کین نے سر ہلایا۔ ''میں کوئی سمندری معلومات کا ماہر نہیں ہوں لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ جہاں کولمبیا سمندر میں گرتا ہے، وہاں پیدا ہونے والی لہریں شمال اور جنوب دونوں اطراف میں سفر کرتی ہیں۔ آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تابکار لہریں دنیا کے کس کس حصے تک پہنچ سکتی ہیں۔'' کین کی آنکھوں میں گہری تشویش نظر آ رہی تھی۔ ہال میں مکمل خاموشی تھی۔ کین نے سلسلہ کلام جوڑا۔ اس کی آواز جذبات کی شدت سے کانپ رہی تھی۔ ''ریاست ہائے متحدہ امریکہ تاریخ کے بدترین نقصانات سے دوچار ہو چکا ہے اور ابھی نہایت سنگین خطرات ہمارے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ اگر ہم نے کچھ نہیں کیا تو اس لہر سے جو کم سے کم نقصان ہمیں ہو گا وہ یہ ہو گا کہ پورا پورٹ لینڈ تابکاری کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اگلے پانچ لاکھ سال تک یہاں کوئی رہائش نہیں رکھ سکے گا۔ نجانے کتنے لوگ لقمہ اجل بنیں گے اور کم از کم دس لاکھ افراد بے گھر ہو جائیں گے۔ اس لئے خواتین و حضرات اب ہمیں سیلاب کو روکنا ہو گا...... بہت جلد۔''

گورنر گلوریا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ ''مسٹر کین! کیا اس بارے میں کوئی بات تمہارے ذہن میں ہے؟''

کین نے ایک بار پھر حاضرین کی طرف نگاہ دوڑائی۔ ہر شخص کی آنکھیں اس پر لگی تھیں۔ اس نے اعتماد سے کہا۔ ''جی ہاں، لیکن شاید آپ میں سے کچھ لوگ میری سنجیدگی پر شک کریں۔'' اس نے نقشے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کولمبیا بارج کے نواح میں ایک پہاڑی دیوار ہے دراصل یہ ایک بہت بڑی عمودی چٹان ہے۔ یہ کوئی ہزار فٹ اونچی اور چوتھائی میل لمبی ہے اس علاقے میں تمام پہاڑ بھربھرے قسم کے ہیں۔'' وہ ایک لمحے کے لئے رکا۔ شاید وہ اصل بات کرنے کے لئے اپنے اندر جرات پیدا کر رہا تھا پھر اس نے کہا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ اس پہاڑی دیوار کو لہر روکنے کیلئے استعمال کیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ اس دیوار کو سیلاب کے راستے میں گرا کر ایک ایسا بند بنا دیا جائے جو پانی کو آگے بڑھنے سے روک دے۔''

دو تین آوازوں نے بیک وقت پوچھا۔ ''لیکن کیسے؟''

کین نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''پہاڑیوں میں ایٹم بم گرایا جائے...... میرا خیال ہے دس سے بیس کلوٹن وزن کا ایک ایٹم بم اگر اس دیوار کے قریب گرایا جائے تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔''

پورے ہال پر سنسنی خیز سناٹا چھایا ہوا تھا۔

☆☆☆

چک سہمی ہوئی دونوں افراد کے درمیان بیٹھی تھی۔ پورٹ لینڈ شہر قیامت صغریٰ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ جلتے ہوئے مکان، بھاگتے ہوئے لوگ، دھماکے اور چیخیں۔ ان کی کار راستے کی تلاش میں مختلف سڑکوں پر گھومتی رہی اور آخر کار ٹریفک کے ایک غیر متحرک ہجوم میں بری طرح پھنس گئی۔ اس جگہ اتنا رش تھا کہ گاڑیاں تو کجا پیدل افراد بھی چیونٹی کی رفتار سے سرک رہے تھے۔ گاڑی میں سوار تینوں افراد سخت پریشان نظر آ رہے تھے۔

آخر انہوں نے باہر نکل کر پیدل چلنے کا فیصلہ کر لیا۔ چک کے بارے میں انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس کو روانہ کر دیا جائے۔ چک نے ان الفاظ پر غور کیا اور اس کے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی وہ اس کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے سڑک کے دائیں طرف دکانوں کے عقب میں ایک نیم تاریک گوشے کا انتخاب کیا اور چک کو گاڑی سے باہر نکلنے کا حکم دیا۔ چک جانتی تھی کہ زندگی بچانے کا یہ آخری موقع ہے۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی اور پھر اس سے پیشتر کہ اس کے ساتھ والا شخص باہر نکلتا۔ اس نے پوری طاقت سے دروازہ بند کر دیا۔ اس شخص کا پستول والا ہاتھ دروازے میں آ گیا۔

چک نے پوری رفتار سے دوڑ لگا دی۔ وہ کاروں کی اوٹ میں جھک کر بھاگ رہی تھی اور جلد سے جلد دور نکل جانا چاہتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ لوگ اس کے تعاقب میں ہیں لیکن وہ مڑ کر دیکھنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ جس علاقے کی طرف بھاگ رہی تھی وہ بری طرح آگ میں گھرا ہوا تھا۔

☆☆☆

صدر امریکہ اپنے بیضوی دفتر میں تنہا کھڑے تھے۔ ان کے دونوں ہاتھ پتلون کی جیبوں میں تھے اور وہ مسلسل سرخ رنگ کے ٹیلی فون کو گھور رہے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے گورنر گلوریا اور گورنر بلیک نے پورٹ لینڈ سے ان کے ساتھ بات چیت کی۔ ان کے دلائل کافی وزنی تھے اور صدر امریکہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ بات چیت کافی مختصر رہی تھی۔ گورنر گلوریا نے کہا تھا۔ ''جناب صدر! اگر ہم کین کو اس کارروائی کی اجازت نہیں دیتے تو اس کا مطلب ہے کہ ہم سیلاب کو کھلی چھٹی دے رہے ہیں کہ پورٹ لینڈ سے گزرتا ہوا بحرالکاہل پہنچ جائے...... جناب صدر ماہرین کے اندازے کے مطابق اگلے ایک کروڑ سال کے لئے بحرالکاہل زہر آلود ہو جائے گا۔ میں یہ سوچ کر خوفزدہ ہو رہی ہوں کہ جب روس اور چین اپنے ساحلوں پر مری ہوئی سمندری مخلوق کے ڈھیر دیکھیں گے تو ان کا ردعمل کیا ہو گا۔ محترم صدر یہ ایک عالمگیر مسئلہ ہے اور ہماری فوری توجہ کا مستحق ہے۔''

''خدا غارت کرے اس سیلاب کو۔'' صدر امریکہ نے دانت پیسے پھر انہوں نے سرخ رنگ کا ٹیلی فون اٹھایا۔ تھوڑی دیر بعد کسی سے بات کر رہے تھے۔ وہ اس کو نہایت اچھی قسم کی ہدایات دے رہے تھے۔ ہدایات کا تعلق ایٹم بم سے تھا۔

☆☆☆

ایٹم بم...... دنیا کا مہلک ترین ہتھیار اس وقت کین کے سامنے ایک میز پر پڑا تھا۔ یہ 20 کلوٹن کا ایک چھوٹا ایٹم بم تھا۔ صدر امریکہ نے پہلے میرین ائربیس سے رابطہ قائم کیا تھا لیکن وہاں موجود تمام بم 20 کلوٹن سے زیادہ وزن کے تھے پھر صدر نے بری میرین ائربیس کو احکامات جاری کئے تھے اور وہاں کے عملے نے صرف بیس منٹ میں مطلوبہ سائز کا ایٹم بم پورٹ لینڈ روانہ کر دیا تھا۔ ایٹم بم اور ایٹم بم کو لے کر آنے والا طیارہ دونوں تیار تھے۔ امریکی فضائیہ کا بہترین پائلٹ وائلڈ بل (جس کی مہارت کو اب کین بھی تسلیم کر چکا تھا) جہاز کے ایک پر کے اوپر بڑا سا نقشہ پھیلائے اپنے راستے کا تعین کر رہا تھا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد 11۔ آئی ایف ان دونوں کو لے کر فضا میں بلند ہوا۔ کین پہلی بار وائلڈ بل کے چہرے پر سنجیدگی دیکھ رہا تھا۔ شاید یہ سنجیدگی اس بیس کلوٹن وزن کی مرہون منت تھی جو اس کے جہاز کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اس نے کین سے پوچھا۔ ''تم اس چیز کو کتنی بلندی سے گرانا چاہتے ہو؟''

کین نے اپنے انٹرکام میں جواب دیا۔ ''جتنی کم سے کم بلندی سے تم گرا سکتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو پانچ سوفٹ کی بلندی سے گرایا جائے۔''

وائلڈ بل نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اس جگہ کے حدود اربعہ کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے لیکن...... میں اس کو ممکن بنانے کی کوشش کروں گا۔''

کین نے پوچھا۔ ''کیا مغربی طرف سے جانا مناسب نہیں رہے گا؟''

وائلڈ بل بولا۔ ''یہ تو سراسر خودکشی ہے مسٹر کین۔ یہ کوئی 38۔ پی طیارہ نہیں ہے کہ ہر جگہ گھس جائے گا۔ ہمیں شمالی جانب سے چکر کاٹ کر جانا ہوگا۔''

☆☆☆

دوسری طرف لہر پوری حشر سامانیوں کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کے راستے میں آنے والے دو اور چھوٹے ڈیم ٹوٹ چکے تھے۔ لہر اپنے پیچھے ساڑھے آٹھ سو میل تک تباہی و بربادی کے انمٹ نقوش چھوڑ آئی تھی۔ اتنے زیادہ ڈیم ٹوٹنے کی وجہ سے پورے ملک میں توانائی کا زبردست بحران پیدا ہوگیا تھا اور بجلی جانے کی وجہ سے سنگین حادثات رونما ہوئے تھے۔ لاس اینجلس میں سرکٹ شارٹ ہونے کی وجہ سے پورے شہر میں ٹریفک کی بتیاں اچانک بند ہوگئی تھیں۔ دس منٹ بعد اس خرابی کو دور کر دیا گیا تھا لیکن اس سے پہلے شہر کے طول و عرض میں 1500 گاڑیاں حادثوں کا شکار ہو چکی تھیں۔ تقریباً اسی وقت ایل۔ اے انٹرنیشنل میں فضائی ٹریفک کو کنٹرول کرنے والی سکرینیں بھی تاریک ہوگئیں۔ بجلی کی سپلائی جنریٹروں کے ذریعے 19 سیکنڈ بعد بحال کر دی گئی لیکن اس وقفے میں دو مختلف واقعات میں سات مسافر بردار طیارے ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ قصہ مختصر امریکہ کا پورا مغربی ساحل اس وقت خوفناک افراتفری کا شکار تھا۔ مختلف نوعیت کے حادثات میں کم و بیش ڈھائی لاکھ افراد ہلاک ہو چکے تھے۔ اس وقت 4 بجکر 45 منٹ ہوئے تھے سیلاب ''ڈالس'' ڈیم سے صرف 20 میل دور تھا۔ اس کی بلندی اور رفتار میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا تھا۔

☆☆☆

نیم پاگل شخص خودکار رائفل سے چاروں طرف گولیاں برسا رہا تھا۔ ایک گولی ''سوڈیم کولفٹ'' پائپ کو لگی۔ پائپ میں گردش کرتا ہوا نہایت گرم مائع تیزی سے باہر نکلا اور دوسرے پرزوں پر پڑا۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا اور ری ایکٹر کو ٹھنڈا رکھنے والا نظام ناکارہ ہوگیا۔ سیکنڈ کے پچیسویں حصے میں ری ایکٹر کے مرکزی حصے کا درجہ حرارت

10000 تک جا پہنچا۔ ایک انتہائی طاقتور دھماکہ ہوا۔ ری ایکٹر کی پوری عمارت فضا میں دو سو فٹ تک بلند ہوئی۔ عمارت کے مرکز سے ایک شعلہ بلند ہوا اور ایک ہزار فٹ اوپر تک چلا گیا۔ نیم پاگل شخص گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھا تھا۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ ''مجھے اپنے پاس بلا لو مارگریٹ...... میں کبھی شراب نہیں پیوں گا۔ کبھی تم پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔''

ایک آخری دھماکہ ہوا اور دیوانے کی خواہش پوری ہوگئی۔ اب وہاں ری ایکٹر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ ملبے کے بے شمار چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تھے جو تیزی سے بہتے ہوئے پانی کے ساتھ بہہ رہے تھے۔ تقریباً ساڑھے سات ٹن پلوٹونیم پانی میں شامل ہو چکا تھا۔ اس کا ثبوت وہ چھتری نما منحوس بادل تھا جو آہستہ آہستہ فضا میں بلند ہو رہا تھا اس وقت شام کے 4 بجکر 55 منٹ ہوئے تھے۔

☆☆☆

چک تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ اس کے اردگرد عمارتیں دھڑا دھڑ جل رہی تھیں۔ گلیوں میں جابجا کچلی ہوئی لاشیں نظر آ رہی تھیں۔ چک کو اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ وہ کس طرف جا رہی ہے۔ وہ صرف اپنا تعاقب کرنے والوں سے دور نکلنا چاہتی تھی۔ اس کی ٹانگیں شل ہو چکی تھیں اور دھوئیں اور تپش کی وجہ سے اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ اب وہ جس علاقے میں بھاگ رہی تھی، وہ بری طرح آگ کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا۔ چک نے ایک لمحے کے لئے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تعاقب کرنے والے اسے کہیں نظر نہ آئے لیکن اب وہ خود آگ کے گھیرے میں آ چکی تھی۔ اس نے پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ جوں جوں وہ آگے بڑھ رہی تھی حدت اور دھوئیں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اطراف کی عمارتوں سے شعلوں کی باہیں لپک لپک کر اسے اپنی آغوش میں لینا چاہتی تھیں۔ وہ تقریباً بے ہوش ہونے والی تھی جب اس نے سامنے سڑک پر ایک بس کھڑی ہوئی دیکھی۔ یہ ایک سکول بس تھی اور ایک عمر رسیدہ عورت جلدی جلدی اس میں بچوں کو سوار کرا رہی تھی۔ عورت نے

چک کی طرف دیکھا اور اسے بھاگ کر اندر آنے کا اشارہ کیا۔ جونہی چک اندر داخل ہوئی، اس نے آہنی دروازہ لاک کیا اور بھاگ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ چک کو اس نے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انجن سٹارٹ ہوئے اور بس ایک جھٹکے سے حرکت میں آ گئی۔ چک نے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی آوازوں پر کان لگائے ہوئے تھے۔ اس نے ادھیڑ عمر عورت سے کہا۔ ''میرا خیال ہے ہم دائیں طرف سے نکلنے کی کوشش کریں۔'' عورت نے اس سے اتفاق کیا اور بس دائیں جانب والی گلی میں موڑ دی۔ چک نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ چاروں طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ شعلوں کی پھنکاریں نہایت خوفناک تھیں لیکن حیرت انگیز طور پر بچے بالکل خاموش تھے۔ چک کے پوچھنے پر عورت نے بتایا کہ وہ گونگے اور بہرے تھے۔

جونہی بس ایک موڑ پر گھومی، سامنے سڑک پر دو آدمی کھڑے نظر آئے۔ چک کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ کار والے آدمی تھے۔ بس کو دیکھ کر وہ سڑک کے درمیان کھڑے ہو گئے اور بس کو رکنے کا اشارہ کرنے لگے۔ ادھیڑ عمر عورت نے چک کی طرف دیکھا۔ ایک ہی نظر میں وہ سب کچھ بھانپ گئی۔ ''گھبراؤ مت بیٹی! میں بس روکنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' اس نے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ سڑک پر کھڑے ہوئے افراد نے ونڈ سکرین پر فائر کیا۔ ونڈ سکرین چکنا چور ہو گئی لیکن وہ دونوں نیچے جھک گئیں اور محفوظ رہیں۔ دونوں افراد نے تیزی سے خود کو بس کی زد سے بچانا چاہا لیکن دیر ہو چکی تھی ایک شخص اسی جگہ ٹائر کے نیچے آ کر ہلاک ہو گیا دوسرا بمپر کی بائیں جانب پھنس گیا۔ وہ تقریباً ایک سو فٹ تک بس کے ساتھ گھسٹتا رہا پھر ایک خفیف سا جھٹکا محسوس ہوا اور بس اس کے اوپر سے گزر گئی۔

بچے اب بری طرح چیخ رہے تھے۔ چک نے سامنے دیکھا۔ آگ کی ایک بہت بڑی دیوار نظر آ رہی تھی۔ راستہ مسدود تھا۔ تب چک پر ایک اور حقیقت کا انکشاف ہوا۔ حملہ آوروں کی فائرنگ کی وجہ سے بس کے دونوں اگلے ٹائر پھٹ چکے تھے اور بس خالی

لوہے کے رموں پر دوڑ رہی تھی۔ چک نے چیخ کر کہا۔ ''ہم اس آگ میں سے نہیں گزر سکیں گے۔''

عورت کے جبڑے سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔ اس نے بچوں کی طرف رخ کر کے انہیں اشارے سے کچھ کہا۔ تمام بچوں نے مختلف کپڑوں کے ساتھ اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور نیچے کی طرف جھک گئے پھر وہ چک سے بولی۔ ''اپنا منہ ڈھانپ لو اور گہری سانس لے کر نیچے جھک جاؤ۔'' اس کے ہاتھ سٹیرنگ پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے اور بس کی رفتار میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ چک نے ایک گہری سانس لی اور نیچے جھک گئی۔ بس ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آگ کے طوفان میں داخل ہوئی۔ چک نے محسوس کیا کہ بس اچانک بھٹی کی طرح دہکنے لگی ہے۔ اس کا دم بری طرح گھٹنے لگا۔ اس کو محسوس ہوا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کی جلد تڑخ رہی ہے۔ اس نے اپنے دل کی دھڑکنیں اپنے کانوں میں محسوس کیں۔ پھر اس کو احساس ہوا کہ اس کے بال جل رہے ہیں۔ اس کو اندازہ ہوا کہ اگر اس نے ایک لمحہ مزید سانس نہ لی تو مر جائے گی، اس کو سانس لینی پڑے گی۔ اس نے آخری بار منہ کھولا اور اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا...... عین اس وقت تین بمبار طیارے پانی سے بھری ہوئی ٹینکیوں کے ساتھ فضا میں نمودار ہوئے۔ شام کے 5 بج کر 4 منٹ ہوئے تھے۔

☆☆☆

11۔ آئی ایف برف پوش پہاڑیوں کے اوپر گرجتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اپنی زندگی کا نازک ترین لمحہ کین کے سامنے تھا۔ اس کے کاندھوں پر ایک بہت بڑی ذمہ داری تھی۔ گورنر گلوریا' گورنر بلیک اور صدر امریکہ نے اس پر اعتماد کیا تھا اور اس کو اس اعتماد پر پورا اترنا تھا۔ یہ مرحلہ دو دھاری تلوار جیسا تھا۔ اگر وہ بم نہیں گراتے اور صحیح جگہ پر نہیں گراتے تو سیلاب کو پورٹ لینڈ اور پھر بحرالکاہل تک پہنچنے سے روکنا ناممکن تھا۔ بم گرانے میں بھی بہت سے خدشات پوشیدہ تھے جن میں ایک خطرہ یہ بھی تھا کہ ہو سکتا ہے

علاقے میں آتش فشانی عمل ہونے کی وجہ سے زلزلے کی لہریں پیدا ہوں جو صورت حال کو مزید بگاڑ دیں۔ تھوڑی دیر بعد طیارے کے اندر سامنے ڈائل پر سرخ بتی جلنے لگی۔ پورٹ لینڈ سے کال تھی۔ ان کو بتایا گیا کہ رچ لینڈ کا نیا ایٹمی ری ایکٹر تباہ ہو گیا ہے۔ کین کی آنکھوں میں تشویش کے سائے مزید گہرے ہو گئے۔ اس کے بدترین خدشات حقیقت کا روپ دھار رہے تھے۔ ساڑھے سات ٹن پلوٹونیم 239 سیلاب میں شامل ہو گیا تھا۔

وائلڈ بل کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ اسے نیچے دیکھنے کو کہہ رہا تھا۔ کین نے نیچے دیکھا اور اسے وہ چیز نظر آئی جس نے پورے امریکہ کو تہہ و بالا کر دیا تھا...... میگا ڈیم کی کوکھ سے جنم لینے والی لہر...... وہ نہ صرف زندہ تھی بلکہ ایک بار پھر شباب پر آ رہی تھی۔ دریا کی گزرگاہ تنگ ہو رہی تھی اور لہر کی اونچائی میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے لہر ڈیلس ڈیم کے سامنے پہنچ گئی۔ جس وقت لہر ڈیم سے ٹکرائی اس کی اونچائی کم از کم چھ سو فٹ تھی۔ ڈیم ٹوٹنے کا منظر انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تصادم اس قدر شدید تھا کہ دباؤ کی لہریں طیارے تک پہنچیں اور وہ بری طرح لرزنے لگا۔ لہر کا سامنے کا حصہ ڈیم سے دو سو فٹ بلند تھا۔ اس وقت طیارہ ڈیم کے عین اوپر تھا۔ چند لمحے بعد طیارہ اور ڈیم دونوں اپنی اپنی جگہ سے آگے روانہ ہو چکے تھے۔ کوئی ایک فرلانگ آگے جا کر طیارے نے موڑ کاٹا اور اب وہ ایک تنگ درے میں سفر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ ایک نہایت خطرناک اڑان تھی۔ کئی مرتبہ تو ایسا محسوس ہوا جیسے ابھی طیارہ پہاڑیوں سے ٹکرا جائے گا۔ وائلڈ بل نے پوری توجہ جہاز پر مرکوز کر رکھی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے اپنے جسم کے ہر عضو اور ہر حس کو یکجا کر رکھا ہے۔ اس کی آنکھیں ساکت تھیں اور ہاتھ جہاز کے ہر ارتعاش کو محسوس کر رہے تھے۔ اس وادی میں جہاز کو اڑانا وائلڈ بل کا ہی کام تھا۔ اس نے مڑے بغیر کین سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''ہم کیسل راک پہ پہنچنے والے ہیں۔ میں دونوں ہاتھ کنٹرول وہیل پر رکھنا چاہتا ہوں۔ جب

میں کہوں تم نیلے رنگ کا بٹن دبا دینا۔ بم پھینکنے والے راستے کا دروازہ کھل جائے گا۔ نشانے پر پہنچ کر سرخ رنگ کا بٹن دبا دینا۔ بم گر جائے گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' کین نے کہا۔ اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا اور منہ خشک ہو گیا تھا۔ طیارہ نہایت سست رفتاری سے پرواز کر رہا تھا۔ جونہی انہوں نے ایک موڑ کاٹا سامنے وہ دیوار نظر آنے لگی جسے سیلاب کے راستے میں گرایا جانا تھا دیوار اصل پہاڑی سے الگ ہو گئی تھی اور اس کا جنوبی سرا دریا کی گزرگاہوں کے اندر تھا۔ صحیح نتیجہ حاصل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ بم کو پہاڑی اور دیوار کے درمیان گرایا جاتا۔ وائلڈ بل نے ایک طویل چکر کاٹا اور پہاڑیوں کے درمیان سفر کرتا ہوا کیسل راک کی طرف بڑھا۔ ''نیلا بٹن!'' اس نے آواز دی۔ کین نے نیلا بٹن دبا دیا۔ جہاز کے نیچے فوراً ایک دروازہ کھل گیا۔ ہوا جہاز کے پیندے سے ٹکرائی اور اس کا ارتعاش کین نے اپنے قدموں میں محسوس کیا۔ وائلڈ بل نے بڑی مہارت سے جہاز کا دایاں پر اوپر اٹھایا۔ وہ ترچھے انداز میں پرواز کرتے ہوئے 310 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دیوار اور پہاڑی کے درمیان خلا میں داخل ہوئے۔ ان کی بلندی تقریباً 500 فٹ تھی۔ کین نے اپنی انگلی سرخ بٹن پر رکھی ہوئی تھی۔ اس جگہ خلا کی چوڑائی صرف 200 فٹ تھی۔ وائلڈ بل انتظار کر رہا تھا کہ کین بم گرائے لیکن کین ساکت و جامد بیٹھا تھا۔ اس کی انگلی جیسے پتھر کی ہو گئی تھی۔ وائلڈ بل چلایا۔ ''بٹن دباؤ۔'' لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ نشانے سے آگے نکل چکے تھے۔ وائلڈ بل نے پھرتی سے جہاز کو اوپر اٹھایا۔ وہ بمشکل سامنے والی پہاڑی کے ساتھ ٹکرانے سے بچ سکا۔

انجینئر کین کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ اس کی پیشانی عرق آلود ہو رہی تھی۔ وہ ایک دفعہ پھر چیختی چنگھاڑتی لہر کے اوپر سے گزرے۔ وہ اب کیسل راک سے صرف پانچ میل دور تھی۔ ''مسٹر کین! یہ آخری موقع ہے۔'' بل نے جہاز کو تیزی سے موڑتے ہوئے کہا۔ کین نے اثبات میں سر ہلایا۔ اب اتنا وقت نہیں تھا کہ بل جہاز کو

پہلے والے راستے سے لے کر آتا۔ اس نے جہاز کو ایک تنگ سی گھاٹی میں موڑ دیا۔ وہ ایک نہایت خوفناک منظر تھا۔ طیارہ تقریباً پتھروں کو چھوتا ہوا پرواز کر رہا تھا۔ طیارے کا ایک بازو ڈھلوان سے صرف 20 فٹ کے فاصلے پر تھا۔ کین نے ایک ثانیے کے لئے بل کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے کے اعصاب تنے ہوئے تھے۔ شاید اس نے اپنی سانس تک روک رکھی تھی۔ جہاز خلا کے اندر داخل ہوا۔ کین کی انگلی بٹن پر لرز رہی تھی۔ بل کو اندازہ ہو چکا تھا کہ کین بم کو کس جگہ گرانا چاہتا ہے۔ مقررہ جگہ پہنچ کر وہ چیخا۔ ''بٹن دباؤ۔''

اس دفعہ کین کی انگلی میں حرکت پیدا ہوئی اور جہاز کو جھٹکا لگا۔ ایٹم بم جہاز سے علیحدہ ہو چکا تھا۔ لہر اس وقت ایک میل کے فاصلہ پر تھی۔ 11۔ آئی ایف لہر کے سامنے والے حصے کو تقریباً چھوتا ہوا اوپر اٹھا۔ اسی وقت ایک خیرہ کن چمک پیدا ہوئی اور پھر ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ طیارہ تیزی سے اوپر اٹھ رہا تھا لیکن ابھی وہ محفوظ بلندی تک نہیں پہنچا تھا، دباؤ کی تحت ایک دفعہ زور سے لرزا اور پھر دھماکے سے اس کے انجنوں میں آگ لگ گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے پوری دنیا میں صرف ایک ہی آواز رہ گئی ہے اور وہ ہے بم کے دھماکے کی۔ دھماکے سے پیدا ہونے والی چمک نے اس کی آنکھوں کو بری طرح چندھیا دیا تھا۔ اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اپنی زبردست تربیت کے زیر اثر خود بخود اس کا ہاتھ ایمرجنسی بٹن پر پہنچا۔ بٹن کے دبتے ہی کاک پٹ کی چھت ایک جھٹکے سے علیحدہ ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی کین اور وائلڈ بل کئی فٹ اوپر ہوا میں اچھل گئے۔ بم دیوار نما چٹان کی جڑ میں پھٹا تھا۔ آگ کا ایک بہت بڑا گولہ فضا میں بلند ہوا۔ چٹان لرزی، اکھڑی، ٹوٹی اور ناقابل بیان آواز کے ساتھ کولبیا کی گزرگاہوں میں جا گری۔ اس کے بعد پہاڑی کی باری آئی۔ دھماکے نے پہاڑی کو جڑوں سے ہلا دیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پہاڑی کی چوٹی مسمار ہوگئی...... صدیوں سے اپنی جگہ پر جمے ہوئے آٹھ سو ملین ٹن وزن کے قدیم پتھر اپنی جگہ سے ہلے اور ایک طویل اور پرہول گونج کے ساتھ دریا میں جا

گرے۔ لہر کے راستے میں ایک عظیم الشان ڈیم کھڑا ہو چکا تھا۔

لہر تیز رفتاری سے آگے بڑھی۔ اس کے سامنے کے حصے کو بم کی حرارت نے بھاپ بن کر اڑا دیا لیکن اس سے لہر کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ وہ حسب سابق اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس نئے تعمیر شدہ ڈیم سے ٹکرائی۔ پانی فضا میں ایک ہزار فٹ کی بلندی تک اچھلا۔ چند لمحے کے لئے کچھ پتہ نہیں چلا، پھر پانی کی دیوار نیچے گرنے لگی......لہر شکست کھا چکی تھی۔ تابکار پانی کا لشکر عظیم پورٹ لینڈ کے دروازے پر پہنچ کر آخری معرکہ ہار گیا تھا۔ بحرالکاہل کی منزل اس سے چھن گئی تھی۔ اس وقت شام کے 5 بجکر 19 منٹ ہوئے تھے۔

☆☆☆

کین اپنے کمرے میں بیٹھا تھا۔ چک اس کے سامنے صوفے پر براجمان تھی۔ اس نے سر پر ایک رومال باندھ رکھا تھا۔ اس کے خوبصورت بال جل گئے تھے لیکن چہرہ اور ہاتھ پاؤں محفوظ رہے تھے۔ اس کا اور بس کے تمام بچوں کا بچ جانا ایک معجزے سے کم نہیں تھا۔ اگر پانی پھینکنے والے جہاز وقت پر نہ پہنچتے تو وہ یقیناً جل کر راکھ ہو جاتے۔ کین بھی بچ گیا تھا۔ وہ وائلڈ بل کے ساتھ پیراشوٹ کے ذریعے بحفاظت اترنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ چک کین سے مخاطب ہوئی۔ ''میں دس منٹ سے یہاں بیٹھی ہوں اور تم اس فائل میں کھوئے ہوئے ہو۔ کیا ہے اس فائل میں؟''

کین نے طویل سانس لے کر فائل بند کر دی۔ ''میں ان نقصانات کا جائزہ لے رہا تھا جو اس لہر کی وجہ سے پہنچے ہیں۔ فائل کے مطابق لہر کے ہاتھوں صرف بارہ گھنٹے کے اندر امریکہ اور کینیڈا کی 70 کمیونٹیز تباہ ہوئیں۔ کئی شہر اس کے علاوہ ہیں۔ مالی نقصان کا اندازہ 500 ملین ڈالر سے زیادہ ہے۔ کم از کم 186000 جانیں ضائع ہوئیں اور 20000 افراد بے گھر ہوئے۔ کین کے چہرے پر گہرے دکھ کے آثار نظر آ رہے تھے۔ چک نے پوچھا۔ ''کین! کیا اس راز پر سے کبھی پردہ نہیں اٹھ سکے گا کہ

ساری تباہی کا ذمہ دار کون تھا؟ میگا ڈیم پر دھماکہ تو انہی لوگوں نے کیا تھا۔''

کین نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں جنرل ھیمنڈ کے بارے میں کچھ پتہ ہے۔ جس روز صدر امریکہ نے تفتیشی افسران کو ہمارے پاس بھیجا تھا، اس سے اگلے روز جنرل ھیمنڈ دل کا دورہ پڑنے سے جاں بحق ہو گیا۔ مجھے معلوم ہے اس کو دراصل کسی نے قتل کیا ہے۔''

''کس نے؟'' چک نے پوچھا۔

دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ سامنے سفید بالوں والا کھڑا تھا۔

''میں نے۔'' اس نے کہا۔ ''وہ میرا ساتھی تھا لیکن تم لوگوں کی نظروں میں آ گیا تھا۔ اس کا مرنا ضروری تھا۔ اسی طرح، جس طرح تم دونوں کا مرنا ضروری ہے۔'' اس کے ہاتھ میں پستول نظر آ رہا تھا۔ آنکھوں میں عجیب طرح کی وحشت کروٹیں لے رہی تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتا۔ اس کے عقب میں وائلڈ بل کا چہرہ نظر آیا۔ اس نے پستول نکال رکھا تھا۔

''میں اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' سفید بالوں والے نے عجیب جنونی انداز میں کہا۔ اس کے پستول کا رخ بدستور کین کی طرف تھا۔ وائلڈ بل نے اس کے لہجے کی وحشت کو محسوس کرتے ہوئے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ سفید بالوں والا اوندھے منہ فرش پر گرا۔ اس کی گردن سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا۔ وائلڈ بل نے کین سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''میں تم دونوں کو صحت یابی کی مبارک باد دینے آیا تھا لیکن دیکھا کہ یہاں کوئی اور ہی ڈرامہ رچا ہوا ہے۔''

کین اس کی بات نہیں سن رہا تھا۔ وہ سفید بالوں والے کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا 186000 انسانوں کا قاتل اس کے سامنے پڑا ہے۔ وہ اسے پہچانتا تھا وہ بیورو آف ریکلے میشن کا نائب صدر تھا۔ کولمبیا سسٹم کے بیمے نے اسے مار ڈالا تھا۔

☆====ختم شد====☆